تسہیل حجۃ اللہ البالغہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر
خیابان پریس اردو بازار / دربار مارکیٹ لاہور

قیمت ۲۵ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

تسہیل

حجۃ اللہ البالغہ

یعنی

اسرار و رموز شریعت

حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

از

ایم ڈی چوہدری ایم اے

ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

210

5355

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

کتاب ———— تسہیل الجبر

مصنف ———— ایم ڈی چودھری

ایڈیشن ———— اوّل

کتابت ———— احسان اللہ قریشی

ادارہ اشاعت ———— ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور

مطبع

زاہد بشیر پرنٹرز ریٹیگن روڈ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

تسہیل الحجۃ

باب		صفحہ
	سوانح حیات حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۷
	مبحث اوّل	
۱	ابداع اور پیدا کرنے اور تدبیر کا بیان	۳۵
۲	عالم مثال کا بیان۔	۳۶
۳	ملاء اعلیٰ، مقرب و معزز فرشتوں کا بیان	۳۸
۴	تبدیل نہ ہونیوالی سنت الٰہی کا بیان	۴۰
۵	حقیقت روح کا بیان	۴۱
۶	سرّ تکلیف کا بیان	۴۳
۷	تقدیر سے تکلیف پیدا ہونے کا امکان	۴۴
۸	تکلیف جزا سزا کا باعث ہے۔	۴۷
۹	لوگوں کی جبلت کے اختلاف کی وجہ سے ان کے اخلاق و اعمال و مراتب کمال کا فرق ہوتا ہے۔	۴۸
۱۰	خیالات کے اسباب جو اعمال پر کھلتے ہیں۔	۵۰
۱۱	اعمال کا نفس پر چھپانا محفوظ رکھا جانا	۵۱
۱۲	اعمال کا نفسی حالتوں سے وابستہ ہونا	۵۲
۱۳	جزا اور سزا کے اسباب	۵۳
	مبحث دوم	
۱۴	دنیا میں اعمال کی جزا و سزا	۵۴

باب		صفحہ نمبر
۱۵	موت کی حقیقت	۵۵
۱۶	عالم برزخ میں لوگوں کا حال	۵۷
۱۷	واقعات حشر کے اسرار و رموز	۵۸
	مبحث سوم	۶۰
	تدابیرات نافعہ کا بیان	۶۰
۱۸	تدابیرات نافعہ کے حصول کی کیفیت۔	
۱۹	ارتفاق اوّل کا بیان	۶۱
۲۰	آداب معاش کا بیان	۶۲
۲۱	خانگی تدابیر کا بیان	۶۳
۲۲	معاملات کے فن کا بیان	۶۴
۲۳	شہری سیاست کا بیان	۶۵
۲۴	بادشاہوں کی سیرت کا بیان	۶۶
۲۵	اعوان و انصار کی سیاست	۶۶
۲۶	ارتفاق رابع کا بیان	۶۷
۲۷	اصول ارتفاقات پر لوگوں کے اتفاق کا بیان۔	۶۸
۲۸	لوگوں کی باہمی رسوم کا بیان	۶۹
	مبحث چہارم	
	سعادت کا بیان	۷۰
۲۹	سعادت کی حقیقت کا بیان	۷۰
۳۰	لوگوں کا سعادت میں مختلف ہونا	۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب		صفحہ
۳۱	سعادت کے حصول کے طریقے	۷۱
۳۲	دو اصول جو طریقہ ثانیہ کی تحصیل کا مرجع ہیں	۷۲
۳۳	ان خصائل کے حاصل کرنے اور نقص کی تکمیل اور رذائل کی تحصیل کا بیان۔	۷۳
۳۴	حجابات، جو فطری امور میں مانع ہیں۔	۷۴
۳۵	ان حجابوں کو دور کرنے کا بیان	۷۵
	مبحث پنجم	
	نیکی اور بدی کا بیان	۷۶
	نیکی اور بدی کی حقیقت کا بیان	۷۶
۳۶	توحید کا بیان	۷۶
۳۷	حقیقت شرک کا بیان	۷۸
۳۸	شرک کی اقسام	۷۹
۳۹	خدا کی صفات پر ایمان لانے کا بیان	۸۰
۴۰	تقدیر پر ایمان لانے کا بیان	۸۱
۴۱	خدا کی عبادت، بندوں پر اللہ کا حق ہے۔	۸۱
۴۲	خدا کے نشانات اور شعائر کی تعظیم کا بیان	۸۲
۴۳	وضو اور غسل کے اسرار کا بیان	۸۴
۴۴	نماز کے اسرار کا بیان	۸۵
۴۵	زکوٰۃ کے اسرار کا بیان	۸۶
۴۶	روزہ کے اسرار کا بیان	۸۶
۴۷	حج کے اسرار کا بیان	۸۷
۴۸	نیکی کی اقسام کے اسرار	۸۸
۴۹	مراتب گناہ کا بیان	۸۹
۵۰	گناہوں کی خرابیوں کا بیان	۹۰
۵۱	نفس سے متعلق گناہوں کا بیان	۹۰
۵۲	لوگوں سے متعلق گناہوں کا بیان	۹۱

باب		صفحہ
	مبحث ششم	
	سیاست مذہبی کا بیان	۹۳
۵۳	مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قائم کرنے والوں کی ضرورت۔	۹۳
۵۴	نبوت کی حقیقت اور خواص	۹۴
۵۵	مذہب کی اصل ایک ہے۔	۹۵
۵۶	خاص شرائع کا ایک قوم یا زمانہ سے مخصوص ہونا۔	۹۷
۵۷	شریعت کے طریقوں پر مؤاخذہ	۹۹
۵۸	حکموں اور علتوں کا بیان	۹۹
۵۹	فرائض، آداب، ارکان کے تعین کی مصلحتوں کا بیان	۱۰۰
۶۰	اوقات کے اسرار کا بیان	
۶۱	اعداد اور مقداروں کے اسرار کا بیان	۱۰۳
۶۲	قضا اور رخصت کے اسرار کا بیان	۱۰۴
۶۳	تدابیر کی اقامت اور رسوم کی اصلاح کا بیان	۱۰۵
۶۴	ایک دوسرے سے پیدا ہونے والے احکام کا بیان۔	۱۰۷
۶۵	مبہم کے انضباط اور مشکل کی تمییز وغیرہ کا بیان۔	۱۰۸
۶۶	مذہبی آسانیوں کا باب	۱۱۰
۶۷	ترغیب و ترہیب کے اسرار کا بیان	۱۱۰
۶۸	کمال مطلوب کے حصول کے اعتبار سے امت کے درجے	۱۱۳
۶۹	ایسے مذہب کی ضرورت ہے۔	۱۱۴
۷۰	دین کو تحریف سے محفوظ اور مضبوط کرنے کا بیان	۱۱۶

مبحث

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب		صفحہ
۷۱	ہمارا مذہب یہود و نصاریٰ کے مذہب سے مختلف ہے۔	۱۱۸
۷۲	اسباب نسخ کا بیان	۱۱۸
۷۳	زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کی حالت اور حضور نبی صلعم کی اصلاح۔	۱۲۰
	مبحث ہفتم	
۷۴	علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام کا بیان	۱۲۲
۷۵	مصلحتوں اور شریعتوں کے مابین فرق کا بیان۔	۱۲۴
۷۶	اُمت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت کو اخذ کرنے کا بیان	۱۲۵
۷۷	کتب حدیث کے طبقات کا بیان	۱۲۶
۷۸	اس بیان میں کہ کلام سے مراد کیسے سمجھ میں آتی ہے۔	۱۲۸
۷۹	کتاب و سنت سے احکام شرعیہ کے سمجھنے کی کیفیت کا بیان	۱۲۹
۸۰	مختلف حدیثوں میں فیصلہ کا بیان	۱۳۰
	تتمہ	
۸۱	فروعات میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے اختلاف کے اسباب کا بیان	۱۳۲
۸۲	فقہاء کے مذاہب مختلف ہونے کے اسباب کا بیان	۱۳۴
۸۳	اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے مابین فرق کا بیان	۱۳۵
	چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور بعد میں لوگوں کا کیا حال تھا؟	۱۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ

مختصر سوانح حیات

نام و نسب احمد نام، "ابو الفیاض" کنیت اور ولی اللہ عرف ہے۔ بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کے والد ماجد شیخ عبد الرحیم ابو الفیض ہیں جو اپنے وقت کے ایک جید عالم اور مشہور بزرگ تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی نظر ثانی و اصلاح میں آپ بھی شریک تھے۔ شاہ صاحب کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی جانب سے حضرت عمرؓ تک اور والدہ کی طرف سے امام موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسباً فاروقی ہیں۔

ولادت آپ بروز چہار شنبہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بوقت طلوع آفتاب دہلی میں تولد ہوئے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد کو ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا پیدا ہونے کی بے شمار بشارتیں ہوئیں۔ شیخ عبد الرحیم کی اہلیہ شباب کے تمام مراحل طے کر کے زمانہ یاس کو پہنچ چکی تھیں اس لیے ان کو گمان ہوا کہ شاید یہ اشارہ بیٹے کی طرف نہیں لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے شیخ محمد کی صاحبزادی سے عقد کیا اور اس خاتون کے بطن سے آپ پیدا ہوئے اور وہ بشارت یوں پوری ہوئی۔ بعض دیگر بزرگوں کو بھی آپ کے متعلق بہت سی بشارتیں ہوئیں غالباً انہی بشارات کی بنا پر آپ کا نام ولی اللہ مشہور ہوا۔

بچپن بچپن کے حالات زیادہ معلوم نہیں لیکن آپ کی طبیعت میں شروع ہی سے سادگی، شرافت اور متانت موجود تھی۔ نہایت ذہین واقع ہوئے تھے۔ بچپن میں آپ کی تمام حرکات اتنی محبوب و دلفریب تھیں کہ ہر شخص ان کا شیفتہ تھا۔ عام بچوں کی طرح آپ بیکار کھیل کود میں وقت ضائع نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ چند ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کہیں باغ میں کھیل کود کو چلے گئے جب وہاں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واپس آئے تو والد بزرگوار نے سر دست شفقت پھیر کر فرمایا "جانِ پدر آج تم نے کیا چیز ایسی حاصل کی جو تمہارے ساتھ باقی رہے گی؟" ہم نے تو یہ پڑھا، یہ لکھا اور یہ عبادت کی "والد بزرگوار کی زبان سے یہ الفاظ سننے تھے کہ آپ فرطِ ندامت سے پسینہ پسینہ ہوگئے اور ان کے یہ جملے گویا دل میں ترازو ہوگئے۔ اس کے بعد آپ پھر کبھی سیر سپاٹے اور بیکار کھیلوں میں مشغول نہ ہوئے۔ اس سے آپ کی سعادت مندی اور وفا شعاری کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

تعلیم و تربیت آپ، پانچ برس کے ہوئے تو مکتب میں قرآن مجید پڑھنے بٹھائے گئے۔ ساتویں سال قرآن ختم کر لیا، اسی سال آپ کے والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کرایا اور فارسی کی درسی کتب پڑھانی شروع کیں، آپ کی "رسم سنت" بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ایک ہی سال میں فارسی کی تعلیم مکمل کر لی اور صرف و نحو کی طرف متوجہ ہوئے اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکۃ الآراء کتاب "شرح ملا جامی" تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کر لی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کر لیا اور عربی کتب کے مطالعہ کی استعداد پیدا ہوگئی اس کے بعد معقول کی کتابیں شروع کیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پالی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کر لی اور نہ صرف مروجہ نصاب تعلیم مکمل کیا بلکہ طب، حکمت، ہندسہ، حساب وغیرہ کی بھی بعض کتابیں پڑھیں اور اس طرح چھوٹی سی عمر میں ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہوگئے۔

شاہ صاحب کی تعلیم اکثر اپنے والد بزرگوار کے پاس ہوئی اور جو کچھ اپنے والد سے اکتساب کیا اس کے متعلق خود بیان فرماتے ہیں " علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف تمام و کمال پڑھی لیکن چند روز کی علالت کی وجہ سے کتاب البیع سے کتاب الادب تک کا حصہ نہ پڑھ سکا۔ صحیح بخاری شروع سے کتاب الطہارۃ تک پڑھی اور شمائل ترمذی اول سے آخر تک۔ تفسیر میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک کے کچھ حصے باقاعدہ پڑھے اور باقی حصوں کا خود مطالعہ کیا اس کے علاوہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں "فتح عظیم" کا باعث ہوا و الحمد للہ علی ذٰلک، علم فقہ میں شرح وقایہ پوری، ہدایہ کی دو جلدیں، صرف تھوڑا سا حصہ چھوڑ دیا گیا **اصول فقہ** میں حسامی اور توضیح و تلویح کا درس لیا۔ **منطق** میں شرح شمسیہ کامل، اور بعض مختصرات پڑھیں **علم کلام** میں شرح عقائد کامل، شرح خیالی اور شرح مواقف کے کچھ حصے پڑھے۔ **تصوف و سلوک** میں عوارف المعارف کا بڑا حصہ اور رسائل نقشبندیہ پڑھے۔ **علم الحقائق** میں شرح رباعیات، لوائح، مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد الفصوص پڑھا **خواص اسماء و آیات** میں والد صاحب کا ترتیب دیا ہوا ایک مجموعہ پڑھا۔ **طب** میں موجز اور **فلسفہ** میں شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ **نحو** میں کافیہ اور اس کی شرح از ملا جامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم معانی میں مطول اور مختصر المعانی اس قدر جتنے پر ملازادہ کا حاشیہ ہے اور ہیئت وحساب میں بھی بعض رسالے پڑھے اور الحمد للہ کہ اسی تحصیل علم کے زمانہ میں ہر فن سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی اور ان کے خاص مسائل اور اہم مباحث میرے ذہن کی گرفت میں آ گئے۔

عقدِ نکاح شاہ صاحب کی عمر جب چودہ سال کی ہوئی تو شادی کی صورت پیدا ہو گئی آپ کے والد صاحب نے اس معاملہ میں انتہائی عجلت سے کام لیا لیکن سسرال والوں نے سامان شادی تیار نہ ہونے کا عذر کیا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ یہ عجلت بے وجہ نہیں، اس کی حکمت ومصلحت بعد میں ظاہر ہو گی چنانچہ شیخ صاحب کے اصرار پر سسرال کے لوگ راضی ہو گئے اور اسی سال آپ کی شادی ہو گئی۔

وہ راز بعد میں اس طرح ظاہر ہوا کہ شادی ہو جانے کے چند ہی روز بعد شاہ صاحب کی خوشدامن کا انتقال ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی دن بعد خوشدامن کے والد کا وصال ہو گیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ شاہ صاحب کے ماموں شیخ ابو الرضا محمد کے صاحبزادے شیخ فخر عالم رحلت فرما گئے۔ اس کے بعد آپ کی سوتیلی ماں وفات پا گئیں۔ ان صدمات اور مختلف امراض وضعف کی وجہ سے آپ کے والد بھی سخت بیمار پڑ گئے۔

بیعت ودستار بندی شادی کے ایک سال بعد یعنی پندرہ سال کی عمر میں آپ نے والد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے آپ کو علوم باطنی کی طرف توجہ دلائی اور آپ ان کی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے خصوصاً نقشبندیہ میں کہ تمام طرق صوفیہ میں یہ طریقہ بدعات متاخرین سے پاک وصاف ہے۔ اسی سال آپ نے بیضاوی کا ایک حصہ پڑھ کر گویا مروجہ نصاب تعلیم مکمل کر لیا۔ والد ماجد نے اس تقریب میں بڑے پیمانہ پر خواص وعوام کی ایک شاندار دعوت کی اور دستار بندی کی رسم ادا ہوئی۔

والد ماجد کا انتقال اور بیعت وارشاد کی اجازت دو تین سال کے عرصہ میں آپ نے علوم باطن میں بھی کمال پیدا کر لیا، پھر آپ کی عمر کے سترھویں سال آپ کے والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں آپ کو بیعت وارشاد کی اجازت دے دی اور ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں درس وارشاد کی مسند اپنے اس بلند اقبال بیٹے کے لئے خالی کر دی۔

درس وتدریس اور علمی استغراق اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء میں مستقل طور پر مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کا شہرہ دُور دُور تک پہنچ چکا تھا ہر طرف سے تشنگانِ علوم و معارف جوق در جوق آتے اور زانوئے ادب بچھاتے۔ تقریباً بارہ سال تک آپ کتب دینیہ اور معقولات کا درس دینے میں مشغول رہے۔

اس دوران میں آپ کو ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اسی زمانہ میں آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کے اصولِ فقہ کی کتابوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور ان احادیث کو بھی بامعانِ دیکھا۔ جن سے یہ حضرات ائمہ اپنے اقوال و مذاہب کی سند لاتے ہیں اور اسی وقت سے "فقہائے محدثین" کا طریقہ بھی آپ کے دلنشین ہوا۔

آپ کا یہ زمانہ نہایت استغراق اور محویت کا گزرا۔ آپ نے نہایت تحقیق و کاوش سے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور رات دن انتہائی انہماک و استغراق کے ساتھ کتب بینی میں مشغول رہے شاہ صاحب ان دنوں کھانا بھی کم کھاتے اور آرام بھی کم کرتے اور درس و تدریس کے بعد جو وقت ملتا، صحبت کتب میں صرف کرتے۔

حج بیت اللہ

یہ شوقِ علم و تحقیق اس قدر بڑھا کہ آپ کو حرمین جانے کا خیال پیدا ہوا جس قدر علم حدیث کی ضرورت آپ محسوس کرتے ہیں وہ دہلی میں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی تحصیل و تکمیل کے لیے آپ کو حجاز کا سفر اختیار کرنا ضروری تھا۔ تاکہ وہاں کامل اساتذہ کی صحبت اور اعلیٰ علمی کتابوں کے مطالعہ سے اپنی بصیرت اور روحانیت میں اضافہ کریں۔

چنانچہ اسی ارادہ کے تحت آپ ۱۱۴۳ھ کے اواخر میں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں ذرائع نقل و حمل کی کمی اور راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ایسا سفر کرنا اگرچہ بڑا مشکل اور جان جوکھوں کا کام تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے زیارتِ حرمین کے شوق و ولولہ اور علم و تحقیق کی لگن سے مجبور ہو کر ان مصائب و تکالیف کو سر پر لیا اور نہایت عزم کے ساتھ حجاز روانہ ہو گئے۔

وہاں آپ سب سے پہلے مکہ معظمہ پہنچے اور اسی سال حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ کم و بیش ایک سال تک عالم اسلامی کے مختلف علماء و مشائخ سے دلچسپ صحبتیں رہیں اور علوم ظاہر و باطن کا اکتساب کیا۔

فیوض حرمین

قیام حرمین کے زمانہ میں شاہ صاحب متعدد علماء و مشائخ سے کسب فیض کرتے رہے۔ پہلی مرتبہ شاہ صاحب نے ہندوستان میں شیخ محمد افضل خان المعروف بہ حاجی سیالکوٹی سے حدیث پڑھی تھی۔ پھر مدینہ منورہ میں شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے سند حاصل کی شیخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوطاہرؒ شاہ صاحب کے بڑے معتقد تھے، اکثر فرمایا کرتے کہ "ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں"۔

شیخ ابوطاہر کے علاوہ شاہ صاحب نے شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی کی درسگاہ میں بھی شرکت کی اور موطا یحییٰ بن یحییٰ (یعنی موطا امام مالک بروایت یحییٰ بن یحییٰ) اوّل سے آخر تک سنائی اور اس کے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی تمام مرویات کی اجازت لی، شاہ صاحب تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور صحیح بخاری کی سماعت کے علاوہ کتب صحاح ستہ کے بعض مشکل مقامات کی بھی سماعت کی۔ اس کے علاوہ موطا امام مالک بروایت یحییٰ بن یحییٰ اور موطا امام مالک بروایت امام محمد، کتاب الآثار امام محمد اور مسند دارمی کی بھی سماعت کی، شیخ تاج الدین نے خصوصیت کے ساتھ شاہ صاحب کو تحریری اجازت نامہ عنایت کیا۔

شاہ صاحب دیگر بڑے بڑے مشائخ سے بھی مستفید ہوئے، شیخ سناوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کر کے کسب فیض کیا، شیخ احمد قشاشی سے بھی کچھ فیوض حاصل کئے، ان کے علاوہ سید عبدالرحمٰن ادریسی، شمس الدین، محمد بن علا بابلی، شیخ عیسیٰ جعفری، شیخ حسن عجمی، شیخ احمد علی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے بھی اکتساب فیض کیا، شیخ ابوطاہر مدنی فقط علم ظاہر کے حامل نہ تھے بلکہ علوم باطن میں بھی ان کا پایہ بلند تھا، شیخ موصوف نے تمام طرق صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں شاہ صاحب کو عنایت کیا۔

حج سے واپسی

الغرض وہاں ایک سال کے قیام میں ان علمی صحبتوں اور عمیق مطالعۂ کتب اور امداد غیبی سے آپ نے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کر لیا پھر اواخر ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۲ء میں آپ نے دوبارہ حج کیا اور ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء کے اوائل میں وطن کا رخ کیا، پورے چھ مہینے آپ کو آتے آتے راستہ میں لگ گئے اور بتاریخ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء ٹھیک جمعہ کے دن صحیح سلامت وطن مالوف دہلی پہنچے، شہر کے تمام باشندوں اور نامی گرامی علماء و فضلاء نے آپ کا خیر مقدم کیا۔

آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت

اس زمانے میں ہندوستان کی حالت ہر لحاظ سے ابتر تھی، شاہ صاحب کی ولادت اورنگ زیب کی وفات سے چار سال قبل ہوئی تھی۔ اورنگ زیب کے بعد جو ہند میں طوائف الملوکی پھیلی ہے اس سے کوئی بشر ناواقف نہیں، شاہ صاحب کی تمام عمر میں دس سلاطین دہلی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا یعنی ۱۔ اورنگ زیب عالمگیر۔ ۲۔ بہادر شاہ اوّل ۳۔ معزالدین جہاندار شاہ ۴۔ فرخ سیر ۵۔ رفیع الدرجات ۶۔ رفیع الدولہ ۷۔ محمد شاہ (رنگیلا) ۸۔ احمد شاہ ۹۔ عالمگیر ثانی ۱۰۔ شاہ عالم ثانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادث و انقلابات سے گزرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہیں۔ سادات بارہہ کا تسلط (جو بادشاہ گر یعنی "کنگ میکر" کے نام سے مشہور ہیں) فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بصد بیکسی قید میں مرنا، پھر تورانی امرائے دربار کے ہاتھوں ان سادات بارہہ کا زوال، امرشاہ کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا خونی فتنہ، نادرشاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی کی معرکہ پانی پت میں فتح، روہیلوں کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی و تورانی امراء کی باہمی کشمکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں بتدریج داخل ہوتے جانا، انگریزوں کا بنگال و بہار وغیرہ پر اقتدار اور عمل دخل، تقریباً یہ تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی ہی میں پیش آئے۔

الغرض پورا ملک عجیب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا۔ مغلیہ حکومت کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ مسلمانوں کی سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ قتل و غارت گری کا طوفان برپا تھا۔ بدامنی و بدنظمی ہر طرف۔ افسوس کہ امرا و سلاطین کبھی رنگ رلیوں میں مبتلا ہوتے اور کبھی فتنوں سے دوچار، زمانہ کی رفتار کچھ سیدھی نہ تھی، ادھر شاہانِ وقت اپنے اسلاف کی دولت رقص و سرود کی محفلوں اور حسن و جمال کے بازاروں میں لٹا رہے تھے اور ادھر رعایا بدحال و پریشان، غربت و افلاس کے ہاتھوں برباد اور ستمگروں کے مظالم سے پامال ہو رہی تھی، گویا پوری قوم کو اگر ایک طرف عشرت ڈبو رہی تھی تو دوسری طرف عسرت کھا رہی تھی۔

عوام کی اخلاقی حالت بھی نہایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بدعقیدگی و بدعملی کے تمام جراثیم ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ فسق و معصیت ان کی معاشرت کا جزو بن گئی تھی، تمام بدکاریاں اور منکرات ان کی تہذیب میں داخل تھے اور کھلم کھلا سر مجلس ان پر فخر کیا کرتے تھے۔ بے ایمانی، دغا بازی، جھوٹ، مکر و فریب، زنا، بدکاری، دیوثیت، شراب خوری، جوا بازی، دریوزہ گری، ظلم و ناانصافی، ٹونے ٹوٹکے، فضول خرچی، ریا و نمود، ترک امورِ دین وغیرہ اس قسم کے بیسیوں عیوب ہیں جو شاہ صاحب نے اپنے نصائح میں ان لوگوں کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کتاب و سنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اہل ہنود کے تمام مراسم قبیحہ اور ایام جاہلیت کے تمام افعال شنیعہ انہوں نے اپنا لئے تھے۔ بے سر و پا اعتقادات ان میں رواج پا چکے تھے۔ تفرق و تحزب کا جال وسیع تھا اور قسما قسم کے اوہام و تشکیک کا دروازہ کھلا! محض دنیا پرست، عامی مشرب، تحقیق سے اجنبی، تقلید و جمود میں منہمک علماء و صوفیہ کا دور دورہ تھا جنہیں نہ دینی امور سے ذوق تھا، نہ دین کا درد، نہ حق کا خیال نہ احقاقِ حق سے واسطہ۔ انہوں نے اپنے علم کو ذریعۂ عزت بنا رکھا تھا۔ بجائے اس کے کہ عوام ان کے طالب ہوتے وہ عوام کے طالب بن چکے تھے۔ جاہ و حشمت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بادشاہوں کے آستانوں پر سر خم کرتے اور ان کے حاضر باش دربار بننے پر فخر محسوس کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت ہدایت سے دور ہوتی گئی، غیر اسلامی بدعات و محدثات کو دین سمجھ کر اپنا لیا گیا، صحیح دینی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہ رہا، فرائض و عبادات سے زیادہ خودساختہ بدعات کی پابندی کی جانے لگی، شریعت کی کوئی پابندی نہ تھی، اس کے بے شمار فرائض عملاً منسوخ و معطل قرار دے دیئے گئے تھے اور بہت سے مستحبات و سنن حرام و متروک۔ قرآن کو ایک چیستان سمجھ کر بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا اس کو عوام کی سمجھ سے بالا قرار دے کر صرف چند خاص مواقع پر ثواب بخشنے یا حلف اٹھانے وغیرہ کے کام میں لیا جاتا تھا اس میں غور کرنا باعث گمراہی متصور ہوتا تھا۔ اسلام کے تمام شعائر و آداب اٹھ چکے تھے ان کی جگہ دیگر رسوم و آداب نے لے لی تھی۔ اس کے علاوہ ہندی ویدانت، ایرانی تصوف یونانی فلسفہ، حلول، بروز اور وحدۃ الوجود کے عقیدے لوگوں کے دل و دماغ میں رچ بس گئے تھے۔ عوام وجدان پرستی، پیری مریدی اور خانقاہ پرستی پر پھنسے ہوئے تھے۔ پیرزادے مذہبی پیشوا بن کر لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ گدی نشین صوفیہ اور مسند آرا مشائخ سب اسی قسم کی دھڑے بندیوں میں مصروف اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈلیوں میں الاپ رہے تھے اور چھوٹے فقرا اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے رہزن بنے بیٹھے تھے۔ متقشف واعظین، خانقاہ نشین اور گمراہ صوفیہ لوگوں کو موضوعات و اباطیل کی طرف دعوت دے کر ان کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔

اس زمانہ میں مسلمانوں کی علمی و تعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی۔ ان کے مدارس میں "درس نظامیہ" کا وہی بے ثمر اور فرسودہ نظام تعلیم جاری تھا جو مدت مدید سے ان کے رگ و پے میں جمود و تعطل کے جراثیم داخل کر رہا تھا۔ وہ ساری عمر صرف و نحو اور معانی میں ضائع کر دیتے اور انہی میں سر کھپاتے رہتے اصل علوم (کتاب و سنت) کی طرف انہیں کبھی توجہ نہ ہوتی۔ درسگاہوں میں صدرا، قاضی مبارک، شمس بازغہ اور شرح مطالع کے شروح و حواشی اس کثرت سے رائج تھے کہ گویا اس کے علاوہ ان کا کوئی نصاب تعلیم تھا ہی نہیں۔ دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، فقہائے سالفین کی تفریعات میں ڈوب کر اصل علم کو چھوڑ دیا تھا، حدیث میں صرف بطور تبرک مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید خارج از نصاب تھا۔ انہوں نے اس کی درس و تدریس میں وقت "ضائع" کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ دراصل انہیں یونانی علوم کی تحصیل سے ہی فرصت نہ ملی تھی جو اس کی طرف توجہ دیتے ـــــ یہ وہ علوم تھے جن کا اپنے منبع و سرچشمہ یونان میں بھی رواج اٹھ گیا تھا۔ ان فضول اور بے فیض علوم سے ان کی ذہنیتیں مسخ ہو گئی تھیں۔ وہ محض عقائد وغیرہ کے استدلالی مناظرات اور کلامی بحثوں میں الجھ گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی کیا کیفیت تھی اور کس ماحول میں شاہ صاحب نے اپنی جد و جہد کا آغاز کیا۔

حج سے واپسی پر آپ کے مشاغل

فیوض حرمین سے مالا مال ہو کر جب آپ ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء میں دہلی تشریف لائے تو حالات گرد و پیش کا جائزہ لیا اور اپنے عزائم و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ پرانی دلی میں ایک مقام پر (جو مہندیوں کے نام سے مشہور ہے اور جہاں اب ان بزرگوں کی قبریں ہیں) اپنے والد کے ایک چھوٹے سے پرانے مکان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور وہ مدرسہ رحیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جب آپ کے علمی کمال کا شہرہ بڑھا تو چند ہی دنوں میں اطراف و اکناف سے طلبہ کھنچ کھنچ کر آنے لگے اور وہ جگہ تنگ ہو گئی بادشاہ وقت سلطان محمد شاہ (رنگیلا) نے یہ کیفیت دیکھ کر شاہ صاحب کو بلایا اور شہر میں ایک عالی شان حویلی دے دی۔ آپ نے یہاں دار الحدیث کا افتتاح فرمایا اور پرانی جگہ غیر آباد ہو گئی یہ نیا مدرسہ بڑا عالیشان اور خوبصورت تھا اور اب یہ ایک بڑا دار العلوم سمجھا جانے لگا۔ آپ نے بڑی دلچسپی سے درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا اور ان کے بعد دیگر اہل علم حضرات نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ یہ سلسلہ کئی پشت تک اس خاندان میں چلتا رہا۔ بالآخر غدر ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں یہ مدرسہ تباہ ہوا، لوگ وہاں کے کڑی تختے اُتار کر لے گئے اور صرف مدرسہ شاہ عبد العزیز کا نام ہی نام رہ گیا۔

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد اس تعلیم و تدریس کے زمانہ میں آپ نے اپنے اوقات عزیز کو تین اہم مشاغل میں صرف کرنے کے لئے مخصوص کر لیا تھا (۱) صبح کی عبادات و اوراد و وظائف وغیرہ سے فارغ ہو کر دو پہر تک حدیث کا درس دیتے (۲) علم حدیث کے اسرار و رموز اور علوم نبوت کے حقائق و معارف کے علاوہ دین کے دقائق و حقائق اور معرفت و تصوف کے اسرار و غوامض پر بھی تقریر فرما کر سامعین کو مستفیض فرماتے (۳) تیسرا نہایت اہم مشغلہ آپ کا یہ تھا کہ جو وقت ان دونوں مشاغل سے بچتا اس کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دیتے بلکہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے اس کے بعد آپ نے ہر فن کے لئے ایک شخص تیار کر لیا تھا جس فن کا جو طالب ہوتا اس کو اسی فن کے استاد کے سپرد فرما دیتے۔ یہ معلم حضرات آپ ہی کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے اب مدرسہ ان ہی کے سپرد تھا، خود آپ حدیث کے معارف بیان کرتے اور لکھنے کا کام کرتے۔ آپ کی مصروفیت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں: "آپ اشراق کے بعد جو بیٹھ جاتے تو دو پہر تک نہ زانو بدلتے نہ کھجلاتے اور نہ دہن مبارک سے تھوک پھینکتے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کا طریقہ تعلیم

اس زمانہ کی تعلیمی حالت پر تبصرہ اوپر گزر چکا ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ طریقہ کس قدر نکما اور بے سود تھا۔ شاہ صاحب نے اس طریقہ کو بالکل ترک کر دیا اور وہی طریقہ تعلیم جاری فرمایا جس کی بنیاد آپ کے والد ماجد ڈال گئے تھے۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ پہلے آپ صرف و نحو کے مختصر تین تین چار چار رسائل حسب استعداد طالب علم حفظ کرا دیتے اس کے بعد حکمت یا تاریخ کی کوئی عربی کتاب پڑھا دی جاتی اس طرح اس کے علم لغت میں اضافہ ہو جاتا۔ عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جانے کے بعد موطا امام مالک کا درس دیا جاتا۔ قرآن مجید کا ترجمہ بغیر تفسیر کے پڑھایا جاتا، البتہ جہاں کہیں شان نزول یا قاعدہ نحویہ کی کوئی مشکل اسے پیش آتی تو اس کو اچھی طرح حل کر کے آگے درس دیا جاتا۔ اس کے بعد تفسیر جلالین بقدر نصاب پڑھائی جاتی۔ اس سے فراغت کے بعد ایک وقت کتب حدیث مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ اور کتب فقہ عقائد و سلوک وغیرہ اور دوسرے وقت کتب حکمت پڑھائی جاتیں مثلاً ملا شرح قطبی وغیرہ۔ یہ طریقہ بڑا مفید اور کامیاب رہا اس سے طلبا کا ذہنی جمود اور قوائے غور و فکر کا تعطل دور ہو گیا اب وہ اندھے مقلد ہونے کے بجائے محقق اور صحیح معنوں میں "فقیہ محدث" بن گئے اور ان میں ملکہ پیدا ہو گیا کہ آیات و احادیث میں غور و تدبر کر کے اس کے مطالب سمجھ سکیں۔

ترجمۂ قرآن مجید اور فتنہ علمائے سُوء

شاہ صاحب کے زمانہ میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قرآن مجید کی طرف کوئی توجہ نہ دیتا تھا اس کو عمدہ ریشمی جزدانوں میں محفوظ رکھا جاتا تھا تاکہ بوقت ضرورت فال لینے یا حلف اٹھانے کے کام آئے عملی زندگی میں اس سے کوئی استفادہ نہ کیا جاتا تھا۔ مراجعت حرمین کے بعد آپ نے یہ صورت حال دیکھ کر اس کی اصلاح کی خاطر قرآن مجید کا وہاں کی مروجہ زبان فارسی میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔ سلسلہ درس و ارشاد کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کا آغاز سنہ ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء میں ہوا اور سنہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ پھر سنہ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء میں اس کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔

شاہ ولی اللہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہندوستان میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اسی کے بعد ترجمۂ قرآن کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کے تتبع میں آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اردو میں کیا اور دوسرے فرزند حضرت شاہ عبدالقادر نے بامحاورہ اردو ترجمہ لکھا۔ الغرض اس ترجمہ کا باب سب سے پہلے آپ ہی نے کھولا اور اگر غور کیا جائے تو یہ امت مسلمہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔ ورنہ کچھ عجب نہیں کہ ہم ترجمۃ القرآن سے اب تک محروم رہتے لیکن اس زمانے کے علمائے سُوء بجائے آپ کے ممنون احسان ہونے اور ہمت افزائی کرنے کے آپ کے مخالف بن گئے اور عوام میں آپ کے خلاف شورش برپا کر دی کہ "اس طرح یہ شخص لوگوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا ترجمہ پڑھ کر لوگ بھٹک جائیں گے اس نے دینِ اسلام میں ایک زبردست بدعت کی بنا ڈالی ہے سلف صالحین نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ایسا مجرم اور بدعت۔ سیئہ کا مرتکب واجب القتل ہے وغیرہ وغیرہ" مخالفین نے آپ کے اس فعلِ حسن کو محض اپنے عناد اور دشمنی کی بنا پر عجیب رنگ چڑھایا، بہت سے لوگوں کو آپ کیخلاف ورغلایا اور تمام شہر میں اس کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ عصر کے وقت جب شاہ صاحب مسجد فتح پوری سے نکل رہے تھے تو ان معاندین نے چند غنڈوں کو ہمراہ لے کر آپ کو گھیر لیا لیکن آپ کسی طرح بچ کر نکل گئے۔ اس کے بعد یہ مخالفت آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑتی گئی اور آج یہ کیفیت ہے کہ ہم اسی کارنمایاں پر آپ کو ہدیۂ تحسین پیش کر رہے اور ہمارا خیال ہے کہ اگر آپ نے صرف یہی خدمت انجام دی ہوتی تو یہ آپ کا نام زندہ رکھنے کے لیئے بہت کافی تھی۔

آپ کے اصلاحی کارنامے

ابھی ہم آپ کے دو شاندار کارناموں کا ذکر کر چکے ہیں ایک تو اس زمانہ کے طریقۂ تعلیم کو بدلنا اور نئے اسلوب پر درس دینا اور دوسرے قرآن وحدیث کے تراجم مروّجہ زبان میں کرنا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں کام قوم کی اصلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ان ہی کے ذریعہ ایک قوم کے اندازِ فکر اور زاویۂ نگاہ کو بدلا جا سکتا ہے۔ خصوصاً ترجمۂ قرآن کی بنیاد ڈال جانا ہم لوگوں کے حق میں آپ کی سب سے بڑی خدمتِ اسلام ہے۔ اس کے علاوہ جو خدماتِ جلیلہ آپ نے انجام دیں ان کا مختصر حال حسب ذیل ہے۔

آپ نے متعصب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتبِ خیال کے لوگوں کو ایک نقطۂ عدل پر لاکر ان میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ اس زمانہ میں افتراق وتشتت اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ہر فرقہ دوسرے کا فرد زندیق گردانتا تھا۔ کٹر حنفیوں اور متشدد اہل حدیث کے درمیان مدتوں سے جھگڑا چلا آتا تھا ادھر سنی وغالی شیعہ باہم دست بگریبان تھے۔ دوسرے فرقے بھی باہمی چپقلش اور جنگ وجدل سے باز نہ رہتے تھے۔ تفرق وتحزب کی ایک ملک گیر وبا پھیلی ہوئی تھی۔ ان حالات میں آپ نے تحریر وتقریر دونوں طریقوں سے ان کے خلاف کوشش کی۔ ہر ایک کی افراط وتفریط اور لغزش نمایاں فرمائی اور ان موضوعات پر مختلف کتابیں اور رسالے تصنیف کیئے جن سے ہر شخص راہِ صواب کا پتہ چلا سکتا ہے۔ امت کی سالمیت اور اس کے اتحاد کو برقرار رکھنے میں یہ آپ کا جلیل القدر کارنامہ ہے۔

اس زمانہ کا دوسرا فتنہ معقولیین کی خرابی ہے۔ ان لوگوں کے دماغ یونانی فلسفہ اور عجمی افکارِ باطلہ سے اس درجہ ماؤف ہو گئے تھے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے علم کی طرف توجہ دینا تو درکنار اس کو ذرا بھی وقعت نہ دیتے تھے ان کی ساری عمر منطق، علوم عقلیہ اور الٰہیات کی لایعنی بحثوں میں گزر جاتی۔ تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت وہ لفظی موشگافیوں، بے معنی خرافات اور فرسودہ فلسفۂ یونان کی تحصیل میں گزار دیتے جو عملی دنیا میں کسی کام کا نہ تھا۔ آپ نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک طرف تو انہیں ان لفظی گورکھ دھندوں اور بے فیض علوم میں تضییع اوقات سے روکا اور دوسری طرف ایک ایسا نیا فلسفہ پیش کیا جو بجا طور پر فلسفۂ اسلام کہلایا جا سکتا ہے اور جس کا انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ قرآن مجید و احادیث نبوی کے نصوص و کلیات کے مطابق ایک صحیح فلسفۂ اسلام مدون کرنے کی کامیاب کوشش اب تک صرف آپ نے ہی فرمائی ہے اور یہ آپ کا نہایت قابل قدر کارنامہ ہے۔

ایک اور وبا جو آپ کے وقت میں ملک پر مسلط تھی وہ عجمی تصوف اور اس کی بے سروپا خرافات ہیں اس زمانہ میں متقشف صوفیہ اور گمراہ مشائخ نے اپنے من گھڑت اصول، اجنبی افکار اور مختلف خرافات و اباطیل کو "تصوف" کا نام دے کر ملک میں رائج کر رکھا تھا۔ آپ نے بزور قلم ان کے طلسم و افسوں کی دھجیاں بکھیر دیں اور ان کے مزعومات باطلہ کی تردید کر کے کتاب و سنت کی روشنی میں "احسان" کی واضح اور روشن راہ لوگوں کے سامنے پیش کی اور وقت کے ایک اہم تقاضے کو پورا کیا۔

ایک اور خطرہ جو اس زمانہ میں متوقع تھا وہ فرنگی اقتدار اور مغربی خیالات کی اشاعت کے باعث اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ اگرچہ بعینہ اسی قسم کا دور ازتیاب اس سے قبل بھی آچکا تھا اور اس زمانہ کے علمائے کرام نے پوری قوت سے مقابلہ کر کے اس کا سد باب کر دیا تھا لیکن اب یہ فتنہ اس سے خطرناک شکل میں آنے والا تھا۔ شاہ صاحب نے اس خطرہ کو بھانپ کر اس کے تدارک و مدافعت کے لئے مکمل دلائل و براہین کا ایک بے بہا ذخیرہ فراہم کر دیا تاکہ آئندہ نسلیں ان سے مرعوب ہو کر صحیح راہ نہ چھوڑ دیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے آپ کے زمانہ میں حدیث و قرآن کا ذوق بالکل فنا ہو گیا تھا ان کی جگہ فقہائے متاخرین کے فتاوے اور تفریعات نے لے لی تھی۔ ہر طرف انہی کا شور و غلغلہ تھا۔ کتاب و سنت کی طرف کسی کی نظر نہ تھی، کتاب و سنت سے تمسک کے بارے میں مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریصات و ترغیبات کا اثر بالکل زائل ہو چکا تھا اور وہی فضا پیدا ہو گئی تھی جس سے ان دو بزرگوں کو مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ شاہ صاحب نے یہ صورت حال دیکھ کر ان کتب کی "بوجا" ختم کرائی اور علم کے اصل منبع قرآن و حدیث کی طرف توجہ دلائی اور روح اجتہاد کو زندہ کیا۔ آپ ہی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن و حدیث کا چرچا دیکھتے ہیں۔ اسی بارے میں مصر کے مشہور نقاد علامہ رشید رضا "مقدمہ مفتاح کنوز السنہ" میں فرماتے ہیں "اگر ہمارے بھائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے علماء کی توجہ اس زمانہ میں علومِ حدیث کی طرف مبذول نہ ہوتی تو اس کے زوال اور فنا کا فیصلہ ہو چکا تھا۔"

اس زمانہ کے نواب وسلاطین اور عوام کی دینی واخلاقی حالت کا بیان پیچھے گزر چکا ہے آپ نے ان کو اس خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے معاشرہ کے ہر طبقہ اور ہر گروہ سے مخاطب ہو کر اس کی خامیوں سے مطلع کیا اور اس کے انجام سے ڈرا کر صحیح راستے پر لانے کی نہایت واضح الفاظ میں تلقین کی۔ ان کے تمام عیوب گن گن کر ان کا علاج تجویز کیا اور ڈھنگ سے تنبیہ فرمائی کہ اگر زندہ دل اور حوصلہ مند قوم ہوتی تو بلکلفت اپنی غلط راہ وروش سے باز آجاتی۔ آپ کی گراں قدر تصنیف "تفہیمات" میں اس قسم کے مسلسل الارم موجود ہیں جو اس زمانہ کی صورتِ حال کا ایک زندہ مرقع بھی ہیں اور آپ کے مخلصانہ جذبات وعزائم کا ثبوت بھی۔

آپ کی جدوجہد کے نتائج آپ کے کارنامے تمام پر تحریری وقولی ہیں۔ اس وقت کے حالات کے پیشِ نظر آپ میدانِ عمل میں نہ اترے اور نہ جہاد کیا، لیکن محض قلم کے ذریعہ آپ نے وہ خدمت انجام دی جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ تعلیمات اسلام میں جو خرافات اور بے سروپا باتیں شامل کر دی گئی تھیں۔ آپ نے ان کو الگ کیا اور دین کو ایک منظم ومرتب نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ معاندین کے اعتراضات کا کماحقہ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی۔ عقل ونقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابقِ فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کتاب وسنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ فرمایا۔ دین کے ہر شعبہ کو باطل کی آمیزش سے پاک کیا اور اس کی اصل صورت لوگوں کے سامنے پیش کی۔

دراصل شاہ صاحب کا جہادِ شمشیر سے گریز کسی بزدلی یا کاہلی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس زمانہ کے حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے۔ معاشرہ اپنے انحطاط کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ جہاد کے لئے معتمد وتربیت یافتہ کارکنوں اور ہمراہیوں کا ہونا از بس ضروری ہے اور ایسے حالات کا ہونا لازم ہے جن میں جہاد بجائے اصلاح ودرستی کے ایک وجہ فساد نہ بن جائے۔ اگرچہ ہمیں یہ علم نہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر آپ نے جہاد سے گریز فرمایا اور کیا حالات تھے جو آپ کو اس اقدام سے مانع رہے لیکن آپ کی سیرت کے مطالعہ اور تحریر وتقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی کوئی ایسی ہی صورتِ حال ہوگی جو آپ شمشیر زنی اور قتل وقتال سے باز رہے چنانچہ آپ خود "تفہیمات الٰہیہ" میں فرماتے ہیں۔

"اگر بالفرض یہ شخص (یعنی خود شاہ صاحب) ایسے زمانے میں پیدا ہوتا کہ اسباب کا اقتضا یہی ہوتا کہ لوگوں کو جنگ وقتال سے درست کیا جائے اور اس کے دل میں ڈالا جاتا کہ تلوار ہی سے دنیا کے نظام کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درست کرے تو یہ شخص پھر یہی کرتا اور الحمدللہ بڑی خوبی سے اس کام کو انجام دیتا اور دنیا دیکھ لیتی کہ رستم و اسفندیار بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں بلکہ وہ اس کے طفیلی اور شاگرد بننے کے لائق ہیں"۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے حالات کو جہاد کے ناموافق پاکر اس معاشرہ کے ذہین و متفکر لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی تعلیمات و ارشادات سے بہرہ اندوز کر کے اس قابل بنا دیا کہ وہ کسی آئندہ زمانہ میں ان کے مشن کے مطابق ایک انقلاب برپا کر سکیں۔ ان ذی عقل اور صاحب فہم تلامذہ نے آپ سے پورا استفادہ کیا اور کچھ عرصہ بعد ہی آپ ہی کی نسل سے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید اٹھے اور شرک و بدعت مٹانے کی خاطر علم جہاد بلند کیا۔

آپ کے کارنامے وقتی نہیں بلکہ ایک مستقل افادی حیثیت کے مالک ہیں۔ آپ کی تصانیف سے خاص و عام اب تک استفادہ کرتے آرہے ہیں۔ ملک کی دینی و علمی حالت کا سدھار بہت حد تک آپ ہی کا مرہون منت ہے۔ اگر آپ نے اس وقت علم کی شمع روشن نہ کی ہوتی تو نہ معلوم اس وقت جہالت و ظلمت کی کیا کیفیت ہوتی۔ آپ ہی کی نکالی ہوئی نہریں اور روشن کئے ہوئے چراغ ہیں جن سے ہم اب تک مستفید ہو رہے ہیں۔

مقام و منصب آپ کی منزلت علمی کے بارے میں کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے آپ اسلام کے ان جلیل القدر علماء میں سے ہیں جن کی شہرت و عظمت، زمان و مکان کے حدود سے آگے بڑھ چکی ہے۔ آپ کا شمار عبقریین و نوابغ میں ہوتا ہے۔ آپ جیسی عالی پایہ شخصیتیں اور یگانۂ روزگار ہستیاں بہت کم وجود میں آتی ہیں۔ آپ بقول خود زوال و انحطاط کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں اور اس کو آپ بہ تخریج و تفریج بر تفریج کا دور فرماتے ہیں۔ اس زمانہ کی کچھ کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس دور ظلمت و جہالت میں ایسی وسیع النظر، دقیقہ رس اور ژرف نگاہ ہستی کا جنم لینا بجائے خود ایک قابل حیرت امر ہے۔ آپ نے اپنے ماحول سے کوئی اثر نہیں لیا۔ آپ کی ذہنی سطح اور آپ کے علوم و معارف اپنے ہم عصر علماء کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں "اتحاف النبلاء" میں صحیح فرماتے ہیں "اگر وجود او در صدر اول در زمانۂ ماضی می بود، امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شد" یعنی "اگر آپ کا وجود گزشتہ زمانہ میں صدر اول ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سرتاج بنائے جاتے اور امام الائمہ کا گرانقدر خطاب پاتے۔

آپ کے علمی و ذہنی کمالات واقعی اسی تعریف و توصیف کے لائق ہیں اور آج بھی امت مسلمہ آپ کو "حکیم الامت" اور "مجدد ملت" کے القاب سے یاد کرتی ہے آپ کے خارق عادت علمی کارناموں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر معمولی ذہانت و دینی خدمات جلیلہ کو دیکھ کر آپ کے ہمعصر علماء و فضلاء نے بھی بڑی قدر و منزلت سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ مرزا محمد مظہر جان جاناں فرماتے ہیں "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند۔ در تحقیق اسرار معارف و غوامض علوم طرز خاص دارند باایں ہمہ علوم و کمالات، از علماء ربانی اند۔ مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند، چند کس گذشتہ باشند" آپ کے ایک اور معاصر مولانا فخرالدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ "فخرالحسن" میں آپ کو اس طرح یاد کرتے ہیں "شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلہ الشیخ ولی اللہ محدث سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ"

مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی جو آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ مقدمہ "خیر کثیر" میں آپ کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

"..... و دریں زماں باایں مقام اسنی ذات، مجمع آیات، مطلع فیض و انوار، منبع علوم و اسرار، و مخزن کنوز کمالات و وراثت محمدیہ، معدن نقود و رموز وصایت احمدیہ، مجدد قواعد شریعت، متقن قوانین طریقت، مبین غوامض معرفت، محقق دقائق حقیقت، اعظم المحدثین، ولی العصر، لسان اللہ، قطب الدین احمد۔ ابوالفیاض شیخ ولی اللہ است مد اللہ ظلال ارشادہ علی العلمین الی یوم الدین، کما ہو ثابت عند اہل المعرفۃ والیقین۔۔۔"

اس کے علاوہ صاحب "سیرالاخیار" نے بھی آپ کا تذکرہ لکھا ہے اور اس میں آپ کے یکتائے روزگار اور مجتہد عصر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

علاوہ ازیں امیر شاہ خاں کی زبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کا ایک واقعہ منقول ہے۔ جس سے شاہ صاحب کی ہند کے علاوہ دیگر اقطار عرب و عجم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ "مولانا نانوتوی کا جہاز دوران حج میں یمن کی کسی بندرگاہ پہ رک گیا۔ مولانا کو کسی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس شہر میں کوئی معمر شخص بھی رہتے ہیں رحبیب ملاقات کی تو ان کے علم سے بہت متاثر ہوئے اور درخواست کی سند اجازت عطا کی ہو۔ اس پر محدث صاحب نے پوچھا تم کس کے شاگرد ہو؟ انہوں نے اپنا سلسلہ تلمذ شاہ عبدالعزیز صاحب (شاگرد و فرزند شاہ ولی اللہ) تک بیان کیا تو وہ بزرگ بولے" ہاں میں ان کو جانتا ہوں میرے نزدیک شاہ ولی اللہ گویا شجر طوبیٰ ہیں، جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے، اور جہاں اس کی شاخیں نہیں وہاں جنت نہیں ہے، اسی طرح جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں۔

یہ تو آپ کے حلقہ بگوشوں اور عقیدت مندوں کا اظہار خیال تھا۔ ان کے علاوہ مولانا فضل حق خیرآبادی نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بجائے عقیدت و نیاز کے اپنے آپ کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم کے اس سلسلہ اور خانوادہ کا حریف مقابل سمجھا کرتے تھے چنانچہ ان کے شاگرد رشید مولانا محسن بہاری اپنی کتاب "الیانع الجنی" میں خود اپنی سنی ہوئی شہادت بیان کرتے ہیں جبکہ وہ انور میں مولانا سے درس لیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

"مولانا فضل حق کے ہاتھ "ازالۃ الخفا" کا ایک نسخہ کہیں سے لگا۔ مولانا اس کے مطالعہ کے بڑے خواہشمند تھے، جب بھی درس و تدریس یا دوسرے مشاغل سے فرصت ملتی تو بکثرت اسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جب مولانا اس کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سب کے سامنے جن میں میں بھی شریک تھا یہ فرمایا کہ جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ تو ایک بحر بیکراں ہے۔ جس کے ساحل کا پتہ نہیں چلتا۔"

خود فہمی اپنی عظمت و منصب کا آپ کو خود بھی احساس تھا اور اسی احساس نے آپ کے جذبہ خود اعتمادی اور بے نیازی کو بڑھا دیا تھا۔ اسی احساس کے تحت آپ نے جو فرمایا نہایت ذمہ داری اور یقین سے فرمایا۔ اپنی عظمت کا اظہار بطور "تحدیثِ نعمت" آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے جن میں سے چند اقتباسات بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس دورِ آخر کا "ناطق" اور "حکیم" اور "قائد و زعیم" بنایا اور یہ میں فخراً نہیں کہتا۔ (تفہیمات)

۲۔ "میرے ذہن میں ڈالا گیا ہے کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں کہ "یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔" (تفہیمات)

۳۔ "مجھ کو ربّ نے یہ سمجھایا ہے کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنا دیا اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بند کر کے صرف ایک راستہ کھلا رکھا ہے اور وہ تمہاری محبت اور اطاعت کا راستہ ہے۔ جو شخص تمہارا دشمن ہے اس کے لئے آسمان آسمان نہیں اور زمین زمین نہیں۔ پس تمام اہل مشرق و مغرب تمہاری رعیت ہیں اور تم ان کے بادشاہ۔ اس سے غرض نہیں کہ یہ لوگ جانتے ہیں یا نہیں۔ اگر جانتے ہیں تو کامیاب ہوں گے ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔" (تفہیمات)

۴۔ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں "قائم الزماں" یعنی اللہ تعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ مجھے اوزار یا آلہ کار کی طرح بنا لیتا ہے۔" (فیوض الحرمین)

۵۔ "خداوند نے ایک وقت میں میرے قلب میں "میزان" پیدا کر دی جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک حق ہے اور خدا نے مجھ کو یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہہ اور اشکال باقی نہ رہے۔" (حجۃ اللہ)

ایک جگہ اپنے جلائل اعمال کا بالتفصیل تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔

۲۔"حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس ضعیف بندہ پر یہ ہے کہ اس کو "خلعت فاتحیہ" بخشا گیا ہے اور اس آخری دورہ کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو "مرضی" (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کر دوں اور اس کے لئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کو پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت صلعم کے تمام احکام وترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار ومصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشیر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ نیز سلوک کا وہ طریقہ جو حق تعالیٰ کو پسند ہے اور جو اس دور میں کامیاب ہو سکتا ہے مجھے اس کا الہام فرمایا گیا اور میں نے اس طریق کو اپنے دو رسالوں "ہمعات" اور "الطاف القدس" میں قلمبند کر دیا ہے۔ ایک کام مجھ سے یہ لیا گیا کہ متقدمین اہل سنت کے عقائد کو میں نے دلائل وبراہین سے ثابت کیا اور معقولیوں کے شکوک وشبہات کے خس وخاشاک سے ان کو قطعی پاک کر دیا اور ان کی تقریر بحمد اللہ ایسی کی جس کے بعد کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں کمالات اربعہ ابداع۔ خلق۔ تدابیر۔ اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم بھی نہیں رکھا اور حکمت عملی مجھے بھرپور دی گئی۔ (یعنی تدبیر معاشیات کے اصول اور سیاست مدن کے ضوابط وغیرہ) اور کتاب وسنت وآثار صحابہ سے اس کی تطبیق وتفصیل کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ سب مجھے وہ ملکہ عطا فرمایا گیا جس کے ذریعہ میں یہ تمیز کر سکتا ہوں کہ دین کی اصل تعلیم جو فی الحقیقت رسول اللہ صلعم کی لائی ہوئی ہے وہ کیا ہے اور وہ کون کون سی باتیں جو بعد میں اس میں ٹھونسی گئی ہیں یا جو کسی بدعت پسند فرقہ کی تحریف کا نتیجہ ہیں۔ اگر میرے بدن کا رواں رواں زبان بن جائے اور ہر وقت حمد الٰہی میں مصروف رہے تو بھی حق تعالیٰ کی حمد کا جو حق مجھ پر ہے وہ ادا نہیں ہو سکتا۔ والحمد للہ رب العالمین۔" (الخیر الکثیر اللطیف)

۷۔جب میرا دورۂ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی جس میں نے مسائل اختلافی میں جمع وتطبیق کو معلوم کر لیا (تفہیمات)

یہ اور اس قسم کے بیسیوں اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں خصوصاً "تفہیمات" میں یہ اشارات بکثرت ہیں لیکن یہ تصریحات بطور تعلی اور خود ستائی کے نہیں اور نہ فخر وغرور کی بنا پر ہیں بلکہ جیسا کہ بعض مقامات پر خود اشارہ کر دیا ہے بطور "تحدیث نعمت" اور تحمید الٰہی کے ہیں اور ان کے بیان کا خاص مقصد ہے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعوے ظاہر نظر میں اگرچہ بہت بلند بانگ اور حیران کن نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کے غیر معمولی کارناموں اور شاندار علمی خدمات کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو گھٹنے ٹیک دینے پڑتے ہیں اور ان کو تسلیم کئے بغیر چارہ نظر نہیں آتا۔

وفات

آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک متعصب شیعہ نجف علی خاں کا تسلط ہو گیا تھا۔ یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں۔ امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں بیان فرماتے ہیں کہ "اس نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔" جب آپ کی عمر اکسٹھ سال سے کچھ زائد ہوئی تو مرض الموت نے آلیا اور چند روز کی خفیف سی علالت کے بعد آسمانِ علم کا یہ آفتاب جہاں تاب ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ کو بوقت ظہر افق دہلی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے بے شمار کواکب و نجوم کو دمکتا چھوڑ گیا جو اس کی مستعار روشنی سے اب تک منور ہیں۔ مصرعۂ تاریخِ وفات ع۔ "او بود امام اعظم دیں"۔

اولاد

شاہ صاحب نے اپنے پیچھے چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ پھر شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کے تو کوئی اولادِ نرینہ نہ ہوئی۔ لیکن شاہ رفیع الدین کے چار بیٹے ہوئے۔ محمد موسیٰؒ۔ محمد عیسیٰؒ، محمد مخصوص اللہ اور حسن جانؒ، اور شاہ عبدالغنی کو اللہ تعالیٰ نے شاہ محمد اسماعیل جیسا ہونہار اور لائق فخر فرزند عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک آسمانِ علم و فضل کا روشن ستارہ اور درخشاں مہتاب تھا۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی اس خاندان کی تعریف "اتحاف النبلاء" میں کیا خوب فرماتے ہیں:۔

"ہر یکے از ایشاں بے نظیرِ وقت و فرید دہر و وحید عصر در علم و عمل و عقل و فہم و
قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و امانت و مراتب ولایت بود،
و ہم چنیں اولادِ اولاد ایں سلسلہ از طلائے ناب است۔"

تلامذہ

شاہ صاحب کی بیشتر عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزری، آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، ملک کے اطراف و اکناف سے صدہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفید ہوتے، حرمین شریفین سے بھی بامذاق عالم آپ سے علم سیکھنے آتے، اس طرح آپ کے تلامذہ کی بسیط فہرست ملنا مشکل ہے لیکن چند ممتاز شاگردوں میں آپ کے چاروں صاحبزادوں کے علاوہ شاہ محمد عاشق پھلتی، شاہ نور اللہ بڈھانوی، جمال الدین شاہ محمد امین کشمیری اور شاہ ابوسعید کے نام آتے ہیں جو آپ کے خاص رفقاء بھی رہے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ عصرِ حاضر کے تمام علمائے ہند آپ ہی کے معنوی شاگرد ہیں تو کسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیجا نہ ہوگا۔

مسلک شاہ صاحب کا مسلک علماء کے درمیان عرصہ سے متنازعہ فیہ موضوع رہا ہے بعض آپ کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اہلحدیث، بعض حضرات مقلد بتاتے ہیں تو بعض غیر مقلد بیان کرتے ہیں الغرض ہر گروہ آپ کو اپنے زمرہ اور رفقہ میں شمار کرنے کی سعی کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود آپ کو اس تفرق و تحزب سے سخت نفرت تھی اور آپ تمام عمر اسی لعنت کو مٹانے کی کوشش فرماتے رہے لیکن تعجب ہے کہ لوگوں نے آپ ہی کی شخصیت کو اس بحث کا موضوع قرار دے لیا۔

دراصل آپ کا یہ طریقہ تھا کہ کسی مسئلہ کو مقلدانہ نظر سے نہ دیکھتے بلکہ کتاب و سنت پر پیش کرتے اور پھر فقہ حنفیہ کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی تحقیق کرتے، جب ہر طرح اسے ٹھیک پاتے تو قبول فرما لیتے ورنہ متروک قرار دیتے گویا آپ ہر معاملہ پر ایک محقق کی حیثیت سے نظر ڈالتے تھے۔ کسی خاص مذہب کی جانبداری اور دیگر مذاہب سے عناد آپ کا طریقہ نہ تھا۔ جس مذہب کی کسی مسئلہ میں تائید فرماتے تو دلائل کی بنا پر اور مخالفت بھی بربنائے دلیل۔ اس تائید و مخالفت میں کوئی عصبیت اور جانبداری کارفرما نہ ہوتی، بہت سے مسائل ہیں جن میں آپ نے مسلک حنفی کی پیروی اختیار کی ہے اور بعض امور ایسے ہیں جن میں دیگر مذاہب کو ترجیح دی ہے اور انہی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ بعض مقامات پر آپ نے دونوں مذاہب میں جمع کیا ہے۔ لیکن جہاں یہ بات ناممکن نظر آئی وہاں جس کو اقرب الی السنۃ اور صحیح تر پایا اسے ہی اختیار کیا۔ اپنے مسلک کی توضیح کرتے ہوئے آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"میں مذاہب اربعہ مشہورہ میں بقدر امکان جمع کرتا ہوں اور صوم و صلوٰۃ وضو غسل و حج کے مسائل اس وضع پر واقع ہیں جسے تمام اہل مذاہب جانتے ہیں۔ جب جمع و تطبیق غیر ممکن ہو جاتی ہے تو میں اس مذہب پر عمل کرتا ہوں جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور حدیث کی رو سے صحیح ہے کیوں کہ خدائے قدوس نے مجھے اس قدر علم عطا فرمایا ہے کہ میں ضعیف و قوی میں اچھی طرح فرق کر سکتا ہوں اور فتویٰ دیتے وقت مستفتی کے حال کی بخوبی رعایت کر سکتا ہوں۔ ہر مقلد مذہب کو اس کے مسلک کے مطابق جواب دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مذاہب مشہورہ کی معرفت عنایت فرمائی ہے۔"

ایک اور جگہ وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

" فروعی مسائل میں ان علماء محدثین کا اتباع کرنا چاہیئے جو فقہ و حدیث کے جامع ہوں۔ تفریعات فقہیہ کو ہمیشہ کتاب و سنت سے منطبق کرتے رہنا چاہیئے جو مسائل تفریعی کتاب و سنت کے موافق ہوں قبول کئے جائیں جو خلاف ہوں ان کو بالکل ترک کر دیا جائے۔ امت محمدی کے واسطے اجتہادی مسائل کو کتاب و سنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی کسوٹی پر پرکھنا نہایت ضروری ہے۔ کسی حال میں اس سے مفر نہیں۔ ایسے خشک دماغ فقہا کی بات کبھی نہ سنی چاہیئے جو کسی ایک عالم کی تقلید کو اپنی دستاویز سمجھ لے اور سنتِ رسول کو ترک کر دے۔ اس قسم کے کوڑھ مغز فقہا کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا چاہیئے بلکہ خدا کی خوشنودی اور قرب ان لوگوں سے دور رہنے میں ہے۔"

انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں: "مخفی نہ رہے کہ میں بیشتر امور میں مذہب حنفی کے مطابق عمل کرتا ہوں لیکن بعض امور کو حدیث اور وجدان (حکمت و عقل) کے ذریعہ پرکھ کر دیگر مذاہب کے مطابق سرانجام دیتا ہوں۔ مثلاً قراۃ فاتحہ خلف الامام اور قراۃ فاتحہ در نماز جنازہ وغیرہ۔

عادات وخصائل

شاہ صاحب نہایت سادہ طبیعت اور منکسر المزاج تھے۔ ہر شخص سے خواہ وہ کسی درجہ رتبہ یا مذہب کا ہو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ خلوت و جلوت میں کبھی کسی کی برائی بیان نہ کرتے اور دشمن کے حق میں بھی سوائے کلمۂ خیر کے کچھ نہ کہتے۔ مزاج میں نرمی اور نفاست تھی۔ لیکن ریا و نمود اور ظاہری نمائش و شان و شوکت سے پرہیز فرماتے تھے۔ بازار میں نکلتے تو ہمعصر پیروں اور مشائخ کے برخلاف بالکل معمولی حیثیت سے، مریدین کا کوئی پرا کوئی ہجوم ساتھ نہ ہوتا۔ نہایت بلند ہمت فراخ حوصلہ اور جفاکش تھے۔ بہادری اور شجاعت میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ مسجد فتح پوری کا واقعہ اور جہاد بالسیف کے متعلق آپ کا قول پہلے گزر چکا ہے اسی سے آپ کی دلیری اور مردانگی کا ثبوت ملتا ہے۔ مشکلات و مصائب کے مواقع پر نہایت صبر و سکون سے قائم رہتے اور پایۂ استقلال میں جنبش نہ آتی۔ اظہارِ حق کے سلسلہ میں آپ کو مختلف طریقہ سے ستانے کی کوشش کی گئی لیکن آپ نے نہایت مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔

آپ کے زمانہ میں شہر دہلی فتنوں اور خانہ جنگیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ جب صورت حال بہت خراب ہو گئی تو دہلی کے شرفا نے ہندو رسم کے مطابق "جوہر" کا ارادہ کر لیا تاکہ عزت و ناموس بچا کر سب آگ میں جل مریں، لیکن شاہ صاحب کو جب ان کے اس ارادہ کا علم ہوا تو کربلا کے واقعات یاد دلا کر صبر و ضبط کی تلقین کی جس سے متاثر ہو کر وہ اس قبیح ارادہ سے باز رہے۔

شاہ صاحب معیشت کے لحاظ سے متوسط طبقہ افراد سے تعلق رکھتے تھے۔ اکثر مسکینوں، ناداروں اور ضرورت مندوں کی امداد فرماتے تھے، طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی معیشت کا بھی خاص خیال رکھتے اور بزرگوں کی مخلصانہ خدمت اور احباب کی مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ باوجود متمول ہونے کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے، اکثر اوقات آپ کے خوان پہ سادہ روٹی اور بعض وقت معمولی سبزی ہوتی تناول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بے نیازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کبھی شاہانِ وقت کی طرف چشمِ ارادت سے نہ دیکھا۔
الغرض اس علم و فضل کے ساتھ آپ محاسنِ اخلاق، طاعت و زہد اور ورع و تقویٰ میں سلف صالحین کی سی شان رکھتے تھے۔

طرزِ تحریر و تقریر اور خصوصیاتِ تصنیف

ایک مصنف کی حیثیت سے شاہ صاحب کا درجہ نہایت بلند ہے آپ نے مروجہ طرزِ نگارش کو جو محض نامانوس اور پُر شکوہ الفاظ کے طلسم اور فضول قافیہ پیمائی کے افسوں میں گھرا ہوا تھا وسعت بخشی اور اس قابل کر دیا کہ وہ ان لفظی گورکھ دھندوں اور بیجا تکلفات کی پابندیوں سے آزاد ہو کر حکیمانہ خیالات اور علمی مضامین کو بطریقِ احسن پیش کر سکیں۔ زمانہ ماضی میں سب سے پہلے ابن خلدون نے یہ خدمت انجام دی تھی پھر ابن خلدون کے بعد آپ ہی ایک ایسے مصنف ہیں، جنہوں نے اس اسلوب کو زندہ کیا۔

باوجود عجمی اور ہندوستانی ہونے کے آپ نے عربی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا، جس کی عظمت و کمال کا اعتراف اہلِ زبان نے بھی کیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی فرماتے ہیں۔ "شاہ ولی اللہ صاحب پہلے ہندوستانی مصنف ہیں۔ جن کی عربی تصانیف (خصوصاً حجۃ اللہ البالغہ) میں اہلِ زبان کی سی روانی و قدرت اور عرب کی سی عربیت ہے اور وہ ان بے اعتدالیوں سے پاک ہیں جو عجمی علماء کی عربی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔"

اس کے علاوہ آپ ایک نئے اسلوب اور جداگانہ طرز کے بانی و موجد تھے جو جامعیت، زورِ بیان تحکم و اعتماد اور فصاحت و بلاغت میں نبی صلعم کے طرزِ تکلم سے مشابہ ہے۔ جناب مولانا مناظر احسن گیلانی اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جوان کا مخصوص اسلوب ہے پوری پابندی کی ہے..... شاہ صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر "جوامع الکلم النبی الخاتم" صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ گفتگو کی پیروی کی ہے۔ حتی الوسع وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار انہی لغات اور انہی محاوروں سے کریں جو لسانِ نبوت اور زبانِ رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔

آپ کی یہ کیفیت دراصل مراجعت حرمین کے بعد سے ہو گئی تھی، چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ "حجاز سے واپس آنے کے بعد والد ماجد کی نسبت باطنی اور علم و تقریر کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی تھی۔ جو آپ کے پرانے شاگرد تھے وہ آپ کی حالت حاضرہ کا حالتِ سابقہ سے مقابلہ کرتے تو ان کو اس کی نوعیت میں نمایاں فرق نظر آتا۔" یہ دراصل "ٹوٹے ہوئے قلم" والے خواب کی تعبیر تھی جو آپ نے حرمین میں دیکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک مکان میں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ تشریف لائے، حضرت حسنؓ کے ہاتھ میں ایک قلم ہے جس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ وہ آپ نے شاہ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا کرنا چاہا کہ یہ قلم ہمارے جدامجد رسول اللہ صلعم کا ہے، لیکن یہ کہہ کر ہاتھ روک لیا اور فرمانے لگے۔ ذرا ٹھہرو، حسینؓ اسے درست کردیں۔ حضرت حسینؓ نے وہ قلم لیا اور درست کر کے شاہ صاحب کو عنایت فرمایا۔ اس خواب کی نہایت واضح تعبیر یہی ہے کہ مسلمانوں کے تصنیفی زوال اور علمی انحطاط کے بعد یہ خدمت آپ کے سپرد کی جائے گی کہ تحریر و تصنیف کی خرابیاں دُور فرما کر علم و ادب کو بام عروج تک پہنچائیں اور یہ کہ آپ کے اسلوب تحریر کو "جوامع الکلم" کی خصوصیات حاصل ہوں۔

علاوہ ازیں آپ کی تحریر میں تحقیق و علم اور فکر و نظر کے ساتھ ساتھ سوز و اخلاص اور دردمندی کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں جس کے باعث وہ محض ایک تحقیقی تصنیف ہی نہیں رہتی بلکہ ایک دینی مصلح کا پیغام اور اخلاقی معلّم کا درس بن جاتی ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتب نہایت پُرفتن و پُرآشوب زمانہ میں تصنیف فرمائی ہیں لیکن آپ حالاتِ گرد و پیش سے متاثر ہو کر جذبات کی رَو میں نہیں بہہ جاتے اور نہ عام مصنفین کی طرح اپنی کتب میں زمانہ کا رونا روتے ہیں بلکہ نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ قلم کو رواں رکھتے ہیں اور مرکزی نقطہ خیال سے تجاوز نہیں فرماتے۔ آپ کی اسی خصوصیت کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں "شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جائیے آپ کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ یہ بارھویں صدی ہجری کے پُرآشوب زمانہ کی پیداوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بدامنی کی نظر تھی۔ صرف یہ معلوم ہوگا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور و غل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہہ رہا ہے، جو زمان و مکان کے خس و خاشاک کی گندگی سے پاک و صاف ہے۔

آپ کی ایک بڑی خصوصیت سبقیت و اولیت ہے۔ آپ نے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا جو اس سے قبل چھیڑے نہ گئے تھے اور بالکل نئے مضامین بیان کئے۔ چنانچہ اسلام کے نظری، فکری، شرعی، اخلاقی اور اقتصادی نظام کو ایک منظم و مرتب صورت میں پیش کرنے کی کوشش سب سے پہلے آپ ہی نے کی ہے اس کے علاوہ احکام شرعی کے حکم و مصالح بیان کرنا اور پورے نظام شرعی کو بہ دلائل و براہین عین فطرت کے مطابق ثابت کرنا آپ ہی کا کارنامہ ہے اور اس ضمن میں فلسفہ تصوف، علم کلام اور فقہ و حدیث کے بارے میں جو متنوع مضامین آگئے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ فن اصول تفسیر پر جو کچھ آپ سے قبل لکھا گیا وہ برائے نام ہے اس فن کے اصول و قواعد کو باضابطہ طور پر آپ ہی نے مدون کیا اور قرآن کے طرز بیان، بلاغت اور اس کے مقاصد و مطالب، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ اور آیات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطبق وغیرہ بالکل نئے انداز پر بیان کی۔ خلافت اور اسلام کے نظام حکومت کی تشریح اور اختلاف مذاہب پر محققانہ تبصرہ جس طرح آپ نے فرمایا ہے اس کی توفیق آپ سے پیشتر کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید و حدیث کا فارسی ترجمہ بھی آپ کی اولیت کا ثبوت ہے۔

تصانیف آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ بعض مورخین دو سو سے زائد بیان کرتے ہیں۔ مصنف "حیات ولی" نے ان کی تعداد اکیاون بتائی ہے لیکن آگے لکھا ہے کہ "آپ کی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ جو قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں، مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر شرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں"۔

یہی نہیں کہ آپ کی تصنیفات کثیر ہیں بلکہ آپ نے ہر فن پر قلم اٹھایا ہے اور اس میں نئے نئے نکات اور نادر مضامین بیان کئے ہیں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، فلسفہ، تصوف، سیاسیات، اقتصادیات وغیرہ تمام موضوعات پر اب بھی آپ کی بہت سی کتب ملتی ہیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے یہ تمام کام جیسا کہ حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کل ستائیس اٹھائیس برس سے بھی کم مدت میں انجام دیا ہے اور نہایت پُر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں! آپ کی منزلت علمی اور کمال فن کا یہ ایک واضح ثبوت ہے لیکن آپ کا اصل مقام مرتبہ جو آپ کو اسلام کی علمی و تصنیفی تاریخ میں حاصل ہے اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب آپ کی کتب کا بامعان نظر مطالعہ کیا جائے۔

ا۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن یہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ ہے اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلا اور بہترین ترجمہ ہے اتنی مدت گزر جانے کے باوجود اب تک اس کے مقابل کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکا اس کی چند خصوصیات پر شاہ صاحب نے خود مقدمہ فتح الرحمٰن میں روشنی ڈالی ہے۔ ترجمہ کے ساتھ جا بجا "فوائد" بھی ہیں جو نہایت مختصر ہیں لیکن جامعیت اور اشکال کی گرہ کشائی میں بےمثل ہیں۔

۲۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر فارسی زبان میں اصول تفسیر پر مختصر لیکن جامع رسالہ ہے اس میں شاہ صاحب نے قرآن مجید کے علوم خمسہ، تاویل حروف مقطعات، رموز قصص انبیاء اور اصول ناسخ و منسوخ پر نہایت مفید بصیرت افروز مقالات لکھے ہیں اور بڑے بڑے پیچیدہ مسائل مختصر الفاظ میں حل کر دیئے ہیں یہ رسالہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے اس کے اردو اور عربی میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۔ فتح الخبیر بما لابد من حفظہ فی علم التفسیر

عربی زبان میں آیاتِ قرآنی کی تمام ماثورہ تفاسیر کا جو آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرامؓ سے صحیح طریقہ پر منقول ہیں ایک نہایت مختصر اور جامع نمونہ ہے۔ اس میں شرح غریب القرآن اور اسباب نزول پر جا بجا روشنی ڈالی گئی ہے۔ الفوز الکبیر کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء

انبیاء علیہم السلام کے مکذبین پر جو عذاب آئے اور رسولوں کے ذریعہ جن معجزات کا ظہور ہوا۔ اس کتاب میں ان کو مطابقِ فطرت ثابت کیا ہے اور بتایا کہ وہ مخفی اسباب مادیہ کے باعث ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کا خارقِ عادت ہونا محض ہماری کوتاہ نظری کی بنا پر ہے اور خدا تعالیٰ کا نظام کائنات ناقابل تغیر ہے یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ المسوّٰی من الموطّا

عربی زبان میں موطا امام مالک کی شرح ہے آپ نے اس میں احادیث کو اپنے مذاق کے موافق نئی ترتیب سے مدّون کیا ہے اور شرح میں وہ اسلوب اختیار کیا ہے جو طالب علم کے لئے سہل اور دل نشین ہو۔ حدیث سے مستنبط مسائل اور امام مالک پر دیگر ائمہ کے مناسب تعقبات بھی نہایت لطیف اشاروں میں بیان کئے ہیں یہ کتاب گویا آپ کے اختیار کردہ طریقۂ درسِ حدیث کا نمونہ ہے۔ ہندوستان میں المصفّٰی کے ساتھ طبع ہو چکی ہے مکّہ سے بھی شائع ہوئی ہے۔

۶۔ المصفّٰی شرح مؤطّا

مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ہے اس میں آپ نے احادیث اور آثار کو الگ الگ کر دیا ہے اور اقوال مالک کو مناسب طریقہ سے بیان کیا ہے ان کے آگے دیگر فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں اور احادیث پر مجتہدانہ طریق پر بحث کی ہے۔

۷۔ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

اس رسالہ میں آپ نے امام بخاری کے قائم کردہ عنوانات ابواب کی تشریح اور توجیہہ اس طرح بیان کی ہے کہ ان کے ذیل میں دی ہوئی احادیث سے ابواب کی مناسبت صحیح طور پر سمجھ میں آ جاتی ہے اور کوئی اخلاق باقی نہیں رہتا یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور "دائرۃ المعارف حیدر آباد" سے شائع ہو چکا ہے "اصح المطابع" نے بھی اسے صحیح بخاری کے ساتھ "بطور مقدمہ" شائع کیا ہے۔

۸۔ حجۃ اللہ البالغہ

یہ کتاب بجا طور پر آپ کا تصنیفی شاہکار کہی جا سکتی ہے جناب مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی یہ مایۂ ناز تصنیف آنحضرت صلعم کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول اللہ صلعم کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی"۔

یہ کتاب دراصل اسی تعریف کے لائق ہے۔ اس میں آپ نے تعلیماتِ اسلام کو مطابق فطرت اور احکام دینی کو مبنی بر عدل ثابت کیا ہے۔ ہر حکم الٰہی اور امر شریعت کے اسرار و مصالح نہایت بلیغ اور مدلل انداز میں بیان کئے ہیں جس سے ایک طرف تو متشکک اور متردد حضرات کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب معترضین کے احکام اسلام پر معاندانہ اعتراضات کا منہ توڑ جواب مل جاتا ہے شاہ صاحب کو یقین تھا کہ کچھ عرصہ بعد دور "عقلیت" شروع ہونے والا ہے جس میں احکام شریعت کے متعلق اوہام و شکوک کی گرم بازاری ہو گی۔ اسی خطرہ کا سدباب کرنے کے لئے آپ نے یہ بے نظیر کتاب لکھی۔

اس کتاب میں آپ نے مابعد الطبیعی مسائل سے ابتدا کی ہے اور فلسفۂ اسلام کو ایک مرتب شکل میں پیش کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ قدرت کے قانونِ مکافات کو فلسفیانہ طرز پر بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ارتفاقات کے زیر عنوان اقتصادیات اور سیاسیات کے مسائل پر بحث کی ہے پھر اخلاقیات کا موضوع لیا ہے اور انسانی سعادت پر بحث کی ہے، اس کے بعد نظام شریعت اس کے عقائد و ارکان پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسرار و حکم بیان فرماتے ہیں اور معاصی و آثام پر تفصیلی بحث کی ہے۔ بعد ازاں تاریخِ مذاہب پر تبصرہ کیا ہے اور تشریع و قانون سازی کے بارے میں نہایت مفید نکات بیان کئے ہیں آخر میں آپ نے حدیث سے استنباط کا صحیح طریقہ بتایا ہے اور فقہ سے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ دوسرے حصے میں آپ نے فقہی طرز پر الواب قائم کر کے شریعت کے جملہ احکام پر مفصل تبصرہ کیا ہے اور ہر حکم کی حکمت اور فوائد و مصالح بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والا ان احکام پر علی وجہ البصیرت ایمان لے آتا ہے اور اس کے تمام شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں اس سلسلہ میں جناب محمد منظور صاحب نعمانی کی اپنی سرگزشت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "میں اپنی زندگی میں کسی بشر کی کتاب سے اتنا مستفید نہیں ہوا جس قدر کہ اس کتاب سے خدا نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ میں نے اسلام کو ایک مکمل اور مرتبط الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے اس کتاب ہی سے جانا ہے۔ دین مقدس کی ایسی بہت سی باتیں جن کو پہلے میں صرف تقلیداً مانتا تھا اس جلیل القدر کتاب کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ میں ان پر تحقیقاً اور علی وجہ البصیرت یقین رکھتا ہوں"۔

نواب صدیق حسن خاں "اتحاف النبلاء" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایں کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دراں کردہ، و حکم و اسرار آں بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ، و مثل آں دریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوازدہ صد سال ہجری ہیچ یکے از علمائے عرب و عجم تصنیفے بوجود نیامدہ"۔

یہ کتاب ہندو مصر سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے اس کے اردو تراجم بھی ہو چکے ہیں ایک ترجمہ بعنوان "آیات اللہ الکاملہ" از جناب مولوی خلیل احمد صاحب اسرائیلی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں لاہور سے بغیر متن طبع ہوا تھا اس کے بعد لاہور ہی سے ایک اور ترجمہ از عبدالحق صاحب ہزاروی متن عربی کے ساتھ بعنوان "شموس اللہ البازغہ" شائع ہوا جو سر تا سر "آیات اللہ الکاملہ" کی نقل ہے۔ صرف شروع کے چند ابواب کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے ان کے علاوہ ایک اور دوسرا ترجمہ جناب محمد بشیر صاحب نے کیا اور کچھ تشریحی فوائد بھی شامل کئے لیکن یہ ترجمہ نامکمل ہے اور مبحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ چھوٹے سائز پر بغیر متن کے شائع ہوا ہے۔

اس کے بعد لاہور سے مولانا عبدالرحیم صاحب کا ترجمہ بھی بغیر متن عربی میں شائع ہوا ہے ان سب تراجم سے پہلے جناب ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی مؤلف تفسیر حقانی نے اس بے نظیر کتاب کا ترجمہ عظیم آباد پٹنہ میں مولوی سید محمد فضل الرحمٰن صاحب کے ایماء پر ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں کیا تھا اور یہ مطبع رحمانی پٹنہ سے مولوی محمد صاحب کے زیر اہتمام ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں دو ضخیم جلدوں میں بغیر متن عربی کے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ "نعمۃ اللہ السابغہ" کے نام سے موسوم ہے۔ ایک غیر اہم اور غیر علمی مقام سے شائع ہونے کے باعث یہ زیادہ معروف نہ ہو سکا اور علمی حلقوں سے حجاب میں رہا۔ حسن اتفاق سے اس کا ایک نسخہ پیر صاحب جھنڈا (سندھ) کے کتب خانہ عالیہ علمیہ میں موجود تھا "اصح المطابع کراچی" نے اس پر نظر ثانی کرا کر عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۹۔ البدور البازغہ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں اور بعض ابواب "حجۃ اللہ البالغہ" کے مضامین کا خلاصہ ہیں۔ عربی زبان ہے اور "مجلس علمی ڈابھیل" کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔

۱۰۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء "حجۃ اللہ" کے بعد یہ آپ کی دوسری معرکۃ الآراء تصنیف ہے اس میں آپ نے خلفائے راشدین کی خلافت قرآن مجید احادیث، تفسیر، تاریخ وغیرہ سے دلائل و براہین دے کر حق ثابت کی ہے اور شیعہ و سنی کے باہمی اختلافات کو نہایت عدل و انصاف سے حل کیا ہے جس سے جانبین کی غلط فہمیاں اور شدت تعصب دور ہو جاتا ہے۔ اثبات خلافت راشدہ کے ساتھ ساتھ اس میں سیرت تاریخ اور سیاست و خلافت سے بارے میں دیگر بیش بہا نکات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً اسلام میں صحابہؓ کرام کا درجہ و مقام، ان کے حقوق و فضائل، خلافت خاصہ کی تعریف، اس کے اوصاف اور نبی، خلیفہ، محدث اور صدیق کی تعریف، حضرت عمر فاروق کے شاندار کارنامے اور ناقابل فراموش خدمات، دینی، تاریخ اسلام کے مختلف ادوار اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان پرہر پہلو سے تبصرہ، اسلام کا تمدنی و عمرانی نظام اور اصول سیاست وغیرہ۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ "اس موضوع پر پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں" یہ فارسی زبان میں ہے اور "مطبع صدیقی بریلی" سے شائع ہو چکی ہے اس کا اول چہارم حصہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اپنے ترجمہ کے شائع کیا ہے ایک ترجمہ بغیر متنِ فارسی لاہور سے بھی شائع ہوا تھا لیکن وہ کثیر الغلط تھے۔

۱۱۔ التفہیمات الالٰہیہ یہ کتاب بقول جناب محمد منظور صاحب نعمانی "ولی اللّٰہی کشکول" ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف و سلوک سے متعلق مقالات ہیں اور علوم شریعت کے بارے میں بھی مضامین ملتے ہیں۔ بعض مقالات پر اپنے دور میں پیدا شدہ خرابیوں اور لوگوں کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کی ہے اور معاشرہ کے ہر طبقہ کو مخاطب کر کے اصلاح پر ابھارا ہے۔ کچھ باتیں مابعد الطبیعی فلسفہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض مقالات فارسی میں ہیں اور بعض عربی میں پوری کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اور "مجلس علمی ڈابھیل" کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔

۱۲۔ الخیر الکثیر تصوف اور "علم اسرار و حقائق" میں ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ یہ بھی "مجلس علمی" نے شائع کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اصل زبان عربی ہے۔

۱۳۔ فیوض الحرمین قیام حرمین کے دوران جو فیوض و برکات بصورت خواب یا القا آپ کو حاصل ہوئے۔ یہ ان ہی کا مجموعہ ہے۔ بعض جگہ پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اس رسالہ میں احکام شرعیہ کے متعلق صحابہؓ تابعین اور ائمہ مجتہدین کے باہمی اختلافات کے اسباب اور اس کی تاریخ بیان کی ہے اور ہر گروہ کی افراط و تفریط پر تنقید کی ہے۔ بیحد مفید رسالہ ہے۔ اردو ترجمہ کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ مصر میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ عقد الجید فی بیان احکام الاجتہاد و التقلید اس عربی رسالہ میں آپ نے اجتہاد اور تقلید کے مسئلہ پر نہایت محققانہ اور منصفانہ بحث کی ہے۔ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۱۶۔ البلاغ المبین بعض نے اس کو "تحفۃ الموحدین" لکھا ہے یہ رد شرک و بدعت اور دعوت توحید خالص میں فارسی زبان میں ایک مختصر لیکن جامع رسالہ ہے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" گویا اسی کی شرح ہے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** تفضیل شیخین کے متعلق فارسی زبان میں نہایت عمدہ کتاب ہے طبع ہو چکی ہے۔

۱۸۔ **انسان العین فی مشائخ الحرمین** شاہ صاحب نے دوران قیام حرمین میں جن شیوخ واساتذہ سے اکتساب فیض کیا اس رسالہ میں انہی کے حالات ہیں۔

۱۹۔ **الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین** اس رسالہ میں ان بشارتوں کا بیان ہے جو آپ کو اور آپ کے نسبی یا روحانی بزرگوں کو نبی صلعم سے ہوئیں۔ عربی زبان میں ہے۔

۲۰۔ **انفاس العارفین** شاہ صاحب نے اس رسالہ میں اپنے بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں فارسی زبان میں ہے۔

۲۱۔ **القول الجمیل** تصوف، وظائف واذکار اور طریقت کے چاروں سلاسل کے بیان میں مختصر سی کتاب ہے عربی میں ہے اور ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۲۲۔ **الطاف القدس** اس رسالہ میں شاہ صاحب نے تصوف کا طریقہ لکھا ہے جو آپ کے خیال میں انسب اور زمانہ حاضرہ میں قابل عمل ہے۔ اس کا مضمون عام فہم نہیں زبان فارسی ہے۔

۲۳۔ **ہمعات** یہ بھی تصوف سے متعلق رسالہ ہے اور مضمون "الطاف القدس" سے مشابہ ہے۔ دونوں رسالے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۴۔ **سرور المحزون فی ترجمۃ نور العیون** ابن سید الناس نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" تالیف کی، اور پھر اس کا ایک جامع خلاصہ لکھا ہے اور "نور العیون فی تلخیص سیر الامین والمامون" کے نام سے موسوم کیا۔ شاہ صاحب نے بعض دوستوں اور بزرگوں کے اصرار پر اس خلاصہ کا فارسی میں "سرور المحزون" کے نام سے ترجمہ کیا۔ کافی عرصہ ہوا یہ کانپور سے شائع ہوا تھا۔ حیدرآباد (دکن) سے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

۲۵۔ **مکتوبات مع مناقب امام بخاریؒ وابن تیمیہؒ** آپ کے چند اہم مکاتیب اور امام بخاریؒ وابن تیمیہؒ کے حالات پر دو مختصر رسائل کا مجموعہ ہے۔ مع اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۶۔ مکتوب المعارف مع مکاتیب ثلثہ[۱] ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں آپ کے بعض خاص مکاتیب شامل ہیں۔

۲۷۔ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف ایک مختصر سا فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنی آپ بیتی درج فرمائی ہے۔ اس کے اردو وعربی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۲۸۔ المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ فارسی زبان میں ایک مختصر سا وصیت نامہ ہے جس میں آپ نے اپنی اولاد، دوستوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو آٹھ نصیحتیں فرمائی ہیں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۲۹۔ چہل حدیث اس رسالہ میں آپ نے وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو اسلام کے بنیادی اصول سے متعلق ہیں مع ترجمہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

۳۰۔ اطیب النغم عربی میں آپ کے سوز و گداز سے معمور نعتیہ قصائد کا مجموعہ ہے۔

ان کے علاوہ دیگر رسائل و کتب کے نام حسب ذیل ہیں، ان میں سے کچھ تو طبع ہو چکی ہے لیکن بعض کے محض نام ہی نام تذکروں میں ملتے ہیں۔

الزہراوین[۳۱]، شفاء القلوب[۳۲]، الہوامع شرح حزب البحر[۳۳]، لمعات[۳۴]، سطعات[۳۵]۔ المسلسلات[۳۶]، الذکر المیمون[۳۷]، السر المکتوم[۳۸]۔ اعراب القرآن[۳۹]۔ الفضل المبین[۴۰] فی المسلسل من حدیث النبی الامین[۴۱]، العقیدۃ[۴۲] الحسنہ۔ المقدمۃ[۴۳] السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ، شرح رباعیتین[۴۴]، العطیۃ الصمدیہ[۴۴]۔ فتح الودود[۴۵] فی معرفۃ الجنود، الارشاد[۴۶] الی مہمات الاسناد، رسالہ[۴۷] اوائل تراجم البخاری[۴۸] ("شرح تراجم ابواب البخاری" کے علاوہ یک ورقہ رسالہ ہے)، مایجب[۴۹] حفظہ الناظر[۵۰]، یہ چار مختصر رسالے فن حدیث سے متعلق ہیں اور مجموعہ رسائل اربعہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ مآثر الاجداد، رسالہ[۵۱] دانشمندی الانتباہ[۵۲] فی سلاسل اولیاء اللہ، رسائل تفہیمات[۵۳]، النوادر[۵۴] من احادیث سید الاوائل والاواخر۔

آپ کی بیشتر کتب امتداد زمانہ کے باعث ضائع ہو چکی ہیں اور ان کے نام تک نہیں معلوم۔ بہت سی ایسی تصانیف ہیں جو اگرچہ معدوم تو نہیں ہوئیں لیکن اب تک لائبریریوں کی زینت ہیں اور طباعت سے محروم، بعض مطبوعہ کتب بھی کیاب بلکہ نایاب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تسہیل الحجّہ

مبحث اوّل

تکلیف و جزا و سزا کے اسباب کے بیان

باب ۱

ابداع اور پیدا کرنے اور تدبیر کا بیان

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اور عالم کے پیدا کرنے میں تین صفات ہیں۔ اوّل ابداع یعنی چیز کا بغیر کسی چیز کے پیدا کرنا یعنی پردہ غیب سے بغیر کسی مادہ کے پیدا کرنا۔ دوم پیدائش یعنی کسی چیز کو کسی دیگر چیز سے پیدا کرنا جیسے آدم کو مٹی سے اور جنوں کو بغیر دھوئیں کے خالص آگ سے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو چند انواع اور چند اجناس میں ظاہر فرما کر ہر نوع اور ہر جنس کا ایک خاصہ مقرر کر دیا مثلاً انسان گھوڑے۔ زہر، کافور وغیرہ کی خصوصیات علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں۔

نبی صلعم نے بہت سی اشیاء کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ جن میں حریرہ۔ کلونجی۔ دودھ۔ شبرم (چنے کی طرح کا دانہ) وغیرہ شامل ہیں۔

سوم تدبیر عالم موالید۔ آسمان و زمین کے اندر مخلوقات۔ نباتات۔ حیوانات اور معدنیات کو موالید کہتے ہیں۔ اس تدبیر کا نتیجہ ہے کہ زمانہ کی ہر چیز اس نظام کے موافق ہو جو اس کی حکمت پسند کرتی ہے اور اس مصلحت کے مطابق ہو جو اس کی رحمت چاہتی ہے جیسے بادل سے پانی برسا کر زمین سے سبزہ نکالنا حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکوا کر آگ کو مناسب طور پر مسخر کر کے ان کو زندہ رکھنا حضرت ایوبؑ کو بیمار کر کے ایک چشمہ سے ان کے مرض کو دور کرنا۔ اہل زمین کو بداعمالیوں میں زیادہ حد تک بڑھنے دینا۔ پھر ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اصلاح کے لئے نبی کو مبعوث فرمانا

اگر کسی چیز کے وجود پذیر ہونے کا سبب اور اس کے مقصد پر غور کیا جائے تو وہ لامحالہ اچھا اور مفید ہوگا۔ جیسے لوہے کا کاٹنا۔ اس میں اچھائی بھی ہے اور برائی بھی۔ جب شر زیادہ پھیل جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت اور قدرت کا منہ ان خیر و شر والی قوتوں اور ان چیزوں میں جو ان قوتوں کی حامل و مالک ہیں قبض پیدا کر دیتا ہے جیسے دجال مرد مومن کو قتل کے اسباب و سامان رکھنے کے باوجود قتل نہ کر سکے گا یا بسطہ پیدا کرنا جیسے حضرت ایوبؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کی ٹھوکر سے چشمہ جاری کر دیا یا احالہ کرنا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے آگ کو خوشگوار اور فرحت بخش بنا دیا یا الہام جیسے حضرت خضر کا کشتی کو توڑنا۔ دیوار کو سیدھا کرنا اور لڑکے کو قتل کرنا۔ کتابوں اور احکام کا انبیاء پر نازل ہونا بھی الہام ہے

باب ۲

عالمِ مثال کا بیان

بہت سی احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس مادی دنیا کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے جہاں صفاتِ انسانی وغیرہ معنوی چیزیں اس زمین پہ وجود میں آنے سے قبل موجود ہوتی ہیں اور بہت سی چیزیں اس دنیا میں آتی جاتی ہیں لیکن جسم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو دکھائی نہیں دیتیں۔ چنانچہ نبی صلعم نے صلۂ رحم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کے بارے میں ذکر فرمایا۔ اس طرح سورۂ بقرۃ اور سورۂ آل عمران کے بارے میں فرمایا کہ وہ قیامت کے دن دو بدلیوں یا چھتریوں کی صورت میں آکر اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرینگی۔ قیامت کے روز نماز۔ روزہ وغیرہ اعمال کے آنے کا بھی ذکر ہے۔ دنیا کے بارے میں ایک حدیث میں چڑیل کی شکل میں روزِ قیامت آنے کا بھی مذکور ہے۔ سورۂ گہن کی حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "مجھے جنت و دوزخ کی صورت دکھائی گئی" اور یہ کہ آپؐ دوزخ کی گرمی سے اُف اُف کرتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ آپؐ نے ایک دیگر حدیث میں فرمایا کہ جنت ایسی تکلیف دہ چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ایسی لذت والی چیزوں سے جن کی نفس کو خواہش ہے اور آپؐ کو وہ چیزیں جبرائیل نے دکھائیں۔ موت کو روزِ قیامت ایک مینڈھے کی شکل میں دوزخ اور جنت کے درمیان لا کر ذبح کرنے کا بھی ذکر حدیث میں آتا ہے۔ فرشتوں کا پیغمبروں کے پاس مجسم شکل میں آنا بھی ثابت ہے۔ قبر مومن کا کشادہ ہونا اور قبر کافر کا تنگ ہونا بھی مذکور ہے۔ کافر میت کو قبر میں ایذا رسانی اور مار پیٹ کا بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کئی احادیث میں ذکر ہوا ہے نیز یہ کہ خدا تعالیٰ روزِ محشر اہلِ محشر کو مختلف صورتوں میں اپنی تجلی میں دکھائے گا۔ واضح ہو کہ ان احادیث پر غور کرنے والا یا تو ان کے ظاہری معنی سے گر ایک اور عالم ثابت کرے گا جیسے اہلِ حدیث کا دستور ہے۔ علامہ سیوطی بھی اس کے قائل تھے یا یہ کہے گا کہ یہ چیزیں محض حس بصر میں نظر آتی ہیں اور دراصل میں ان کا کوئی وجود نہ ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے ایک آیت کی تفسیر میں ایسا ہی کہا ہے اور ابن ماجشون سے بھی ایسا ہی منقول ہے تیسرے صورت یہ ہوگی کہ ان احادیث سے کچھ اور معنی مراد ہیں اور ان کو سمجھنے کے لئے یہ مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ (امام شاہ ولی اللہ اس تیسرے قول کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ قول کسی اہلِ حق کا نہیں ہے)

امام غزالی نے عذاب قبر کے باب میں ان تینوں مقامات کی صورت بہت اچھی بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کے ظاہری معنی تو صحیح ہیں لیکن ان کے اسرار درموز مخفی ہیں۔ البتہ اہلِ بصیرت پر یہ سب بالکل واضح ہیں لہذا جس کو ان کے اسرار معلوم نہ ہوں اور اصل حقیقت کا علم نہ ہو تو اسے ان کے ظاہری معنوں کا انکار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ سچا جان کر تسلیم کر لینا چاہیئے کیوں کہ یہی ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ہم نے کافر کی قبر کو کھول کر دیکھا ہمیں تو یہ چیزیں عذاب و ثواب کا ہونا کہیں نظر نہیں آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک کافر کو یا مدفون کو سانپ یا اژدھا ڈس رہا ہوتا ہے لیکن تمہیں وہ نظر نہیں آتا کیونکہ تمہاری آنکھوں میں ملکوتی امور کے دیکھنے کی صلاحیت موجود نہ ہے اور آخرت سے تعلق رکھنے والی ہر چیز ملکوتی ہوتی ہے۔ دیکھو صحابہ کس طرح بغیر دیکھے نزول جبرائیل پر ایمان رکھتے ہیں اگر تم عذاب قبر کو بغیر دیکھے نہیں مانتے تو ملائکہ اور وحی پر تمہارا ایمان **لانا بھی مشکل** ہے اور اگر تمہارا ایمان درست ہے اور تم تسلیم کرتے ہو کہ یہ ممکن ہے کہ ایک چیز امت کو نظر نہ آئے لیکن آنحضرت کو دکھائی دے سکتی ہے تو پھر میت کی بابت اسے تسلیم کرنے میں تمہیں کیا اعتراض ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح خواب میں کوئی شخص محسوس کرتا ہے کہ اسے سانپ ڈس رہا ہے اور اس کے ماتھے پر پسینہ بھی آجاتا ہے اور وہ روتا چیختا بھی ہے اور کبھی وہ اپنے کو بستر سے اچھلتا بھی دیکھتا ہے حالانکہ ظاہر میں وہ بستر پر پڑے آرام سے سو رہا ہوتا ہے اور وہاں نہ کوئی سانپ ہوتا ہے اور نہ کچھ اور۔ حقیقت میں یہ سب باتیں تمہارے مشاہدہ سے باہر ہیں اور جب سزا اور عذاب دراصل ڈسنے کی تکلیف سے ہوتا ہے تو خیالی سانپ یا حقیقی سانپ سے کیا فرق پڑتا ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ سانپ بذاتِ خود تکلیف نہیں دیتا بلکہ تکلیف دینے والی چیز اس کی زہر ہے پھر زہر بھی نہیں بلکہ اس کا اثر اصل میں باعث تکلیف ہوتا ہے۔ اگر اثر زہر کے سوا کسی اور چیز سے حاصل ہو تو وہ بھی تکلیف و عذاب ہوگا۔ لیکن ایسے سبب کی طرف نسبت دیئے بغیر اس عذاب کو بیان نہیں کیا جا سکتا (یہاں تک امام غزالی کا کلام ہے)

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

ملاءِ اعلیٰ

مقرّب و معزّز فرشتوں کا بیان

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عرش کے اٹھانے والے اور جو اس کے ارد گرد (ملائکہ) ہیں اس کی حمد و تعریف کے ساتھ اس کی پاکی اور خوبیاں بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ عرش پر کوئی فرمان صادر فرماتا ہے تو فرشتے ڈر کے مارے بازو اور پر پھڑپھڑاتے ہیں اور آوازیں نکالتے ہیں اور جب خوف دور ہوتا ہے تو ارشاد باری تعالیٰ کی جستجو میں لگ جاتے ہیں اور اوپر والے آسمان سے یہ حکم نیچے والے آسمان تک استفسار کر کے پہنچ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے پوچھا کہ ملاؤ اعلیٰ (مقرب فرشتے) کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میرے کندھوں پر رکھے جس سے میری چھاتی تک ٹھنڈک گئی اور فرشتوں کے سب حالات مجھ پر منکشف ہو گئے۔ ایک جگہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص سے محبت یا نفرت کرتے ہیں تو جبرائیل کو اس کی اطلاع کر دیتے ہیں اور جبرائیل اس بات کی منادی آسمان اور زمین میں کر دیتے ہیں اور اس طرح اہل عرش و اہل زمین اس بندہ سے محبت یا نفرت کرنے لگ جاتے ہیں یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جب تک کوئی شخص نماز پڑھ کر وہیں بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے ہیں جب تک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا یا وہ ایذا رسانی نہیں کرتا۔ اسی طرح فرشتے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لئے دعا اور بخیل کے لئے بددعا کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ شرع سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ عمدہ بندے ہیں جو بلند مرتبہ فرشتے اور رب کے دربار کے مقرب لوگ ہیں نیک لوگوں کے لئے ان فرشتوں کی دعائیں مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہیں اور نافرمان و مفسد لوگوں پر یہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں جس کے سبب بدکار لوگوں کے دلوں میں حسرت و ندامت جنم لیتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ملاءِ اسفل (نچلے فرشتے یعنی زمین و آخری آسمان والے) ایسے لوگوں سے نفرت رکھنے لگتے ہیں اور برائی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ موت کے بعد یہ فرشتے اللہ اور مرنے والے کے درمیان رابطہ کا کام دیتے ہیں۔ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مراتب کے لحاظ سے ان کے مختلف نام ہیں جیسے رفیق اعلیٰ۔ ندی اعلیٰ۔ ملاء اعلیٰ۔ ملاء اسفل وغیرہ اور قرآن کریم کے مطابق نیک و مقرب لوگوں کی ارواح بھی ان میں شامل ہو کر ان کے ساتھ جا ملتی ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ کی صورت میں دیکھا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پر دل سے اڑ رہے تھے۔ تمام فیصلے و احکام الہٰی ملاء اعلیٰ کی طرف نازل ہوتے ہیں۔ تمام امور دنیا بھی یہیں تصفیہ پاتے ہیں اور اسی جگہ کسی نہ کسی طور پر شرائع مقرر ہوتی ہیں۔

ملاء اعلیٰ کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ قسم جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا نظام خیر موقوف رکھا ہے لہذا اس نے موسیٰ کی آگ کی طرح کے اجسام پیدا کر کے ان میں ارواح پاک ڈال دی ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو لطیف و خفیف سیخارات میں ایک خاص قسم کے مزاج و آمیزش کے پیدا ہونے سے بنتے ہیں اور ان پر ان نفوس عالیہ کا فیضان ہوتا ہے جو آلائش بہیمیہ سے جلدی الگ ہو جاتی ہیں۔ تیسری قسم ان نفوس انسانیہ کی ہے جو ملاء اعلیٰ سے بہت ہی قریب ہیں اور وہ ایسے ایسے نیک اعمال کرتے رہتے ہیں جو ملاء اعلیٰ سے جا ملنے کا باعث بنتے ہیں اور آخر جب لباس بدن ان کی روح سے اتر جاتا ہے تو وہ انہیں میں جا شامل ہوتے ہیں۔

ملاء اعلیٰ کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے رہیں۔ نظام صالح کو پسند کریں اور غیر صالح نظام (جو خلاف الہٰی ہو) کو برا سمجھیں۔ اور اس کلام الہٰی کہ "وہ مومنوں کے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں" کا یہی مطلب ہے اور ملاء اعلیٰ کے جو بلند مرتبہ لوگ ہیں ان کے انوار اس روح کے پاس آکر جمع ہوتے اور آپس ملتے ہیں۔ پھر وہ سب مل کر بمنزلہ ایک چیز کے ہو جاتے ہیں اور اس کا نام حظیرۃ القدس ہے (یعنی پاک و مقدس پارلیمنٹ) اسی حظیرۃ القدس میں نیک بندوں کی اعانت اور مشکلات کو دور کرنے کا مشورہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ علوم تلقین کیئے جاتے ہیں جن سے قوم کی اصلاح اور ہدایت ہوتی ہے۔ یہ الہام کبھی وحی کے ذریعے ہوتے ہیں کبھی خواب کے ذریعے اور کبھی غیبی آواز کے ذریعے اور کبھی حظیرۃ القدوس کے لوگ اس شخص سے (یعنی نبی سے) دو بدو کلام کرتے ہیں اور اس وجہ سے اسی نبی کے رفقاء و اصحاب کی مدد ہوتی ہے اور ان کی بھلائی اور بہتری کے اسباب و امکان بڑھتے جاتے ہیں اور اس کے مخالف اور اللہ کا راستہ روکنے والوں پر لعنت ہوتی ہے اور ان کی تکلیف، ناکامی، نامرادی کے اسباب و امکانات بڑھتے چلے جاتے ہیں ان فرشتوں کے مستقل اور دائمی اجماع کو تائید روح القدس کہتے ہیں اور پھر اس مقام پر اس سے ایسی ایسی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو عادت کے خلاف ہوتی ہیں اور عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں ان کو معجزات کہتے ہیں۔

اور ملاء اعلیٰ سے کم درجہ کے چند ایسے نفوس ہوتے ہیں کہ عادت ازلیہ نے ان کو ملاء اعلیٰ کے درجہ تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہنچایا ہوتا لیکن ان کے فیضان سے لطیف و خفیف بخارات میں ایک ایسا معتدل سا مزاج ضرور پیدا ہو جاتا ہے جو ان میں یہ کمال پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اوپر سے فیوضات کے برسنے کے منتظر رہتے ہیں لہٰذا ان کا یہ کام ہے کہ وہ انسانوں اور جانوروں کے دلوں میں اثر پیدا کر کے ان کے ارادوں اور خیالات کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں جو ان کی مراد و مقصود کے مناسب ہوتا ہے اور کبھی فرشتے آکر ان کے دلوں میں شجاعت، ثابت قدمی اور غلبہ پانے کی تدبیریں لا ڈالتے ہیں اور دوسروں کے دلوں میں اس کے برعکس بزدلی۔ ہراس اور بدحواسی پیدا کرنے والی باتیں۔

ان فرشتوں کے برخلاف ایک اور جماعت بھی ہوتی ہے جن کے کام میں ہلکا پھلکا غصہ اور برائی ہوتی ہے وہ (جماعت) سڑے ہوئے تاریک بخارات سے پیدا ہوتی ہے اور ان کو شیاطین کہتے ہیں جو فرشتوں کی کوششوں کے خلاف کوشش کرتے رہتے ہیں۔

باب ۴

تبدیل نہ ہونیوالی سنّتِ الٰہی کا بیان

"وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا"

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے بعض افعال ان قوتوں پر جو عالم میں رکھی گئی ہیں کسی نہ کسی طرح سے مترتب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آدمؑ کی تمام زمین کی مشت خاک سے پیدا کیا ہے اسی وجہ سے بنی آدم اس مٹی کے موافق سرخ اور سیاہ اور ان کے بین بین اور نرم و سخت اور برے و اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ بچہ کی پیدائش و بناوٹ رحم مادر میں منی گرنے کے بعد ہوا کرتی ہے جیسے کہ اناج و درخت تخم ریزی اور آبریزی کے بعد اُگا کرتے ہیں اگر رحم میں والد کی منی پیش قدمی کر جائے تو بچہ کی شکل باپ کی مانند ہوتی ہے اور اگر ماں کی منی پیش قدمی کر جائے تو بچہ کی شکل ماں جیسی ہوتی ہے اور استطاعت کی وجہ سے انسان کو شریعت کا مکلف بنایا گیا ہے اور اس کو امر و نہی بتا کر اعمال کی جزا و سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔

اب ان قوتوں کی جن پر خدا تعالیٰ کے بعض افعال کسی نہ کسی طرح مترتب ہوتے ہیں چند اقسام ہیں بعض ان میں عناصر کے خواص اور طبائع ہیں مثلاً گرمی۔ خشکی تری وغیرہ اور بعض وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہر صورت نوعیہ میں رکھے ہیں اور بعض ان میں سے عالم مثال کے احوال وجود ہیں اور بعض ملا اعلیٰ کی دعائیں ہیں اور بد دعائیں ہیں اور بعض ان میں سے وہ احکام شریعت ہیں جن سے حرام و حلال کا علم ہوتا ہے اور جب خدا کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اس کو وجود میں لانے والی کوئی بات بھی پیدا کر دیتا ہے مثلاً کسی شخص کے خاص جگہ میں مرنے کا فیصلہ ہوتا ہے تو اس شخص کے لئے اس جگہ میں جانے کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور جو حدیث میں ہے کہ "ترازو خدا کے ہاتھ میں ہے جس پلڑے کو چاہتا ہے اونچا کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے نیچا کر دیتا ہے" اس سے یہی مراد ہے۔ کبھی ترجیح قوت اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ آثار و نتائج کے نفع کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اسی طرح خلق (پیدائش) کو تدبیر (انتظام) پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ترجیح کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں گو وہ ہماری سمجھ میں نہیں آسکتے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ جو چیز وجود میں آئی اس کا وجود میں آنا ہی بہتر تھا۔

جہاں تک کواکب و ستاروں ہیئت و کیفیت کا تعلق ہے۔ اس کے بعض اثرات تو ضرور مرتب ہوتے ہیں، جیسے گرمی سردی کا بدلنا اور رات دن کا بڑا چھوٹا ہونا۔ آفتاب کی مختلف تبدیلیوں کے باعث ہوتا ہے یا جیسے چاند کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر میں مد و جزر آتا ہے تاہم تنگ دستی و تونگری، ارزانی و قحط اور اسی طرح کے دوسرے حادثات زندگی کا ستاروں کی خاص حرکات کے باعث وقوع پذیر ہونا شرع سے ثابت ہیں بلکہ نبی صلعم نے نجوم وغیرہ میں سر کھپانے کی دل شکنی کی ہے اور اسے جادو سے جو حرام ہے مماثلت دی ہے نبی صلعم نے تو کہانت سے بھی منع فرمایا تھا (کہانت جنوں سے پوچھ کر خبریں دینے کو کہتے ہیں) بلکہ کاہنوں کے پاس جانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سے بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو صرف تمہارا عمل ہی جنت میں نہیں جائے گا (بلکہ خدا کا فضل بھی کوئی چیز ہے)۔

باب ۵

حقیقتِ روح کا بیان

اللہ تعالیٰ رسول اکرم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ لوگ تم سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو انہیں بتا دو کہ روح تو اللہ کے حکم سے ہے اور تم کو اس بارے میں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روح کے بارے میں سوال آپ سے یہودیوں نے کیا تھا تاہم اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ امت مرحوم میں سے کسی کو روح کی حقیقت ہی معلوم نہیں۔

روح ایک ایسی چیز ہے جو جاندار کی زندگی حیات کا مبداء و منبع ہے۔ اس کے بدن کے اندر رہنے سے جاندار زندہ رہتا ہے اور اس کے نکل جانے سے مر جاتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں کچھ ایسے لطیف و خفیف بخارات ہیں جو مرکبات جسمانی از قسم خون، بلغم، سوداء اور صفراء وغیرہ سے قلب میں پیدا ہوتے ہیں اور بدن کو اٹھائے پھرتے ہیں اور ان میں طب کا حکم چلتا ہے۔ ان بخارات کا پتلا یا گاڑھا اور صاف یا مکدر ہونا قوائے بدن اور ان سے پیدا ہونے والے افعال پر اثر انداز ہوتے ہیں جب ان بخارات کی پیدائش و بناوٹ پر جو کسی عضو سے تعلق رکھتے ہیں کوئی آفت آتی ہے تو وہ ان بخارات میں بگاڑ اور ان کے افعال میں گڑبڑ پیدا کر دیتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بخارات کا پیدا ہونا زندگی کا اور تحلیل ہونا موت کا سبب بنتا ہے۔

بادی النظر میں روح یہی بخارات ہیں لیکن حقیقت میں یہ بخارات روح کا ادنیٰ طبقہ ہیں اور ان کو بدن سے وہی نسبت ہے جو بُو کو گل سے یا آگ کو کوئلہ سے ہوتی ہے اور اگر مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخارات روح نہیں بلکہ روح حقیقی کا مرکب اور اس کے (بدن) سے متعلق ہونے کا مادہ ہے۔ چنانچہ جس چیز سے انسان زندہ و قائم ہے۔ وہ یہ روح (یعنی بخارات) نہیں اور نہ یہ بدن ہے اور نہ وہ مشخصات ہیں جو بظاہر دکھائی دیتے ہیں بلکہ روح حقیقی ایک منفرد اور جداگانہ چیز ہے اور ایک ایسا نکتۂ نورانی ہے جو اعراض متغیرہ سے بالکل الگ ہے۔ تاہم اس حقیقی روح کا اصلی علاقہ اور تعلق تو بخارات ہی کے ساتھ ہے اور انہی کی وجہ سے بدن سے بھی ہے کیوں کہ بدن تو نسمہ یعنی بخارات جن کو روح ہوائی بھی کہتے ہیں کی سواری ہے اور یہ روح حقیقی عالم قدس کی ایک ایسی کھڑکی ہے کہ جن جن چیزوں کی روح ہوائی کو قابلیت و استعداد ہوتی ہے وہ سب اس راہ پر اترتی ہیں۔ بدن میں جب روح ہوائی کے پیدا ہونے کی استعداد نہیں رہتی تب روح ہوائی وہاں سے الگ ہو جاتی ہے اور اسی کا نام موت ہے نہ کہ روح ہوائی سے روح حقیقی کا جدا ہو جانا۔ روح ہوائی (نسمہ) ایک سِرّ راز یا جوہر ہے جو مقررہ حد سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ آدمی کے مرنے کے بعد بسا اوقات روح ہوائی کو عالم مثال کے ذریعے لباس نورانی یا ظلمانی کی قابلیت و استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے عالم برزخ کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت روح الٰہی یعنی حقیقی روح کے فیضان سے اس کو پھر لباس جسمانی یا ایسا لباس پہنایا جائے گا جو عالم مثالی اور جسم کے بین بین ہوگا۔ پھر وہ سب باتیں جن کی مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی تھی ایک ایک کر کے پیش آئیں گی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

سرِّ تکلیف کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے آگے امانت کو پیش کیا تو وہ اس کے اٹھانے سے انکار کر گئے اور ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھا لیا کیوں کہ وہ بڑا ظالم و جاہل تھا" امام غزالیؒ اور بیضاویؒ و دیگران نے لکھا ہے کہ یہاں امانت سے مراد عہدہ تکلیف ہے جس کی بدولت خدا کی اطاعت کرنے پر ثواب اور اس کی نافرمانی کرنے سے عذاب ملتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کے آگے پیش کرنے کا مقصد ان کی استعداد و قابلیت کا اندازہ لگانا تھا۔ ان کے انکار سے ان کی عدم لیاقت واضح ہو گئی اور انسان کے اٹھانے سے اس کی لیاقت واستعداد مراد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو ظلوم وجہول کہنا اس کی استعداد کی علت بیان کرنا ہے کیونکہ ظلوم وہ ہوتا ہے جو عادل نہ ہو لیکن اس میں عدل کرنے کی لیاقت واہلیت ہو اسی طرح جہول وہ ہوتا ہے جو جاننے کی لیاقت رکھنے کے باوجود نہ جانتا ہو۔ چنانچہ انسان کے علاوہ باقی مخلوق یا محض عالم وعادل ہے جیسے فرشتے یا محض ظالم وجاہل ہے جیسے چوپائے اسی طرح ملائکہ میں قوت بہیمیہ کی نہ تفریط ہے جیسے بھوک پیاس اور خوف وغم اور نہ افراط ہے جیسے شہوت، غصہ او تکبر اور نہ انہیں خوراک ونشوونما وغیرہ کی ضرورت ہے۔ وہ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہو کر حکم الٰہی کے انتظار میں رہتے ہیں اور دل وجان سے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بہائم یعنی چوپائے اور جانور وغیرہ کو سوائے منافع جسمانی اور شہوت رانی کے اور کچھ غرض نہیں۔

خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے انسان میں بھی یہی دو قوتیں رکھی ہیں ایک قوت ملکیہ ہے اور جو اس روح انسانی کا فیضان ہے جو روح طبعی کو (جو سارے بدن میں پھیلی ہوتی ہے) ہر وقت اپنا فیض پہنچاتی رہتی ہے اور دوسری قوت بہیمیہ ہے جس کا مبدا ر منبع وہ نفس حیوانی ہے جو تمام حیوانات میں پایا جاتا ہے اور یہ قوت بہیمیہ خود مختار ہوتی ہے اور روح انسانی اس کا حکم مان لیتی ہے ان دونوں قوتوں میں کھینچا تانی جاری رہتی ہے۔ قوت ملکیہ انسان کو بلندی کی طرف کھینچتی رہتی ہے جبکہ قوت بہیمیہ اسے پستی کی طرف گھسیٹتی رہتی ہے۔ چنانچہ کبھی ملکیت غالب آجاتی ہے اور کبھی بہیمیت اور استعداد اصلی جو فطری اور ذاتی ہوتی ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور استعداد کسی جس چیز کا تقاضا کرتی ہے خدا تعالیٰ اس کو وہی عطا فرما دیتا ہے اور ویسے ہی سامان مہیا کر دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "جو کوئی اللہ کی راہ میں مال و زر دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور امر حق کی تصدیق کرتا ہے تو ہم اس کے لئے نیک باتیں آسان کر دیتے ہیں اور جو کوئی بخل کرتا ہے اور خدا سے بے خوف رہتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے تو ہم اس کے لئے بری باتیں آسان کر دیتے ہیں"

آدمی کا حال گلاب کے پھول سے بہت ملتا جلتا ہے جس میں تین قوتیں ہوتی ہیں اول قوت ارضیہ جو گھسنے اور لگانے سے ظاہر ہوتی ہے دوسری قوت مائیہ جو نچوڑنے اور پینے کے وقت ظاہر ہوتی ہے اور تیسری قوت ہوائیہ جو سونگھنے کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ تکلیف جو آدمی پر ڈال گئی ہے اس کی نوع کا تقاضا ہے اور انسان قوت ملکیہ کا طلب گار رہتا ہے۔

باب ۷

تقدیر سے تکلیف پیدا ہونیکا بیان

خداوند تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو احکام و شرائع کا مکلف بنایا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پھول پتے اور پھل کی علیحدہ علیحدہ شکل و صورت۔ ذائقہ اور خواص رکھے ہیں۔ اشیاء کے بعض خواص صرف دانا ہی جان سکتا ہے جیسے یاقوت کی ایک تاثیر یہ ہے کہ وہ جس کے پاس ہوتا ہے اس کے قلب میں فرحت و شجاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ تاثیر صرف چند لوگوں کے علم میں ہے یا اہلیلہ اس کے حق میں مسہل (دست آور) ہے جو اسے اپنی مٹھی میں بند رکھے۔ درختوں کی طرح حیوانات کی انواع اقسام بھی جداگانہ ہیں اور ان کو ایسی حرکات اختیاریہ۔ الہامات طبیعہ اور تدبیرات جبلیہ بھی عطا ہوتی ہیں۔ جن سے ہر نوع دوسری سے ممتاز ہو جاتی ہے پھر ہر نوع کو وہی علوم الہام ہوتے ہیں جو اس کے مزاج کے مطابق ہیں اور اس کے حق میں فائدہ مند ہیں اور احکام انواع میں سے بعض احکام تو ایک نوع کے تمام افراد میں پائے جاتے ہیں اور بعض چند با صلاحیت افراد میں ہی ہوتے ہیں جیسے شہد کی مکھیوں میں ایک فرد ان کا سردار (یعسوب) ہوتا ہے یا طوطے کی ایک قسم جو سکھانے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانوں کی بولی اور نقل اتارنا سیکھ جاتا ہے۔

اب آپ نوع انسانی کو دیکھیں اس میں نباتات وحیوانات کی باتوں کے علاوہ بعض باتیں ایسی ہیں۔ جو صرف اسی سے کے لئے ہیں جیسے گفتگو کرنا اور سمجھنا۔ تجربے کرنا۔ علوم حاصل کرنا۔ ممالک کو اپنے قبضۂ قدرت میں لانا۔ دراصل انسان کا مزاج یہ چاہتا ہے کہ اس کی عقل اس کے قلب پر غالب رہے اور قلب نفس پر۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حسن تدبیر اور لطف وکرم کو دیکھو جو ہر نوع میں شامل حال ہے۔ نباتات چونکہ چلنے پھرنے سے عاجز ہیں ان کی روزی ان کی جڑوں کے ذریعے جو وہ زمین سے چوستی ہیں، بہم پہنچائی اور حیوان کو جو مرضی کے مطابق حرکت کر سکتا ہے اس کو الہام کیا کہ وہ اناج گھاس اور پانی وغیرہ حاصل کرے جہاں سے بھی مل سکیں اور جو انواع زمین سے کیڑوں کی طرح پیدا نہیں ہوتیں ان میں اللہ تعالیٰ نے توالد وتناسل کی قوت دی ان کی مادہ میں دودھ پیدا کیا اور پھر بچوں کو الہام کیا کہ وہ چھاتیاں۔ چوسیں۔ مرغی میں ایسی رطوبت رکھی جس سے وہ انڈے بنانے کی اہلیت رکھتی ہے جن سے وہ بچے نکالتی ہے اسی طرح کبوتری کے انڈے سینے کا بھی عجیب انداز رکھا۔

انسان چونکہ باحسن وبابرکت ہونے الہامات جبلیہ اور علوم طبیعہ کے قبول کرنے کی وجہ سے عاقل اور علوم کسبیہ کا حاصل کرنے والا تھا تو اسے کھیتی کرنا۔ تجارت ومعاملت ودیگر امور کرنے کے اہل بنایا اور پھر ان میں سے کوئی سردار۔ کوئی غلام۔ کوئی حاکم کوئی محکوم بنا۔ کسی کو بادشاہ بنایا کسی کو رعیت۔ بعض عاقل ودانا بنے اور بعض غبی و جاہل۔ یہ تمام کے تمام بیان ان خواص اور ظاہری تدبیروں کی شرح ہے جو انسان کے معاش اور قوت بہیمیہ سے متعلق ہیں۔ اب ذرا اس کی قوت ملکیہ کی طرف آئیے۔ انسان کو دانائی سب حیوانات سے بڑھ کر عطا کی گئی ہے اور وہ اس بات سے آگاہ ہے کہ اس دنیا کے کارخانہ کو چلانے والی ہستی لامحالہ موجود ہے اس لئے بنی نوع انسان ایسی ہستی کے آگے عجز وانکساری میں مصروف رہتے ہیں۔ سوائے چند بدبختوں کے انسانی نوع کا یہ بھی خاصہ ہے کہ اس میں ایک نہ ایک شخص ایسا ضرور ہوتا ہے جو علوم عقلیہ کے منبع یعنی ذات باری کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتا ہے۔ اور وہ اس منبع سے وحی یا ظن یا خواب کے ذریعہ علم سیکھتا ہے اور پھر عام لوگ اس کی رشد وبرکت کے آثار دیکھ کر امر ونواہی میں اس کی پیروی اور اطاعت کرتے ہیں اور ہر انسان کو کسی نہ کسی حد تک غائب کی بات معلوم کرنے کی طاقت دی گئی ہے خواہ وہ بذریعہ خواب جانے یا اپنی رائے اور بصیرت سے معلوم کرے، مگر اس کے مدارج ہیں اور ان میں جو ناقص ہوتے ہیں وہ کاملوں کے محتاج ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خصلتیں ہیں جن میں انسان حیوانات سے ممتاز ہے جیسے خشوع۔ پاکیزگی و صفائی۔ عدل وسخاوت فراخدلی دنیز کرامت وغیرہ لیکن ان سب کا اصل اصول دو خصلتیں ہیں۔ ایک تو قوت عقلیہ کی زیادتی ہے جس کی پھر دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ مصلحت نظام بشری اور اس کے دقائق کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف جھکتی ہے اور دوسری شاخ ان علوم غیبیہ کی طرف گئی ہے جو بطریق عطا خداوندی حاصل ہوتے ہیں اور دوسری خصلت قوت عملیہ کا کمال ہے اس کی بھی دو شاخیں ہیں ایک تو وہ ہے جس کی وجہ سے انسان اعمال کو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے بخلاف بہائم و حیوانات کے اور دوسری شاخ حالات رفیعہ اور مقامات عالیہ ہیں، جو کسی جنس بہائم و حیوانات میں نہیں پائے جاتے جیسے خدا کی محبت اور اس کی ذات پر توکّل کرنا۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کا اعتدال مزاج جو اس کی صورت نوعیہ سے پیدا ہوا ان چند چیزوں کے بغیر تام و کامل نہ ہوتا تھا۔ اول وہ علوم جو سب سے اعلیٰ و عمدہ شخص کو حاصل ہوئے اور پھر دوسرے لوگوں نے اس کی تقلید کی۔ دوم شریعت الٰہیہ۔ سوم وہ قواعد جس میں انسان کے افعال اختیاریہ سے بحث ہو اور ان کی اقسام خمسہ (واجب۔ مستحب۔ مباح۔ مکروہ۔ حرام) کی تصریح ہو۔ چہارم وہ مقدمات جن سے احسان و سلوک کی خوبیاں واضح ہوتی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے قوت عقلیہ عطا کی۔ جس کا مستحق سب سے زکی النفس شخص ہو اور باقی سب لوگ اس کی اطاعت کریں اور انسان کو ایسے علوم بھی عطا کئے جن سے کام لے کر عقل اپنے نقائص دور کر کے کمال حاصل کر سکتی ہے۔ ان علوم میں سے ایک علم توحید و صفات ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا نیز اس کی صفات ہماری صفات سے مختلف ہیں۔ ان علوم میں سے علم عبادت اور علم طرق انتفاعات و منافع ہیں۔ نیز علم بحث و مخاصمت ہے۔ ایک علم تذکیر ہے جس میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں، سختیوں۔ وقائع برزخ اور وقائع محشر کو بیان کر کے ڈرایا جاتا ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بعض افراد انسانی پر نظر رحمت فرما کر پیدا کیا پھر ان کے دلوں میں ان علوم کی جھلک ڈالی جو عالم غیب الغیب میں محدود تھے۔ پس وہ ملائکہ روحانی صورت میں جلوہ گر ہوئے پھر حکمت الٰہی ایک ایسے پاک نفس شخص یعنی نبی کی منتظر ہوئی جو وحی کی استعداد رکھتا ہو اور اس کے لئے بلند و اعلیٰ مرتبہ مقرر کیا اور اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی اطاعت لوگوں پر واجب ٹھہرائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۸

تکلیف جزا و سزا کا باعث ہے

انسان کو اسکے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ملے گی کیونکہ اوّل یہ صورت نوعیہ کا تقاضا ہے ۔ مثال کے طور پر انسان اگر نیک کام کرے گا تو اس کا مزاج ملکی درست رہے گا اور بُرے کاموں سے مزاج ملکی خراب ہو جائے گا اور جب وہ فوت ہو گا تو اپنے نیک اعمال کی نرمی اور بُرے اعمال کی سختی اس طرح محسوس کرے گا ۔ جیسے ہم جلنے کی تکلیف محسوس کرتے ہیں ۔ دوم ملاء اعلیٰ کا اثر ہے کیونکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی پر خاص عنایت فرما کر پیدا کیا ہے ۔ نوع انسانی کا کام ان ملائکہ کے بغیر نہیں چل سکتا ۔ چنانچہ جب کوئی شخص عمدہ کام کرتا ہے تو ملائکہ سے خوشی کی نورانی شعاعیں نکلتی ہیں اور جب کوئی بُرا کام کرتا ہے تو بغض و نفرت کی ظلمانی شعاعیں نکلتی ہیں اور پھر یہ شعاعیں اس مخصوص شخص کے نفس میں تحلیل ہو کر شادمانی یا پریشانی پیدا کرتی ہیں اور کبھی یہی شعاعیں بعض ملائکہ اور بعض مخصوص لوگوں کے نفوس میں تحلیل ہو جاتی ہیں جس سے ان کو یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ اس شخص سے محبت یا نفرت رکھیں ۔ ان ملائکہ کا ہمارے نفسوں میں اثر پہنچانا بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہمارے قوائے احساس و ادراک ہمارے بدن میں اثر پہنچاتے ہیں اور ہماری طبیعت پر اثر انداز ہوتے ہیں جو تعلق انسان کو اپنے قوائے ادراک و احساس سے ہے وہی افراد انسانی کو ملائکہ کے قوائے طبیعہ سے ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح نورانی و ظلمانی شعاعیں اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر پہنچتی ہیں ۔ جن سے ایک قسم کا نورانی رنگ پیدا ہوتا ہے جو تجلی الٰہی میں ایک قسم کی ہیئت پیدا کرتا ہے جیسے رحمت و رضا اور غضب و لعنت کہتے ہیں اور یہ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسے پانی کو آگ کے پاس رکھنے سے وہ بھی گرم ہو جاتا ہے جب یہ رنگ پیدا ہوتا ہے تو عالم جبروت میں نئی نئی حالتیں اور تبدیلیاں ظہور میں آتی رہتی ہیں اور ملائکہ بنی آدم اور نور الٰہی کے درمیان جو خظیرۃ القدس کے وسط میں قائم ہے بطور واسطہ کے ہیں ۔

سوم یہ لوگوں پر اُتاری گئی شریعت کا تقاضا ہے جس طرح ایک منجم ایک خاص وقت کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ اس میں اس قسم کے حالات و فضا پیدا ہو گی اسی طرح عارف باللہ بھی جانتا ہے کہ ایک خاص وقت (لیلۃ مبارکۃ) میں عالم ملکوت میں ایک قسم کی روحانیت پیدا ہو جاتی ہے جس میں عمدہ دا ذکی شخص یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی پر الہامات نازل ہوتے ہیں اور ملائکہ سفلیہ کو یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ ان الہامات کے مطیع و فرمانبرداروں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور ان کے نافرمانوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آویں۔ چہارم نبی کی اطاعت ہے کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بناکر بھیجتا ہے اور اس کی بعثت سے ان لوگوں کی خیر رسانی چاہتا ہے تو اس کی اطاعت ان پر لازم کر دیتا ہے پہلی دونوں صورتوں کی جزا و سزا اس فطرت الٰہی کا نتیجہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اور جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ یہ فطرت وہ دین ہے جو کہ لوگوں کے بدلنے سے کبھی نہیں بدلتا اور تمام انبیا اس پر متفق ہوتے ہیں لیکن تیسری قسم کی جزا و سزا (جو شریعت کا تقاضا ہے) زمانوں کے بدلنے کے بدلتی رہتی ہے اور اس کے لئے نبی اور رسول مبعوث ہوتے ہیں اور اس کے ماننے والوں کے لئے نجات اور منکروں کے لئے تباہی ہے اب رہی چوتھی قسم کی جزا و سزا (بوجہ بعثت انبیاء) تو وہ اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک انبیاء مبعوث نہ ہو جائیں اور تبلیغ اچھے طریقہ سے نہ ہو جائے۔

باب ۹

لوگوں کی جبلت کے اختلاف کی وجہ سے اُن کے اخلاق و اعمال و مراتب کمال میں فرق ہوتا ہے

اس بارے میں نبی صلعم نے فرمایا کہ "جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کو جان لو لیکن اگر یہ جان لو کہ فلاں شخص کے اخلاق و عادات جبلی بدل گئی تو اس کو کبھی پر سچ نہ جانو کیوں کہ وہ شخص پھر اپنی حالت جبلی پر لوٹ آئیگا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے کہ ہر شخص اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے۔ اس بارے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قوت ملکیہ لوگوں میں دو قسم کی رکھی گئی ہے ایک تو وہ جو ان ملاء اعلیٰ کے مناسب و موافق ہوتی ہے جو علوم اسماء و صفات سے رنگین رہتے ہیں اور کائنات کے نظام عمدہ کے امور کو اچھی طرح حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

دوسری قسم کی وہ قوت ہے جو ان ملاء سافل کے مناسب ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ محض حکم بالائی کی تعمیل کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنی کوشش و ہمت مرکوز نہیں کرتے اس طرح قوت بہیمیہ بھی دو قسم کی پیدا کی گئی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک وہ جو نہایت شدید و سخت ہے جیسے اچھے پلے ہوئے توانا سانڈ کی قوت۔ دوسری قسم کی قوت بہیمیہ وہ ہے جو نہایت کمزور و ضعیف ہوتی ہے جیسے اس جانور کی قوت جو خصی و پیدائشی کمزور ہوا ور جو فاقوں کا مارا ہوا نحیف و زار ہو۔

ان دونوں قوتوں میں سے ہر ایک کی ایک خاص جبلت ہوتی ہے جو ہر فرد میں مخصوص ہوتی ہے اور اس بات کی تخصیص کر دیتی ہے کہ فلاں کس (ملکی یا بہیمی) قوت کا مالک ہے ان دونوں قوتوں کا لوگوں میں جمع ہو جانا بھی دو طور سے ہوتا ہے ایک بطور تجاذب یعنی باہمی کھینچا تانی سے۔ جمع ہو جاتے ہیں، اور ہر ایک قوت اپنے جیسے مقتضا کو حاصل کرنے میں کوشاں رہتی ہے اس طرح ان میں باہمی کشاکش رہتی ہے دوسرا طور باہمی مصالحت اور اتفاق ہے اس کی صورت یہ ہے کہ قوت ملکیہ کسی قدر اپنی خالص واصل باتوں سے نیچے اتر کر اس کے قریب کی باتوں کو اختیار کر لیتی ہے جیسے دوسرے کے نفع کو ذاتی منافع پر ترجیح دینا۔ دنیاوی نفع کے مقابلہ میں اخروی منافع کے امیدوار رہنا۔ اس طرح قوت بہیمیہ بھی اپنی خالص باتوں سے ذرا اونچی ہو جاتی ہے اور اس طرح سے اُن دونوں قوتوں میں مصالحت سی ہو جاتی ہے اور یہ قوت مخلوط بن جاتی ہے۔

قوت ملکیہ۔ قوت بہیمیہ اور قوت مخلوط میں سے ہر ایک کے کئی مدارج ہوتے ہیں اور بے شمار اقسام پیدا ہوتی ہیں لیکن بڑی بڑی اقسام آٹھ ہیں،

۱۔ اجتماع ملکیت عالیہ اور بہیمیت شدیدہ۔

۲۔ اجتماع ملکیت عالیہ و بہیمیت ضعیفہ۔

۳۔ اجتماع ملکیت سافلہ و بہیمیت شدیدہ۔

۴۔ اجتماع ملکیت سافلہ و بہیمیت ضعیفہ۔

باقی چار قسمیں ان کے باہمی ملاپ و مصالحت سے پیدا ہوتی ہیں۔

چنانچہ جس کی قوت بہیمیہ سخت ہوگی وہ سخت ریاضتوں کا حاجت مند ہوگا خصوصاً جو صاحب تجاذب ہوگا اور جس کی قوت ملکیہ غالب ہوگی وہ صاحب کمالات ہوگی۔ جس کی قوت بہیمیہ ضعیف ہوگی وہ بڑے بھاری کاموں سے بے رغبتی کرے گا لیکن صاحب قوت عالیہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ اور صاحب قوت سافلہ اگر بہیمیت سے چھٹکارا پا جائے تو آخرت کے واسطے سب کاروبار ترک کر دے گا جس کی قوت عالیہ بہت ہی بلند ہوگی۔ وہ دین و دنیا دونوں کی سرداری کے لائق ہوگا اور حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اس پر ہمیشہ ڈٹا رہے گا اور خلافت و دین ملت کی امامت میں بمنزلہ اس کے دست راست کے ہوگا۔ یہی لوگ انبیاء اور ان کے ورثاء اور ستون دین و سلاطین وقت اور اولوالامر ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۰

خیالات کے اسباب جو اعمال پر اکساتے ہیں

انسان کے دلی خواطر و خیالات جو اس کو کسی کام پر اکساتے ہیں یا رغبت دلاتے ہیں کا مزور کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے کیوں کہ تمام حوادث (نئی پیدا ہونے والی باتیں) کے وجود میں آنے کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا سبب تو انسانی جبلت ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ دوسرا سبب انسان کا طبیعی مزاج ہے۔ چنانچہ بھوکا آدمی کھانا، پیاسا پانی اور بالغ شخص عورت کا طلب گار ہوتا ہے۔ بعض غذائیں کھانے سے انسان کی قوت باہ (شہوت) کو تقویت پہنچتی ہے اور وہ انہیں خیالات میں لگا رہتا ہے۔ سخت غذائیں انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہیں اور جلد غصہ میں آکر بعض اوقات قتل تک کر بیٹھتا ہے پھر انہی دونوں قسم کے لوگوں کو جب صیام و قیام یا بیماری و بڑھاپے سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ نرم دل ہو جاتے ہیں اور ان کا نفس سیدھا ہو جاتا ہے چنانچہ جوان اور بوڑھے کے حالات میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بوڑھے آدمی کو روزہ کی حالت میں، اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت ہے جبکہ جوان کو نہ ہے۔

نیز کسی چیز کی عادت و محبت بعض اوقات اعمال پر اکساتی ہے اور کبھی نفس ناطقہ (روح انسانی) قوت بہیمیہ کی قید سے نکل بھاگتا ہے اور بعض نفوس خبیثہ شیاطین سے متاثر ہو کر ان کے رنگ میں مل جاتے ہیں۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ خواب کی باتیں بھی وہی حیثیت رکھتی ہیں جو دل کے خیالات و جذبات محمد بن سیرینؒ کے مطابق خواب کی تین قسمیں ہیں۔ حدیث نفس۔ تخویف شیاطین۔ بشارت من اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

اعمال کا نفس پر چپکا یا اور محفوظ رکھا جانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے ہر انسان کے عمل کو اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے اور وہ قیامت کے روز اسے کتاب کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا اور اس سے پڑھوایا جائے گا۔

واضح ہو کہ نفس ناطقہ (روح) ہی عادات و اخلاق اور قصداً کئے گئے اعمال کا مبداء و منبع ہے وہ اس سے نکلتے اور پھر واپس جا کر اسی میں چپٹ جاتے ہیں اور محفوظ ہو جاتے ہیں لہٰذا تمام خواطر کا مرجع یہی اصل نفس ہے۔ خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ ماہر نفسیات و طبیب حضرات بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی آئندہ صحت کا کچھ اندازہ کر لیتے ہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ اعمال اس کے نفس ناطقہ کی طرف واپس کیوں لوٹ آتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کام کا بہت عادی ہو جاتا ہے تو وہ اعمال اس سے خود بخود آسانی کے ساتھ سرزد ہونے لگتے ہیں اور نفس اس فعل سے متاثر ہو کر اس کا رنگ قبول کر لیتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ گمراہیوں کے خیالات دلوں کو تنکوں کی طرح تہ بہ تہ گھیر لیتے ہیں پھر جو دل اس کے اثر کو قبول کرتا ہے اس پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے اور جو دل اس کو قبول نہیں کرتا اس پر سفید نشان ہو جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اعمال نفس کے دامن سے کیوں چپٹ جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ شروع شروع میں صاف و سادہ ہیولیٰ کی صورت میں پیدا کیا جاتا ہے جو ہر قسم کے خدوخال اور رنگ و اثر سے خالی ہوتا ہے پھر اس کے بعد قوت سے فعل کی طرف دن بدن ترقی کرتا رہتا ہے اور سابقہ حالت زائل ہو کر نئی حالت کے وجود میں مدد دیتی ہے اور صرف دو صورتیں ہیں اس اثر کے زائل ہونے کا احتمال ہے اول یہ کہ وہ چیز ہی فنا ہو جائے جس سے اعمال پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ بوڑھے اور مریض۔ دوسرے یہ کہ حظیرۃ القدس کی کوئی بہت بلندی اس پر غالب آکر اس کے نظام سابق کو اس طرح بدل دے جیسے کہ وہ مذکورہ بالا صورت میں بدل جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ابتداء عالم سے لے کر انتہا قیامت تک۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس جس چیز کا خدا نے ارادہ مقرر کر لیا ہے۔ وہ سب ایک مخلوق چیز پر لکھا ہے جسے لوح محفوظ، کتاب مبین اور کبھی امام مبین کہا گیا ہے۔ لیکن وہ لوح محفوظ کسی لکڑی یا لوہے وغیرہ کی تختی نہ ہے بلکہ یوں سمجھیئے کہ جیسے حافظوں کے دماغ میں قرآن محفوظ ہوتا ہے اسی طرح لوح محفوظ میں خدا تعالیٰ کے مقرر اندازوں کا ریکارڈ موجود ہے۔

باب ۱۲

اعمال کا نفسی حالتوں سے وابستہ ہونا

واضح ہو کہ اعمال ہیئت نفسانی (کیفیت قلبی) کے مظاہر اور اس کی شرحیں ہیں۔ یعنی اعمال سے حال دل کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ جب دلی ارادہ انسان کو کسی کام پر آمادہ کرتا ہے اور نفس اس کو پسند کر لیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر نفس اس کو ناپسند کرتا ہے تو وہ افسردہ ہو جاتا ہے اور جب وہ کام کر چکتا ہے تو اس ارادہ کا منبع قوی ہو جاتا ہے، خواہ وہ قوت ملکیہ ہو یا بہیمیہ اور اس کا مخالف منبع کمزور ہو جاتا ہے۔ نبی صلعم کے اس قول سے یہی بات جھلکتی ہے کہ "نفس آرزو کرتا ہے اور فرج (شرمگاہ) اس خواہش نفسانی کو سچا یا جھوٹا کرتی ہے"۔ خلق وعادات کے بیان کے لئے بھی اعمال ہی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اگر کسی آدمی کو بہادر یا سخی کہا جائے تو اس کی بہادری اور سخاوت کے اعمال و واقعات بیان کئے جاتے ہیں اور پھر یہ اعمال ہی ہیں جو نظر آ سکتے ہیں، بیان کئے جا سکتے ہیں اور ان پر انعام و مواخذہ بھی ممکن ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ سب نفوس اعمال اور ملکات (ملکہ کسی کام کی مہارت یا جوہر یا نتیجہ کو کہتے ہیں) کے محفوظ کرنے میں برابر نہیں ہوتے کیونکہ بعض نفوس ایسے قوی ہوتے ہیں جو اعمال سے زیادہ ملکات کو تصوریں سے آتے ہیں۔ اور بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اعمال ہی کو اپنا اصلی کمال سمجھتے ہیں اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہوا کرتی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بہت سے اعمال ہیئت نفسانی سے قطع نظر براہ راست ملاء اعلیٰ میں مقرر ہو کر پسندیدہ یا ناپسند کئے جاتے ہیں اس طرح گویا نیک کام کا کرنا گویا ملاء اعلیٰ کے الہام کو قبول کرنا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳

جزا و سزا کے اسباب

جزا اور سزا کے اسباب دو باتوں پر مبنی ہیں۔ اوّل یہ کہ نفس انسانی اپنی قوت ملکیہ کے ذریعے اپنی کسی بدفعلی یا بدخلقی کو نامناسب سمجھتا ہے اس کے اس احساس سے اس میں ندامت و افسوس پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے خوف، اور الم بھی پیدا ہو جاتے ہیں دوم یہ کہ حظیرۃ القدس والے فرشتے بنی آدم کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ملاء اعلیٰ کے پاس ہیئات نفسانی اور اچھے برے اعمال سب رکھے ہوتے ہیں پس وہ نیکوکار لوگوں کے لئے ثواب، راحت اور بدکار لوگوں کے لئے عذاب و تکلیف کی دعا کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور بنی آدم پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور ان لوگوں پر رحمت یا لعنت برستی ہے اور کبھی یہ بات ہوتی ہے کہ خود انسان کے اعمال اصلاح یا فساد پیدا کرکے راحت و ثواب، یا مصیبت عذاب کا باعث بنتے ہیں اور اس قول الٰہی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ "جو لوگ کافر ہوئے اور اسی کفر کی حالت میں مر گئے۔ ان پر خدا کی۔ فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔"

ان مذکورہ بالا دونوں اسباب کی تراکیب، اور باہمی ملاوٹ سے عمل اور نفس انسانی کی استعداد کے مطابق بہت سی صورتیں پیدا ہوتی ہیں لیکن پہلی بات ان اعمال و اخلاق پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ جن سے یا تو نفس کی اصلاح ہوتی ہے یا بگاڑ ہوتا ہے اور دوسری بات ان اعمال و اخلاق پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے جن سے نظام کلی میں فرق پیدا ہوتا ہے۔

جزا و سزا کے ان دونوں اسباب کے بعض موانع بھی ہوا کرتے ہیں جو اس کی ایک خاص مدت کے لئے ملتوی کر دیتے ہیں پہلے سب سے تو یہ چیز مانع ہوتی ہے کہ نفس انسانی ہی ملکیت کمزور ہو جاتی ہے اور بہیمیت غالب آ جاتی ہے اور حالت بڑھتے بڑھتے یہ ہو جاتی ہے کہ سارا کا سارا نفس بہیمی بن جاتا ہے اور پھر اس کو ملکیت کو تکلیف دینے والے افعال و اعمال سے ذرا بھی رنج نہیں ہوتا اور دوسرے سب سے مانع یہ چیز ہوتی ہے کہ عذاب کے مخالف اسباب، جمع ہو جاتے ہیں اور وہ جزا و سزا ایک خاص وقت تک کے لئے ملتوی رہتے ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ "ہر قوم کے عذاب کا ایک۔ وقت معین ہے جب وہ وقت آ پہنچتا ہے تو جزا مل کر رہتی ہے نہ ایک گھڑی دیر ہوتی ہے نہ سویر:"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبحث دوم

باب ۱۴

دنیا میں اعمال کی جزا و سزا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تم پر جو کچھ مصیبت پڑتی ہے تو وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی تو وہ معاف بھی کر دیتا ہے۔" رسول پاک اس آیت "جو کوئی بھی برا کام کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں بدلہ (جزا) سے مراد بندہ کو پیش آنے والی بیماری یا اور چھوٹی موٹی مصیبت ہے اور اس طرح انسان اپنے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ادا کرتے رہتے ہیں اور پاک و صاف ہو جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ قوت ملکیہ بعض اوقات قوت بہیمیہ کے ہاتھوں مغلوب ہو جاتی ہے اور کبھی پھر غالب آجاتی ہے کبھی تو طبعی صورت سے یہ مغلوب ہوتی ہے کیوں کہ اس وقت قوت بہیمیہ کو غذا ملنا بند ہو جاتی ہے اور کبھی اختیاری صورت سے۔ اور وہ جب انسان اپنی قوت بہیمیہ کو ریاضت نفس سے توڑتا اور مغلوب کرتا رہتا ہے اور عالم قدس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

جب قوت ملکیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان اس سے مناسبت رکھنے والی صفات مثلاً نظافت۔ خشوع و نیکی وغیرہ اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے اور اسے خواب یا بیداری میں انس و سرور کی مخصوص صورتیں نظر آنے لگتی ہیں اور اگر قوت بہیمیہ غالب ہو تو اس کے برعکس حالات ہوں گے مثلاً غصہ کاٹتے ہوئے دائرہ کی صورت میں اور بخل ڈستے ہوئے سانپ کی صورت میں نظر آئے گا۔

خارجی یعنی دنیاوی جزا و سزا اسباب کے فراہم ہونے پر ملتی ہے۔ پس جو کوئی انہیں سمجھ لے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کو اس دنیا میں سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا لیکن کبھی اعمال کے حکم سے نظام کائنات کا حکم زیادہ ضروری ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پہ بدکار کو نعمت و آرام دے کر کچھ عرصہ مہلت دی جاتی ہے اور نیکوکار کو ظاہری طور پہ تنگی و مصیبت میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ اس پر راضی ہو جاتا ہے جیسے کڑوی دوا کو فائدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی خاطر خوشی سے پی جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ "جس مسلمان کو بھی مرض یا اس قسم کی دوسری مصیبتیں پہنچتی ہیں تو خدا تعالیٰ ان سے ان کے گناہ صغیرہ اس طرح جھاڑ ڈالتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں" جب کسی ملک میں شیطان کی اطاعت زور دں پر ہوتی ہے وہاں کے لوگ عیش و نشاط و ظلم وغیرہ میں بہائم اور درندوں کی طرح ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کی جزا بھی ایک خاص مدت تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے" بہرحال یہاں دنیا کی جزا و سزا کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی سردار اپنی رعیت کو جزا دینے کے لئے پوری طرح فارغ نہ ہو لیکن قیامت کے روز تو وہ اعمال کی جزا دینے کے لئے سب کاموں سے فارغ ہو جائے گا۔

دنیاوی جزا و سزا کی کئی صورتیں ہیں کبھی تو وہ انسان کے دل میں خوشی یا گھبراہٹ کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور کبھی غم و نخوت۔ سے پیدا ہونے والے امراض کے حملہ کی صورت ہیں۔ کبھی دنیاوی جزا انسان کے مال و عیال کی صورت میں دی جاتی ہے۔

باب ۱۵

موت کی حقیقت

جاننا چاہیئے کہ صورت چار قسم کی ہوتی ہے۔ معدنی۔ نباتی۔ حیوانی۔ انسانی۔ چنانچہ ان سب کے مادے اور اثرات و عمل بھی مختلف ہیں۔ عناصر اربعہ (آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی) جس وقت نہایت چھوٹے چھوٹے اور ٹکڑے ہو کر مختلف مقداروں میں باہم ملتے ہیں تو ان سے کئی قسم کے مرکبات پیدا ہوتے ہیں دو عنصر والے مرکب جیسے بخارات۔ دھواں۔ انگارہ۔ شعلہ وغیرہ اور تین عناصر والے مرکب جیسے گارہ اور کائی وغیرہ۔ مرکبات کے خواص بھی اجزا والے خواص ہی ہوتے ہیں پھر اس ترکیب کے بعد معدنی صورت آتی ہے۔ جو اس مرکب مادہ پر مسلط ہو کر اس کو اپنی سواری بنا لیتی ہے۔ ان کے آگے نباتی صورت آتی ہے اور وہ اس مرکب مادہ کے جسم پر (جس کا مزاج محفوظ ہوتا ہے) مسلط ہو جاتی ہے اور اس میں اتنی طاقت آجاتی ہے۔ کہ وہ مختلف اجزائے عنصری کو بدل کر اپنے مزاج کے موافق بنا لیتی ہے اس کے بعد حیوانی صورت آتی ہے جو روح ہوائی کو اپنی سواری بنا لیتی ہے اور اس میں قوت حس و ارادہ پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ مفید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیز کے لئے کوشاں اور مضر چیز سے متنفر ہو جاتی ہے اس کے بعد انسانی صورت آتی ہے جو اس نسمہ یعنی روح کو (جو بدن میں تصرف کرجاتی ہے) اپنی سواری بنا لیتی ہے اور اخلاق و ملکات کی طرف خصوصی توجہ دیتی ہے لہذا وہ اپنے اس مقصد کے زیر نظر ان ملکات و اخلاقی قوتوں کو اجاگر کرتی اور ان کے نظام میں عمدگی پیدا کر کے ایک ضابطہ میں لے آتی ہے اور اپنی کو عالم بالا سے حاصل ہونے والی تمام چیزوں کی جلوہ گاہ بنا دیتی ہے۔

یہ ضروری ہے کہ ہر صورت کے لئے مادہ بھی ہو جیسے موم میں بنی ہوئی صورت، انسانی کو موم کی ضرورت ہوتی ہے لہذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نفس انسانی (نفس ناطقہ) موت کے بعد مادہ سے بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے وہ غلط کہتا ہے، بات یہ ہے کہ نفس انسانی کے دو مادے ہوتے ہیں ان میں سے ایک اصلی ہوتا ہے جسے نسمہ یا روح ہوائی کہتے ہیں، اور دوسرا عارضی ہوتا ہے جسے جسم ارضی کہتے ہیں۔ بس جب انسان مرجاتا ہے تو مادہ ارضی کے چھوٹ جانے سے اس کے نفس ناطقہ کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ وہ نسمہ (روح ہوائی کے ساتھ جڑا رہتا ہے جیسے کاتب کے ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی اس کے پاس کتابت کا ملکہ بدستور رہتا ہے، اسی طرح نفس روح انسانی بغیر مادہ ارضی کے صرف نسمہ سے وابستہ رہتی ہے۔

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا جسم ارضی گل سڑ کر ختم ہو جاتا ہے لیکن اس کا نفس ناطقہ (روح) نسمہ (روح ہوائی) کے ساتھ متعلق رہتا ہے اور وہ اپنی اندر کی خاصیتوں کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور جس قدر افعال اس سے سرزد ہوتے تھے۔ محض دنیاوی زندگی کی ضرورتوں کی وجہ سے وہ سب علیحدہ ہو جاتے ہیں اور صرف وہ افعال رہ جاتے ہیں جن کو اس نے اپنے جوہر اصلی میں محفوظ کر رکھا تھا۔ اس وقت ملکیت غالب اور بہیمیت مغلوب ہو جاتی ہے اور پھر جب عالم بالا سے اس کے دل میں حظیرۃ القدس کا اور ان اعمال کا علم و یقین ڈالا جاتا ہے جو وہاں اس کے لئے محفوظ رکھے جاتے تھے تو اس وقت اس کی ملکیت یا تو رنج و درد و تکلیف اٹھاتی ہے یا راحت و آرام حاصل کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۶

عالم برزخ میں لوگوں کے احوال

عالم برزخ میں لوگوں کے مختلف احوال و درجات ہوتے ہیں لیکن ان کی چار بڑی قسمیں ہیں اول قسم کے لوگ بیدار طبع ہوتے ہیں ان کو آرام و ثواب اور تکلیف و عذاب محض مناسب اور مخالف ہیئات و کیفیات ہی سے دیا جاتا ہے۔ قسم دوم کے لوگ بھی انہی کے قریب ہوتے ہیں لیکن بہ طبعی نیند والے ہوتے ہیں (خواب کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آگے وہ چیزیں حاضر ہو جاتی ہیں جو ہماری حس مشترک میں جمع ہو جاتی ہیں مگر حالت بیداری ان کی طرف خیال کرنے اور توجہ دینے سے مانع ہوتی ہے اور یہی بات دل میں جائے رکھتی ہے کہ یہ چیزیں محض خیالات ہیں لیکن جب ہم سو جاتے ہیں تو ان کو بعینہٖ وہی چیزیں پاتے ہیں۔

چنانچہ عالم برزخ میں عذاب و ثواب میں مبتلا ہونا گویا خواب میں مبتلا ہونا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ ایسا خواب ہوتا ہے جس سے انسان قیامت تک بیدار نہیں ہوتا۔ خواب والا شخص دوران خواب نہیں جانتا کہ جو چیزیں وہ دیکھ رہا ہے وہ صرف خیالی ہیں بلکہ وہ ان کو حالت اصلی جانتا ہے اور اگر وہ ہمیشہ خواب میں رہتا اور قیامت تک بیدار نہ ہوتا تو ناصلی حالت نہ ہونے کا یہ راز اسے کبھی معلوم نہ ہوتا۔ لہذا عالم برزخ کو عالم خارجی کہنا عالم خواب کہنے سے زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

قسم سوم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی قوت بہیمیہ اور ملکیہ دونوں ضعیف ہوتی ہیں ایسے لوگ مرنے کے بعد عالم برزخ میں ملائک سافلہ (نچلے درجہ کے فرشتوں) میں جا ملتے ہیں کیوں کہ انسان اپنی دنیاوی زندگی میں اس قدر مصروف رہتا ہے لیکن اس کا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان اور کشش ہوتی ہے لیکن مرنے کے بعد وہ اپنی اصل حالت میں آجاتا ہے اور پھر ملائکہ میں مل کر انہی کا ہو جاتا ہے اور ان کے سے الہامات اس کو ہونے لگتے ہیں اور ویسے ہی کام کرنے لگتا ہے جیسے حدیث میں ہے آنحضرت صلعم نے جنت میں جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ کی صورت میں دو پروں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ اس تیسری قسم کے لوگ جنت میں بھی اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی خواہش پر انہیں نورانی جسم عطا کر دیئے جاتے ہیں اور کھانے پینے کی خواہش کبھی کریں تو پوری کر دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے ان کے مقابل لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے جو شیاطین سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں یا تو ان کا مزاج ہی خاص ہوتا ہے یا انہوں نے کمینی عادتوں اور فاسد خیالات کا جامہ اوڑھ لیا ہوتا ہے اور انہیں خدا کی ناراضگی ولعنت گھیر لیتی ہے اور مرنے کے بعد شیاطین سے جا ملتے ہیں۔

قسم چہارم ان اہل اصطلاح (صاحب مصالحت لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کی قوت بہیمیہ غالب اور قوت ملکیہ مغلوب ہوتی ہے مرنے کے بعد ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسم سے بالکل ہی منقطع نہیں ہو جاتا۔ بلکہ تدبیری تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور خیالی تعلق باقی رہتا ہے۔ ان کو مرنے کے بعد بالکل وہی صورت پیش آتی ہے جو اہل ریاضت کو پیش آتی ہے اگر انہوں نے اعمال ملکیہ کئے ہوتے ہیں تو ان کے اعمال کی درستگی کا علم ان کو حسین و جمیل فرشتوں کی صورت میں دکھایا جاتا ہے اور ان کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جہاں سے خوشبودار ہوائیں آنے لگتی ہیں اور اگر انہوں نے برے اعمال کئے ہوتے ہیں ان کے اعمال کی نادرستگی کا علم انہیں بدصورت فرشتوں کی شکل سے نظر آتا ہے۔

عالم برزخ میں ایسے فرشتے ہوتے ہیں جن کو وہاں آنے والے لوگوں کو تکلیف و عذاب یا راحت و ثواب پہنچانے پر مامور کیا گیا ہوتا ہے جنہیں اہل عذاب و ثواب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ عالم قبر یا عالم برزخ کوئی علیحدہ نیا عالم نہیں ہے بلکہ اسی عالم کا تتمہ ہے۔

باب ۱۷

واقعاتِ حشر کے اسرار و رموز

واضح ہو کہ عالم مثال میں انسانی روحوں کا ایک مربع اور مقام ہے جس کی طرف یہ روحیں خود بخود کھنچی جاتی ہیں یہ مقام حظیرۃ القدس کہلاتا ہے اور اسی جگہ تمام روحیں بدنوں سے علیحدہ ہونے کے بعد روح اعظم سے جا ملتی ہیں اور یہ روح اعظم عالم مثال یا عالم ذکر میں صورت نوع انسانی کی شکل یا تصویر ہوتی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں وہ احکام جو انفرادی خصوصیت سے پیدا ہوتے ہیں فنا ہو جاتے ہیں اور وہ باتیں جو نوع سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتی ہیں یا ان میں نوعی حالت غالب ہوتی ہے۔

تمام انسانوں میں بعض باتیں ایسی ہیں جن میں سب شریک ہیں انہیں فطرت یا احکام نوع کہتے ہیں اور بعض باتیں ایسی ہیں جو کسی میں پائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں۔ انہیں انفرادی خصوصیات کہتے ہیں۔

پھر ہر نوع کے احکام مخصوصہ کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک تو ظاہری ہوتی ہے جیسے شکل، رنگ، قد و قامت وغیرہ۔ دوسری قسم باطنی احکام کی ہوتی ہے جیسے قوت ادراک۔ معاش کے لئے ہدایات حاصل کرنا اور اپنے مقصد میں مستعد ہونا اور ہر نوع کا ایک جداگانہ طریق ہوتا ہے۔ شہد کی مکھی، چڑیا وغیرہ کے انداز زندگی سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ افراد کی سعادت اسی میں ہے کہ ان میں نوع کے احکام پورے طور پہ پائے جائیں۔

انسانی روحیں نوعی حیثیت سے حظیرۃ القدس کی طرف کبھی تو بصیرت اور ہمت کھینچ کر جاتی ہیں اور کبھی اس لئے کہ ثواب و عذاب رہنے کے لئے وہاں اس کے آثار متشکل ہو چکے ہوتے ہیں بعض دفعہ ایسی چیزیں جو خارج میں پائی جاتی ہیں۔ مناسب معنوی اجسام میں متشکل ہو کر عالم بیداری میں اس طرح پیش ہوتی ہیں۔ جیسے عالم خواب میں۔ جیسے حضرت داؤد کے سامنے دو فرشتوں کا مدعی اور مدعیٰ علیہ کی صورت میں پیش ہونا یا جیسے معراج کی شب آنحضرت صلعم کے روبرو فطرت نفسانی کو بصورت پیالہ دودھ اور شہوت نفسانی کو بصورت پیالہ شراب پیش کیا گیا۔

واضح رہے کہ عام لوگوں کے نفوس ناطقہ (روح الٰہی) کا نسمہ (روح حیوانی یا ہوائی) سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ عالم مثال کے علوم بعیدہ کو سمجھنے کی کم اہلیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں بصیرت پیدا کرنے کے لئے حشر کے کچھ واقعات ظہور پذیر ہوں گے جیسے پل صراط سے گزارنا یا ان کے ہاتھ پاؤں کا کلام کرنا۔

اور وہاں حشر میں بہت سے ایسے امور بھی متشکل ہوں گے جن کو سب لوگ برابر دیکھیں گے جیسے آنحضرت صلعم کی نبوت عامہ کی ہدایت حوض کوثر کی شکل میں اور نفوس انسانی کے محفوظ شدہ اعمال ترازو کی صورت میں ظاہر ہوں گے نیز نفوس کو نوعی تقاضے کے موافق خواہشات اور شہوات ہوں گی اور ان کے مطابق نعمت الٰہی متشکل ہو گی جیسے جعفر بن ابی طالب کی پسند کے مطابق گندم گوں اور سرخ لب لڑکی کا جنت میں پیدا کیا جانا ہے۔ اور ان سب چیزوں کے بعد مشک کے ٹیلوں پہ چڑھ کر خدا تعالیٰ کے دیدار کی تجلیات سے فیضیاب ہوں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبحث سوم

تدبیرات نافعہ کا بیان

باب ۱۸

تدبیرات نافعہ کے حصول کی کیفیّت

ہر انسان حوائج ضروریہ کے پورا کرنے میں اپنے ہم جنسوں کے مشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے طبعی الہام کیا ہے کہ وہ اپنی حاجات کو رفع کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرے البتہ اگر کوئی فطری طور پر ہی ناقص الخلقت ہو تو اس کی بات علیحدہ ہے شہد کی مکھیوں کو جیسے الہام کیا کہ وہ درختوں کے پھل کھائیں اور ہم جنسوں کے رہنے کے لیئے چھتے بنائیں اور اپنی سردار مکھی کی اطاعت کریں اور شہد بنائیں علیٰ ہذا القیاس۔ غرض اسی طرح ہر نوع کے لئے جداگانہ طور طریقہ کا الہام کیا گیا۔ اسی طرح انسان کو بھی الہام ہوا لیکن اس کو اس کے علاوہ تین باتیں بھی دی گئیں جن کی وجہ سے وہ عام دیگر انواع پر فوقیت لے گیا۔ اوّل رائے کلی کے موافق کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ دوم۔ وہ ان حاجات کو پورا کرنے میں عمدگی اور لطافت بھی چاہتا ہے چنانچہ وہ صرف حاجت براری پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ حسین بیوی۔ لذیذ کھانے۔ عمدہ لباس اور عالی شان مکان وغیرہ بھی پسند کرتا ہے۔ سوم یہ ہے کہ نوع انسانی میں عمدہ تدابیر سوچنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بعض لوگ صرف دوسروں کے متعین کردہ راستے پر ہی چلنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور عقلمندوں کی پیروی کے سبب وہ بھی حاجات کو رفع کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں اس طرح طرح طرح نئی نئی راہیں کھلتی آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ الہامات ضروریہ معاشیہ تینوں اقسام کے سانس اور نبض کی مانند ہیں کہ دونوں کا اصل وجود نہایت ضروری ہے باوجودیکہ چھوٹے اور بڑے سانس لینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اختیار ہے۔

چونکہ یہ تینوں باتیں انسانوں میں برابر درجہ کی نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے تدابیر کی دو حدیں مقرر ہوئیں حد اول یعنی تدابیر کا کم سے کم درجہ جس میں جنگلوں اور مہذب بستیوں میں رہنے والے لوگ سب برابر ہیں اسے ارتفاق اول کہتے ہیں۔

حد دوم۔ یعنی وہ اعلیٰ درجہ جس میں شہروں اور آبادبستیوں کے لوگ شریک ہیں، جہاں حکماء اور عمدہ اخلاق کے لوگ پیدا ہوتے ہیں اس حد کی طرف اعلیٰ وہ ہے جس کو بادشاہ عمل میں لاتے ہیں اس کو ہم ارتفاق دوم کہتے ہیں جب یہ ارتفاق پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے تو ارتفاق سوم پیدا ہو جاتا ہے یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب لوگ بخیل۔ حاسد ہو جاتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے بڑھ جاتے ہیں۔ بری خواہشات اور لوٹ مار کو اپنا لیتے ہیں اور پھر اجتماعی فائدہ کے لئے یہ لوگ گروہ بنا کر کسی کو اپنا سردار مقرر کر لیتے ہیں جو ان کے جھگڑوں کو نپٹائے اس تیسرے ارتفاق سے ارتفاق چہارم پیدا ہوتا ہے۔ جب ہر رئیس اپنے شہر کا خود مختار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر طرف سے مال آکر جمع ہونے لگتا ہے وہ حق تلفی کرتا ہے۔ حرص و بخل کی وجہ سے لڑائی و فساد شروع ہو جاتا ہے اور پھر انہیں ایک خلیفہ مقرر کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یعنی ایسا شخص جس کا ان پر تسلط ہمہ گیر ہو اور کثیر جماعتیں اور کثیر اموال کے خرچ کے بغیر کوئی اس سے تعرض نہ کر سکتا ہو ایسا شخص زمانہ دراز کے بعد کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے۔۔ اب ہم ان تدابیر اور اصول کو پسندیدہ حالت میں بیان کریں گے۔

باب ۱۹

ارتفاق اوّل کا بیان

اس میں پہلی بات تو لغت (زبان) ہے جس کے ذریعہ انسان دلی امور کو بیان کرتا ہے اور اس بارے میں اصل افعال ہیئت اور اجسام ہیں جن کا کسی نہ کسی آواز سے تعلق ہوتا ہے پس ہو بہو اس آواز کو لغت کے ذریعے نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اس لغت سے باعتبار معانی بہت سے صیغے بنائے جاتے ہیں۔ پھر تشبیہ، مجاز یا نقل کی وجہ سے اور بھی وسعت دی جاتی ہے اس بارے میں دیگر قواعد میں کھیتی باڑی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کنویں بنانا۔ سامان خورد و نوش کی تیاری۔ برتن وغیرہ۔ چوپایوں کو قابو میں لا کر ان سے استفادہ کرنا۔ جائے سکونت کا مہیا کرنا جو موسموں کی شدت سے محفوظ رکھے نیز لباس کا تیار کرنا اور کسی عورت سے نکاح کرنا تاکہ پیدائش نسل۔ خانہ داری اور پرورش اولاد میں اس سے کام لے۔ رزق حاصل کرنے کے لئے ضروری آلات کا مہیا کرنا۔ اشیاء کا تبادلہ اور دوسرے معاملات لین دین کا سیکھنا اور ایک سردار کا پیدا ہونا۔ کسی پختہ طور طریقہ یا قانون کا ہونا جو زیادتی کرنے والوں سے بازپرس کر سکے۔ بعض سردار آرام طلب اور عیش پرست ہوتے ہیں اور بعض بہادر اور دانا اور بعض عزت و شہرت کے طلب گار۔

باب ۲۰

آداب معاش کا فن

آداب معاش کا مطلب یہ ہے کہ ارتفاق اول کو صحیح تجربہ کے موافق کرنا چاہیئے۔ نفع رساں صورتوں کو اختیار کر کے اخلاق حمیدہ کے مطابق کرنا چاہیئے نیز حسن صحبت اور باہمی شارکت اور درانے گی سے پیدا ہونے والے مقاصد کے موافق کرنا چاہیئے اس فن کے بڑے مسائل یہ ہیں کھانے پینے۔ چلنے بیٹھنے۔ سفر۔ قضائے حاجت۔ جماع۔ لباس۔ مکان۔ پاکیزگی۔ زینت اور باہمی بات چیت کے آداب۔ علاج۔ نکاح۔ ولادت۔ مریضوں کی عیادت۔ مصائب کے وقت۔ ماتم۔ میت کے دفن وغیرہ کے آداب۔ کھانا اچھا اور صاف ستھرے برتنوں میں کھانا چاہیئے۔ بدن لباس اور مکان ہر قسم کی نجاستوں سے پاک ہونا چاہیئے شادی شدہ عورت کو مزین رہنا چاہیئے۔ لباس زینت ہے اور برہنگی عیب۔ کلام بھی شیریں اور شستہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۱

خانگی تدابیر کا بیان

اس علم میں اتفاق ثانی پر اس تعلق کے تحفظ سے بحث کی جاتی ہے جو ایک مکان کے رہنے والوں میں ہوا کرتا ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ ازدواج۔ ولادت۔ مالک ہونا اور باہمی محبت۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حاجت جماع نے مرد و عورت کے درمیان تعلق کو پیدا کیا نیز عورت کی زندگی مرد کے بغیر ناتمام تھی۔ غیر محارم سے لوگوں کے مجمع میں نکاح۔ مہر۔ کفو کی رعایت۔ ولیمہ۔ مردوں کا عورتوں کی سرپرستی کرنا اور معاش کا کفیل ہونا عورتوں کے ذمہ خانگی امور اور اولاد کی پرورش، ایک لازمی طریقہ اور امر مسلم بن گیا۔ آپس میں ناموافقت کی صورت میں طلاق اور عدت کی پابندی وغیرہ کا لحاظ ضروری قرار دیا گیا۔

اس طرح خاوند کی وفات کے بعد عدت کا لحاظ رکھا گیا تاکہ نکاح کی تعظیم باقی رہے اور کسی قدر معاہدہ مصاحبت کی وفاداری ہو جانے اور انساب کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ بھی باقی نہ رہے۔ اولاد کو اپنے والدین کی طرف حاجت اور ان کی شفقت اولاد کی صحیح تربیت کا باعث بنی اور والدین کی اطاعت بھی ان کی عمر اور تجربہ وغیرہ کے باعث لازم ہو گئی نیز چونکہ استعداد سب لوگوں کی برابر نہیں ہوتی اس لئے ان میں سے کوئی سردار بن گیا اور کچھ لوگ اس کے تابع ہو گئے تاکہ وہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں اور پھر ان کے لئے ایک قانون کی ضرورت پڑی جس کی پابندی سے معاشرہ کے معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ اور بیماری، قرض۔ حاجات اور دیگر ضرورتوں نے لوگوں کو آپس میں میل جول رکھنے پر آمادہ کیا۔ پھر اس قسم کے تعلقات، ان لوگوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں جو آپس میں رشتہ دار ہوں کیونکہ ان کی دوستی اور محبت ایک قدرتی امر ہے۔ اس وجہ سے صلہ رحمی کا تعلق زیادہ مضبوط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۲

معاملات کے فن کا بیان

یہ وہ علم ہے جس میں ارتفاق ثانی کے طور پر مبادلہ۔ معاونت اور کسب کے احوال سے بحث کی جاتی ہے جب انسان کی ضروریات بہت زیادہ ہوگئیں تو ہر آدمی کے لئے تنہا ان کی انجام دہی مشکل ہوگئی لہذا اشیاء ضرورت کے مبادلہ پر مجبور ہوگیا۔ جب ایک مسلّم قانون بن گیا۔ چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے ایک شخص دوسرے سے گندم لیتا لیکن اس کے معاوضہ میں وہ گھی دینا چاہتا ہے۔ لیکن گندم کے مالک کو گھی کی ضرورت نہ ہوتی لہذا بالآخر فیصلہ ہوا کہ معدنی جوہروں کو جو مدت طویل تک باقی رہتے ہیں اشیاء کی قیمت کے طور پر مقرر کیا جائے۔ چنانچہ سونا اور چاندی اپنے کم حجم۔ زیادت قیمت اور زینت کی بنا پر آہستہ آہستہ سکہ قرار پائے۔ آہستہ آہستہ زراعت کے علاوہ پارچہ بافی۔ معماری۔ دست کاریاں۔ تجارت اور دیگر پیشے رائج ہوگئے اور ہر شخص کسی خاص پیشہ سے منسلک ہوگیا۔ پھر جن لوگوں کو کوئی مفید پیشہ نہیں آتا تھا وہ چور۔ ٹھگ۔ جیب تراش۔ ڈاکو۔ سمگلر وغیرہ بن گئے۔

مبادلہ کبھی چیز کا چیز کے ساتھ ہوتا تھا جسے بیع کہتے ہیں اور کبھی محنت کے عوض سکہ وغیرہ حاصل کیا جاتا اسے اُجرت کہتے ہیں پھر مزارعت مضاربت اجارہ۔ شرکت اور وکالت کی صورتیں پیدا ہوئیں قرض کا لین دین بھی شروع ہوگیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۳

شہری سیاست کا بیان

اس علم میں اہلِ شہر کے تعلقات کے حفظان کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور اہلِ شہر سے مراد وہ جماعت ہے جو مساوی الحال ہو۔ جن میں باہمی معاملات ہوں اور وہ جدا جدا مکانوں میں رہائش رکھتے ہوں۔ شہر میں چونکہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو بغیر کسی منصب کے ایک دوسرے کی روک ٹوک نہیں کر سکتے لہذا ایک صاحب اقتدار شخص کا تعین ضروری ہوا جو پورے شہر کا انتظام کر سکے اور قانون عادلہ پر عمل کرا سکے تاکہ اہل شہر میں سے خرابیوں کو دور کیا جا سکے مثلاً نفسانی خواہشات کا اتباع۔ دشمنی۔ حسد۔ قتل۔ آبرو ریزی۔ سحر۔ زہر خورانی نفاق کا بیج بونا۔ لواطت جلق۔ چارپایوں سے مجامعت۔ مرد کا زنانہ روش اور عورت کا مردانہ روش اختیار کرنا۔ کسی عورت کی خاطر دشمنی۔ شراب پینا۔ قمار بازی۔ سود در سود۔ رشوت۔ پیمانہ اور ناپ تول میں کمی۔ ذخیرہ اندوزی۔ سمگلنگ وغیرہ ہیں۔ پس ایسی حالت میں شہادت۔ حلف۔ دستاویزات اور قرائن مال وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان خرابیوں میں سے حملہ آور درندوں کا اور موذی حشرات الارض کا پھیلنا بھی شامل ہے۔ رفاہ عامہ کے کام جن میں سب لوگوں کا مفاد ہو از قسم شہر پناہیں (فصیلیں) سرائیں۔ قلعہ جات، سرحدیں، پُل۔ کنوئیں، چشمے وغیرہ کی تعمیر بھی شہری سیاست کے لوازمات میں سے ہیں۔

بیت المال سے ناجائز انعام واکرام اور اہل حرفت پر بھاری ٹیکس شہروں کی ویرانی کا سبب بنتے ہیں جبکہ نرم ٹیکس لگانے سے شہروں کی اصلاح ہوتی ہے اور آبادی بڑھتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۴

بادشاہوں کی سیرت کا بیان

بادشاہ میں پسندیدہ اخلاق کا پایا جانا ضروری ہے۔ اسے بہادر، بُردبار، صاحب حکمت، شریف خاندانی اور مصالح ملکی کی پاسبانی کرنے والا عاقل بالغ آزاد مرد ہو۔ بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کے دلوں میں وقار پیدا کرے۔ اسے فیاض اور سب کا بھلا چاہنے والا ہونا چاہیئے نیز یہ کہ ظالم سے حسب مصلحت درگزر کرے اس کا سلوک ایسا ہونا چاہیئے جیسا صیاد کا شکار سے ہوتا ہے اگر بادشاہ سے کوئی کوتاہی بھی ہو جائے تو لطف واحسان سے اس کا تدارک کرے تاہم سرکشوں سے انتقام لینا بھی ضروری ہے، مخلص اور دیانت دار لوگوں افسروں کی قدردانی کرے اور اطاعت سے رُوگردانی کرنے والوں کی تنخواہ اور رتبہ میں کمی کرے۔ لوگوں کو تنگ نہ کرے کسی کو سزا دینے سے قبل ارباب شوریٰ پر سزا پانے والے کا استحقاق ثابت کرے نیز اسے صاحب فراست ہونا چاہیئے اور اس میں آج کا کام کل پر چھوڑنے کی عادت نہ ہو۔

باب ۲۵

اعوان و انصار کی سیاست کا بیان

بادشاہ کے پاس ہر کام کے معاونوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو دیانت دار لائق ہوں۔ بادشاہ کے خیرخواہ ہوں۔ بادشاہ اپنے قرابت داروں یا ایسے لوگوں کو معاون نہ بنائے جن کا معزول کرنا دشوار یا نازیبا ہو۔ مخلصین کی تمیز کرے کہ کس کی دوستی خوف کی بنا پر ہے۔ کس کی لالچ کی بنا پر اور کون دل وجان سے اس کا مخلص ہے۔ معاونوں میں بعض محافظ ہونے چاہئیں۔ بعض مدبر اور کچھ مشیر۔ محاصل یعنی ٹیکس صرف خوشحال لوگوں سے لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اگر مزید ضرورت ہو تو پیشہ ور لوگوں سے وصول کرے بادشاہ کا یہ فرض بھی ہے کہ لشکروں کی سیاست اس طرح کرے جیسے ایک ماہر شاہسوار گھوڑے کی راستی کرتا ہے۔

بادشاہ کے اصل معاون پانچ ہونے چاہئیں۔ قاضی۔ امیر لشکر۔ کوتوال شہر۔ تحصیل دار۔ وکیل جو بادشاہ کے معاشی امور کا متکفل ہو کیوں کہ بادشاہ امورِ ملکی کی وجہ سے اپنی اصلاحِ معاش کی طرف توجہ نہیں کر سکتا ہے۔

باب ۲۶

ارتفاق رابع کا بیان

یہ وہ علم ہے جس میں شہروں کے حکام و سلاطین کی سیاست پر بحث ہوتی ہے اور مختلف اقالیم کے باشندوں کے مابین جو تعلقات ہوتے ہیں انہیں مضبوط بنانے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جب ہر رئیس اپنے شہر کا مستقل مالک ہو جاتا ہے اور اموال آنے لگتے ہیں تو یہ لوگ اختلاف مزاج کی وجہ سے قانون عدل چھوڑ دیتے ہیں۔ باہمی حسد و رقابت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور باہم جنگ و جدل میں لگ جاتے ہیں ایسے وقت میں خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے جو اپنی طاقت، نیکی اور قوت کی بدولت ان بادشاہوں سے فائق ہو اس کی سیرت کی وجہ سے سرکش لوگ اس کے فرمانبردار اور بادشاہ اس کے مطیع ہو جاتے ہیں اور امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے۔

خلیفہ کو بدکار، درندہ صفت اور عوام الناس کے ساتھ غنڈہ گردی کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنی پڑتی ہے قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ (ان سے یہاں تک لڑو کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے) خلیفہ کو ان اسباب سے واقف ہونا چاہیئے۔ جو جنگ و صلح کی مقتضی ہوں۔ اسے پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ مقابلہ سے مقصد کیا ہے۔ کسی ظلم کا دفع کرنا۔ درندہ صفت لوگوں کو ہلاک کرنا۔ مفسد لوگوں کے سرداروں کو مطیع یا نیست و نابود کرنا یا رعیت کا ان سے رُخ پھیرنا۔ لیکن یہ مناسب نہ ہو گا کہ خلیفہ کسی غرض کو حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مشکل امر میں پھنس جائے۔ خلیفہ کو لازم ہے کہ قوم کی دلجوئی کرے۔ نفع رسانی کو اپنا شیوہ بنائے، کسی پر حد سے زیادہ اعتماد نہ کرے۔ سرداروں اور دانشمندوں کی عزت کرے، ماتحت بادشاہوں کی جماعت کو متفرق رکھے تاکہ وہ کمزور اور خائف رہیں اور اپنے منصوبے تکمیل کو نہ پہنچا سکیں اور اگر پھر بھی ان سے بغاوت وغیرہ کا خطرہ ہو تو ان پر گراں گراں خراج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جزیہ مقرر کر دے نیز خلیفہ کو بیدار مغز ہونا چاہیے اگر کسی کو خلافت کا خواہاں دیکھے تو فوراً اس کی شرکت کو زائل کر دے۔

باب ۲۷

اصول ارتفاقات پر لوگوں کے اتفاق کا بیان

ہر شہر اور ہر قوم اصول تدابیر سے آگاہ رہی ہے اور یہ اصول مسلم ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو لوگ برا سمجھتے رہے ہیں، اگرچہ فروعات میں اختلاف ہوتا رہا ہے مثلاً مردوں کی عفونت دور کرنے اور ان کا ستر چھپانے میں سب کا اتفاق ہے البتہ بعض اسے دفن کرتے ہیں۔ کوئی قوم انہیں جلاتی ہے۔ اس طرح سب لوگ نکاح کی شہرت پر متفق ہیں لیکن بعض نے ایجاب و قبول اور ولیمہ کو پسند کیا اور بعض نے دف بجا کر یا خاص لباس پہنا کر اس نکاح کی شہرت کو مناسب سمجھا، چوری میں بھی سزا کو ہر قوم نے ضروری سمجھا اگرچہ سزا کی نوعیت میں ہمیشہ اختلاف رہا۔

البتہ ان اصولوں کی دو گروہوں نے مخالفت کی، ایک گروہ احمق لوگوں کا ہے۔ دوسرا فریق فاسق اشخاص پر مشتمل ہے۔ اگر ان لوگوں کے دلوں سے بھی جہالت، اور فسق و فجور کو نکال دیا جائے تو یہ بھی ان تدابیر اور اصولوں کے معتقد بن جاتے ہیں جن پر مختلف مذہبوں، قوموں اور ملکوں کے لوگ اپنے مختلف مزاجوں کے باوجود عمل پیرا اور متفق ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصول فطرت سلیمہ پر مبنی ہیں کیوں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں پیدا ہو تو اسے بھی بھوک پیاس اور رغبت عورت ہو گی اور اگر عورت بھی مل جائے تو اولاد پیدا ہونے کے بعد پھر وہ بھی انہی اصولوں پر جو بالکل فطرتی ہیں چلیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۸

لوگوں کی باہمی رسوم کا بیان

رسوم کو تدابیر سے وہی نسبت ہے جو دل کو بدن انسانی سے ہے اور مذاہب کا مقصود اوّل بھی یہی رسوم ہیں۔ ان رسوم کو پیدا کرنے والے چند اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ حکماء کا ان رسوم کا مستنبط کرنا۔

۲۔ جو لوگ نور ملکی سے موئید ہیں ان کے دلوں میں الہام ہونا ان رسوم کے پھیلنے کے بھی چند اسباب ہوتے ہیں کسی بادشاہ یا سلیم الرائے شخص کا اس رسم کو اختیار کر لینا نیز رسوم مروجہ کا صحیح ہونا بھی ان کے پھیلنے کا موجب بنتا ہے جیسے نکاح وغیرہ کے رسوم۔ لیکن بعض اوقات ان رسوم میں بری رسوم بھی داخل ہو جاتی ہیں جیسے رہزنی اور غصب لواطت۔ سود خوری۔ ناپ تول میں کمی وغیرہ یا تفریح طبع کے اسباب جیسے گانا بجانا۔ شطرنج۔ شکار، کبوتر بازی وغیرہ۔

کامل العقل لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بری رسوم کو روکنے کی پوری کوشش کریں اس کے باوجود اگر کچھ لوگ بری رسوم سے چمٹے رہیں تو ان کے لئے وہ خود جواب دہ ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبحث چہارم

سعادت کا بیان

باب ۲۹

سعادت کی حقیقت کا بیان

واضح ہو کہ انسان کے کچھ کمالات باقتضائے صورت نوعی ہوتے ہیں اور کچھ باقتضائے صورت جنس انسانی سعادت نوعی کمالات کے زمرہ میں آتی ہے انسان کی مدح بعض اوقات ان صفات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس میں معدنی اجسام شریک ہوتے ہیں جیسے طویل اور عظیم القامت ہونا کہ یہ صفت پہاڑوں میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور کبھی ایسی صفات کی وجہ سے ہوتی ہے جس میں نباتات شریک ہوں جیسے عمدہ نقش ونگار اور تازہ تازہ صورتیں پس اگر یہی سعادت ہے تو گل لالہ اور گلاب کو کامل سعادت حاصل ہے اور کبھی ایسی صفات کی وجہ سے مدح ہوتی ہے۔ جن میں حیوانات شریک ہیں جیسے زور آوری۔ زیادہ کھانا پینا۔ غضب وکینہ وغیرہ۔ پس اگر اس کا نام سعادت ہے تو یہ گدھے میں کامل درجہ کی پائی جاتی ہے لیکن بعض اوقات تعریف و مدح ان صفات کی وجہ سے کی جاتی ہے جو صرف انسان ہی میں پائے جاتے ہیں جیسے مہذب اخلاق۔ عمدہ تدابیر، اوصاف حمیدہ۔ بلندی رتبہ وغیرہ۔ انہیں امور کا نام سعادت انسانی ہے۔

بعض صفتیں اور صفات جو حیوانات اور پرندوں وغیرہ میں پائی جاتی ہیں وہ بالطبع سعادت شمار کی جاتی ہیں، حقیقی سعادت یہ ہے کہ قوت بہیمیہ نفس ناطقہ کی مطیع ہو اور خواہش عقل کے تابع ہو، حقیقی سعادت سے تعلق رکھنے والے امور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم میں پیدائشی طور پر نفس ناطقہ کا فیضان ہوتا ہے لیکن اس قسم سے مقصد اصلی حاصل ہونا ممکن نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے قوت بہیمیہ ملکیہ کی فرمانبردار ہو جائے اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم کے بموجب کام کرے۔

باب ۳۰

لوگوں کا سعادت میں مختلف ہونا

جس طرح لوگ صفات مثلاً شجاعت میں مختلف ہیں اس طرح لوگ اس حالت پر بھی مختلف ہیں جس پر ان کی سعادت کا دارومدار ہے۔ بعض ایسے ہیں جن میں سعادت کی صلاحیت ہی نہیں جیسے وہ لڑکا جس کو خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا۔ بالطبع کافر تھا۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو فاقد السعادت تو ہیں لیکن ان میں اصلاح کی اُمید ہے اور بعثت انبیاء سے اوّلاً بالذات یہی لوگ مقصود ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں اخلاق اجمالاً رکھے گئے ہیں اور ان سے لغزشیں بھی ہوتی ہیں لیکن وہ تفصیلی امور میں اور اس خلق کو مناسب پیشوں کے درست کرنے میں اکثر اوقات رہبر کے محتاج ہوتے ہیں ان لوگوں کو سیاق کہتے ہیں۔ لوگوں میں انبیاء کا گروہ ایسا ہے۔ جن کو مکمل سعادت ہوتی ہے ان کو کسی رہبر وغیرہ کی ضرورت نہ ہوتی ہے بلکہ وہ طریقہ جس پر وہ اپنے فطری مقتضا سے عمل کرتے ہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے قانون اور سنت بن جاتا ہے جس پر پیروی کے لئے توفیق ایزدی کی ضرورت ہوتی ہے۔

باب ۳۱

سعادت کے حصول کے طریقے

سعادت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں ایک وہ طریقہ جس میں قوت بہیمیہ سے گویا بالکل الگ ہو جانا ہے یعنی ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں جن سے طبیعت کی تیزی رک جائے اور ان کے علوم اور حالات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شعلہ بجھ جائے اور ہمہ تن عالم جبروت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس سعادت کے طالب حکماء اشراقین اور صوفیا رہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جس میں بہیمیت کی اصلاح ہو جایا کرتی ہے اس کی کجی دور ہو جاتی ہے لیکن اس کی اصل حالت باقی رہتی ہے اور یہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ نفس ناطقہ کے افعال ہیئتیں اور اذکار وغیرہ کی قوت بہیمی ایسی ہی نقل کرتی ہے جیسے گونگا آدمی لوگوں کے اقوال کو اپنے اشاروں سے نقل کرتا ہے اور وہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو ایسے کلموں اور دردمندی سے اس کا غم ظاہر کرتی ہے کہ جو سنتا ہے اس پر بھی غم طاری ہو جاتا ہے۔

جب تدبیر الٰہی یہ ٹھہری کہ عالم کی تدابیر میں آسان طریقہ اختیار کیا جائے اور جملہ افراد کے امور کی اصلاح پر توجہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے طریقہ ثانیہ کے قائم کرنے اس کی طرف دعوت دینے اور آمادہ کرنے کے لئے رسولوں کو دنیا میں بھیجا اور پہلے طریقہ کی طرف صرف ضروری اشارات اور ضمنی اظہارات سے رہبری کی۔

باب ۳۲

وہ اصول جو طریقہ ثانیہ کی تحصیل کا مرجع ہیں

دوسری قسم کی سعادت کے حصول کے بے شمار طریقے ہیں لیکن ان کی انتہا چار خصلتوں پر ہے اور انہی کی وجہ سے انسان ملاء اعلیٰ سے ملنے اور ان کی جماعت میں شامل ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ انبیاء انہی باتوں کی تعلیم اور ترغیب کے لئے بھیجے گئے ان میں سے ایک وصف طہارت ہے کیوں کہ گندگی دل میں غم اور طبیعت میں گھٹن پیدا کرتی ہے جبکہ غسل اور طہارت دل میں سرور اور کشادگی پیدا کرتی ہے۔ حالت گندگی کو حدث اور حالت پاکیزگی کو طہارت کہا جاتا ہے۔ طہارت کمالات حاصل کرنے میں نفس کو خوب مدد دیتی ہے اور اس سے فرشتوں کے الہامات قبول کرنے میں مدد ملتی ہے اور بڑی مبارک اور معظم چیزیں دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔

دوسری صفت خدا کے حضور عاجزی کرنا ہے۔ عاجزی کے دوران انسان اپنا میلان عالم قدس کی جانب پاتا ہے اس سے معرفت خداوندی انسان کے دل پر نقش کرتی ہے۔

تیسری صفت سماحت یعنی جوانمردی اور سخاوت ہے یعنی نفس قوت بہیمی کی خواہشوں کی اطاعت نہ کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی آلائش اس پر اثر نہ کرے۔ وہ خواہشات نفسانی کو جائز حد تک پورا کرتا ہے اس کے بعد ان سے ایسے جدا ہو جاتا ہے جیسے کبھی ان میں مصروف ہی نہ ہوا تھا اور اگر وہ شخص حریص ہے تو ان باتوں کے نقوش اس کے دل میں جمع رہتے ہیں۔ جیسے کسی شخص کا قیمتی سامان چوری ہو جاتے تو اگر سخی ہے تو پروا نہیں کرے گا اور اگر وہ تنگ دل ہے تو دیوانہ سا ہو جاتا ہے۔ سماحت کی بدولت انسان کا نفس دنیوی خواہشات سے الگ ہو جاتا ہے۔

چوتھی صفت عدالت ہے۔ یہ ایک ایسا نفسانی ملکہ ہے جس کی وجہ سے شہر اور قوم کا انتظام بسہولت قائم ہو جاتا ہے۔ جو شخص لوگوں کو منصب بعدالت کرتا ہے اور لوگوں میں نور کو پھیلاتا ہے وہ قابل رحمت ہو جاتا ہے اور جو اس کو معدوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ قابل ملامت ہوتا ہے جب انسان میں صفت عدالت آجاتی ہے تو اس میں اور فرشتوں میں اشتراک پیدا ہو جاتا ہے اور نفس میں الہام ملائکہ سے مستفیض ہونے کی صلاحیت آجاتی ہے۔

ان چاروں اوصاف کو سمجھنے سے آدمی کو خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور ان اوصاف سے جو حالت مرکب ہوتی ہے اس کو فطرت کہتے ہیں۔

باب ۳۳

ان خصائل کے حاصل کرنے اور ناقص کی تکمیل اور رذائل کی تحصیل کا بیان

ان خصائل کے حاصل کرنے کی دو تدبیریں ہیں علمی اور عملی تدبیر عملی کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ طبیعت علمی قوتوں کے تابع اور مطیع ہے۔ چنانچہ خوف خدا خواہشات نفسانی کو ختم کر دیتا ہے اور انسانی اعتقادات کو مضبوط تر کرتا ہے چنانچہ انسان کو ایسا اعتقاد رکھنا چاہیئے جو دل میں ہیبت اور نہایت تعظیم پیدا کرے ہم بتانے کے طریقے اس علمی اور اعتقادی حالت کے پیدا کرنے میں مختلف رہے ہیں۔ پس حضرت ابراہیم پر سب سے عمدہ بات یہ نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو خدا کی واضح نشانیوں۔ اس کی برتر صفات اور نفسانی

www.KitaboSunnat.com

نعمتوں کے ذریعہ سمجھائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان امور کے ساتھ ساتھ خدا کے شدائد سے بھی ڈرایا اور ان علوم بالا کے ساتھ ہمارے نبیؐ نے حوادث قبر و حشر کی خوشخبری سنائی۔ ان تینوں علوم (تذکر بآلاء اللہ۔ تذکیر بایام اللہ۔ وقائع حشریہ) کے علاوہ حلال و حرام کا علم اور کفار سے مخاصمہ کے بیان پانچ فنون بنتے ہیں جو قرآن مجید کے عمدہ علوم شمار کئے جاتے ہیں۔

تدبیر عمل سے عمدہ یہ ہے کہ انسان ایسے امور اختیار کرے جو نفس کو خصلت مطلوبہ یاد دلائیں اور نفس کو تنبیہ کرتے رہیں اور ان اوصاف کی طرف برانگیختہ کریں جیسے نفس کو غصہ پہ آمادہ کرنے کے لئے انسان مخالف کی گالیوں کو یاد کرتا ہے اور ان سے پیدا ہونے والی شرم و عار کو یاد کرتا ہے اس طرح ان اوصاف کے اسباب ہیں جن کے ذریعہ ان کو حاصل کیا جاتا ہے جیسے حدث کے اسباب سفلی باتوں کو دل میں لانا۔ عورتوں سے نفسانی رغبت پورا کرنا بول و براز وغیرہ کرنا اور طہارت کے اسباب ان چیزوں کو دور کرتا ہے۔

باب ۳۴

حجابات جو فطری امور میں مانع ہیں

بڑے حجاب تین ہیں۔

۱۔ طبیعت کا حجاب - ۲۔ رسم کا حجاب - ۳۔ نافہمی کا حجاب

انسان کی سرشت میں کھانے پینے اور جماع کی خواہش پیدا کی گئی ہے اور اس کا دل طبعی حالات، خوشی، رنج غصہ خوف وغیرہ کی سواری ہے نفس ان باتوں میں مصروف رہتا ہے اور بہت سے آدمیوں پر طبیعت کا حکم غالب ہے اور وہ تمام رسمی اور عقلی امور کو خیرباد کہہ کر ملامت سے بے خوف ہو جاتے ہیں اس حجاب کو حجاب نفس کہتے ہیں۔

جو شخص عاقل اور بیدار ہوتا ہے وہ طبعی حالات میں خاموشی پیدا کرتا ہے اور مقتضیات طبع کے علاوہ دوسرے علوم کے فیضان کے قابل ہو جاتا ہے پس جب وہ اپنی چشم بصیرت کھولتا ہے تو وہ اپنی قوم کی تدابیر، لباس، فضائل کا مطالعہ کرتا ہے جو اس کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کے حاصل کرنے میں عزم کامل اور قوی ہمت صرف کرتا ہے یہ حجاب رسم ہے اور اسے دنیا کہتے ہیں بعض لوگ اس میں غرق ہو کر آخرت کے حظ سے بالکل عاری ہوتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر وہ شخص نہایت بیدار مغز اور زیرک ہے تو دلیل عقلی یا شریعت کی پیروی سے تعین کرتا ہے کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جو نعمتیں عطا کرتا ہے کہ اس سے حاجتوں کا طالب ہوتا ہے بعض ان مرادوں کو پاتے ہیں اور بعض محروم رہ جاتے ہیں اس محرومی کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ خالق میں مخلوق کی صفات خیال کی جائیں اور دوسری یہ کہ مخلوق میں خالق کی صفات سمجھی جائیں پہلی حالت کی تشبیہ اور دوسری کو شرک کہتے ہیں۔

باب ۲۵

ان حجابوں کو دور کرنے کا بیان

حجاب طبع کی دو تدبیریں ہیں۔ ایک یہ ہے اس پر حکم کریں۔ ترغیب دلائیں اور آمادگی پیدا کریں دوسرے یہ کہ ان امور پر زد و کوب کیا جائے اور مواخذہ کیا جائے۔ پس پہلا طریقہ تو وہ ریاضات شاقہ ہیں جو بہیمی قوت کو کمزور کر دیتی ہیں جیسے قیام و صیام وغیرہ۔ بعض لوگوں نے اس میں بڑی زیادتی کی اور آلات تناسل یا اعضاء وغیرہ کاٹ ڈالے یا سکھا دیئے حالانکہ درمیانہ حالت بہت بہتر تھی۔ دوسرا طریقہ ان لوگوں کو ملامت کرنا ہے جنہوں نے طبیعت کا اتباع کر کے صحیح راستہ ترک کر دیا۔ ان کو طبیعت پر غلبہ پانے کا طریقہ بتانا چاہیئے نہ کہ ان پر سختی کی جاوے۔ لیکن بعض امور میں مارنا بھی ضروری ہے جیسے زنا اور قتل وغیرہ میں۔

حجاب رسم کی بھی دو تدبیریں ہیں ایک یہ کہ ہر کام میں ذکر الہٰی کی رعایت کی جائے۔ دوسری یہ کہ ہر قسم کی طاعت میں معرفت کی رسم بنا دیا جائے اور اس کی مخالفت کا اہتمام کیا جاتے اور اس کے ترک پر ملامت کی جائے۔ سوء معرفت کی دونوں قسمیں (تشبیہ اور شرک) دو وجوہ سے پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جو صفات ناشرعی ہیں ... ان تدبیروں سے یہ کہ سلسلہ علم کی کدورتیں اور محسوسات ... بری ہے اچھی طرح سے نہ پہچانے اس کی تدبیر یہ ہے کہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں نہ کی جاویں جو ان کے ذہنوں میں نہ آسکیں۔

سوء معرفت کو پیدا کرنے والی دوسری وجہ ناسمجھی یا سوء معرفت کی یہ ہے کہ محسوس صورتوں کا اپنے حسن و لذائذ کے ساتھ پیش نظر رہنا اور قوائے علمیہ کا ان حسی صورتوں سے پُر رہنا اور پھر دل کا ان کے تابع ہو جانا اور خدا کی جانب خالص توجہ نہ کرنا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ریاضت شاقہ کی جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبحث پنجم

نیکی اور بدی کا بیان

نیکی اور بدی کی حقیقت کا بیان

جزا اور سزا کے دلائل اور ارتفاقات کے بیان کے بعد ہم نے سعادت اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا۔ اب ہم نیکی اور بدی کا معنی بیان کرتے ہیں نیکی: وہ عمل ہے جس پر دنیا یا آخرت میں جزائے خیر دی جائے اور ہر وہ عمل ہے جو حالت اطاعت پیدا کرے اور بدی وہ عمل ہے جو شیطان کی تابعداری کی وجہ سے کیا جائے اور جس پر دنیا و آخرت میں بُری سزا دی جائے اور ہر وہ عمل ہے جو اطاعت کی مخالف ہیئت کو پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ نے نیکی کے طریقوں کو ان لوگوں کے دلوں میں الہام کیا جو ملکی نور سے مؤید ہیں اور فطری حالت ان پر غالب ہے سو وہ خود بھی ان طریقوں پر چلے اور دیگر لوگوں کو بھی ان کی تعلیم فرمائی اور پھر تمام اہل مذاہب ان اصولوں پر متفق ہو گئے۔ ان طریقوں کے شائع ہونے کے بڑے اسباب اور پختہ تدابیر ہیں جن کو ان لوگوں نے مستحکم کیا جو مؤید بالوحی ہیں اب آپ کو وہ اصول بتائے جاتے ہیں جن پر بڑی بڑی صالح جماعتیں۔ سلاطین۔ صاحب الرائے حکماء عرب و عجم۔ یہود و ہنود اور مجوس سب متفق ہیں اور ان اصول کے اسباب و فوائد بھی بیان کریں گے۔

باب ۲۶

توحید کا بیان

توحید سب نیکیوں کی جڑ ہے اس پر اللہ کے آگے عاجزی کرنا موقوف ہے جو سعادت کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے آدمی کو غیب کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ نبی صلعم نے توحید کو تمام نیکیوں کا دل قرار دیا ہے چنانچہ توحید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکے ماننے والے پر آگ دوزخ کے حرام ہونے کی خوشخبری سنائی۔

توحید کے چار مرتبے ہیں پہلا یہ کہ صفت وجوب وجود کو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دے اور اس کے سوا کوئی واجب نہ ہو دوسرا یہ کہ عرش آسمان۔ زمین اور تمام جوہروں کا خالق خدا کو ہی سمجھے۔ یہ دونوں مرتبے سب مذاہب بلکہ مشرکین کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر خدا تعالیٰ کو سمجھے۔ چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں۔ آخری دونوں مرتبے ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

ان دونوں مرتبوں میں لوگوں نے اختلاف کیا ان میں تین بڑے فریق ہیں اول نجومی جو ستاروں کو عبادت کے مستحق سمجھتے ہیں وہ انسان کی سعادت۔ بدبختی۔ تندرستی اور مرض و دیگر حالات میں ستاروں کا بڑا دخل سمجھتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے ستاروں کے نام پر مورتیاں بنا کر ان کی پرستش کی۔

دوسرا فرقہ مشرکین کا ہے وہ اس بات میں تو مسلمانوں کے متفق ہیں کہ سب بڑے کاموں کی تدبیر اللہ ہی کرتا ہے لیکن وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ باقی امور میں خدا نے نیک اور برگزیدہ بندوں کو الوہیت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ پرستش کے لائق ہو گئے بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی عبادت ان کی عبادت شامل کئے بغیر مقبول نہیں ہوتی اور وہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کے ناموں کے پتھر تراش کر ان کی عبادت شروع کر دی خدا تعالیٰ نے ان سب کو رد کیا ہے۔

تیسرا فرقہ نصاریٰ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا خدا سے خاص تعلق ہے اور وہ تمام مخلوق سے بلند ہیں اور وہ بندہ نہ ہیں پھر ان میں سے ایک گروہ نے ان کو ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) کہا کیوں کہ باپ بیٹے پر سب سے زیادہ رحم و شفقت کرتا ہے اور بعض نے ان کو اس وجہ سے خدا کہا کہ خدا تعالیٰ نے ان میں حلول کیا ہے۔ اس لئے ان سے مردوں کا زندہ کرنا پرندوں کو پیدا کرنا وغیرہ امور سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ عیسیٰ کے کلام کو کلام اللہ اور عبادت کو اللہ کی عبادت ٹھہرا دیا۔ ان کے بعد کچھ لوگ پیدا ہوئے اور اس نام (ابن اللہ) کی بنا پر حضرت عیسیٰ کو خدا کا حقیقی بیٹا تصور کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے تردید کی اور فرمایا کہ خدا کی بیوی نہیں ہے تو بیٹا کہاں سے ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۷

حقیقت شرک کا بیان

عبادت حد درجہ عاجزی کا نام ہے اور عاجزی یا تو صورت و شکل سے ظاہر ہوتی ہے جیسے کھڑا ہونا اور سجدہ کرنا یا نیت سے جیسے سجدہ سے نیت تعظیم ہو عبادت نہ ہو۔

قوت و شرف و تسخیر کے دو مرتبے ہیں۔ ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ انسان اس کو اپنی ذات اور اپنی مشابہ چیزوں میں پاتا ہے اور دوسرا مرتبہ ان چیزوں میں پاتا ہے جو حدوث اور امکان کے داغ سے پاک ہیں۔ اس طرح علم غیب کے بھی دو مرتبے ہیں ایک وہ مرتبہ جو غور و فکر۔ سرعت ذہن۔ خواب یا الہام سے معلوم کیا جائے دوسرا مرتبہ علم ذاتی ہے جس کو نہ وہ کسی دوسرے سے نہ ہی استدلال سے حاصل کرتا ہے۔ اس طرح عظمت شرف۔ قوت کے بھی دو مرتبے ہیں۔ الغرض وہ صفات جن سے مدح کی جاتی ہے۔ دو درجوں میں ہوتے ہیں، ایک وہ درجہ جو شان خداوندی کے لائق ہو اور دوسرا وہ جو انسان کی حالت کے مناسب ہو۔ چنانچہ تشبیہ اور ستاروں اور نیک بندوں کے ساتھ شرک کرنا جن سے کشف و قبولیت دعا وغیرہ خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں لوگوں میں موروثی بن گیا۔ نبی کا کام ہے کہ وہ ان دونوں درجوں کا فرق امت پر واضح کرے۔ جیسے کہ نبی کریمؐ نے ایک طبیب سے فرمایا تھا کہ تو صرف رفیق ہے۔ طبیب درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے یا جیسے فرمایا کہ سردار صرف اللہ تعالیٰ ہے بعد میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے مشتبہ الفاظ کے بیجا معنی بنا لئے جیسے محبوبیت اور شفاعت کو خدا نے تمام شریعتوں میں بندگان خاص کے لئے ثابت کیا ہے لیکن لوگ اس کے بیجا معنی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ خلاف عادت اور مکاشفات سے یہ مراد لیتے ہیں کہ علم الٰہی اور غلبہ الٰہی کی حالت اس شخص میں منتقل ہو آئی ہے۔ بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور معبودیت کا خلعت پہنا دیتا ہے اور ان کو بعض امور کا اختیار دے دیتا ہے اور ان کی پرستش کرنے والوں کے حق میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے اس مرض میں یہود نصاریٰ۔ مشرکین کے علاوہ بعض غالی اور منافق مسلمان بھی شامل ہیں۔

چونکہ شریعت کی بنیاد اس پر ہے کہ ظن کو بجائے اصل کے سمجھے اس لئے وہ محسوس امور جن میں شرک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا گمان تھا بکفر شمار کئے گئے جیسے بتوں کو سجدہ کرنا۔ ان کے لئے قربانی کرنا اور ان کے ناموں کی قسم کھانا وغیرہ۔

باب ۳۸

شرک کی اقسام

شرک یہ ہے کہ بعض بزرگوں کی نسبت کسی کا اعتقاد ہو کہ عجیب عجیب باتیں جو ان سے صادر ہوتی ہیں وہ محض ان صفات کی وجہ سے ہیں جو انسان میں نہیں ہو سکتیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہی پائی جا سکتی ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے الوہیت کا خلعت اسے پہنا دیا ہے یا اس کو فنا کر کے اپنی ذات میں ملا لیا ہے یا ایسا ہی کوئی اور بیہودہ اعتقاد رکھے۔

اب ہم وہ امور بیان کرتے ہیں جن کو خدا نے شریعت محمدیہ میں شرک کے مواقع سمجھ کر ان سے منع کر دیا مشرکین اصنام اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے تو شریعت نے غیر خدا کے سجدہ سے منع فرمایا اور سجدہ کرنے میں کسی کو شریک کرنا اس بات کو ضرور چاہتا ہے کہ تدبیر الٰہی میں بھی اس کو شریک کرے گا

چونکہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو مت پکارو" یہاں پکار کے معنی عبادت نہیں بلکہ استعانت ہے اس طرح کسی کو خدا کا بیٹا یا بیٹی بنانے سے شریعت میں سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔ مشرکین اپنے احبار اور رہبان کو خدا کے علاوہ معبود اور مطاع سمجھتے تھے اور جن کو وہ حلال کہتے اسے حلال مانتے اور جسے وہ حرام گردانتے اسے حرام سمجھتے، شریعت محمدیہ نے اس بات سے منع کیا ہے کیوں کہ تحلیل و تحریم کا معنی ملکوت میں ایک حکم نافذ کرنا ہے البتہ جب رسول کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیں تو جو شخص اس کو تسلیم نہ کرے گا وہ نبی کا منکر اور کافر ہے۔

نیز مشرکین بتوں اور ستاروں کے لئے قربانیاں دے کر ان کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے یا ذبح کے وقت ان کا نام لیتے تھے یا اپنے خاص ستاروں پر ذبح کرتے تھے اور ایسے بتوں کا کے نام پر سانڈ چھوڑ آتے تھے شریعت نے ان تمام کاموں سے منع کر دیا۔ اس طرح غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے سے بھی منع کر دیا گیا ہے نیز مشرکین بعض مواضع کو نہایت متبرک جان کر ان کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے لیکن شریعت نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی صلعم نے فرمایا کہ "تین مقامات کے علاوہ اور کسی جگہ کے لیے سواریاں نہ کسو۔ اس طرح عبدالحارث۔ عبدالعزّیٰ وغیرہ ناموں کے رکھنے سے منع فرمایا بلکہ ان کو بدل کر عبداللہ۔ عبدالرحمٰن وغیرہ نام رکھ دیئے۔

باب ۲۹

خدا کی صفات پر ایمان لانے کا بیان

سب سے بڑی نیکی خدا کی صفات پر ایمان لانا اور ان کے ساتھ خدا کے متصف ہونے کا اعتقاد کرنا ہے اس کی وجہ سے بندے اور خدا میں تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور کبریائی کے منکشف ہونے میں مدد ملتی ہے۔

خدا تعالیٰ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ کسی عقلی یا حسی چیز پر اس کو قیاس کیا جائے یا عام عقلیں اس کا اندازہ کر سکیں۔ لہٰذا صفات سے نتیجے اور غایتیں مراد لی جائیں نہ کہ ابتدائی حالتیں۔ چنانچہ رحمت سے نعمت دینا مراد ہو نہ کہ دل کا نرم ہونا۔ ہاتھ کی کشائش سے فیاضی مراد لی جائے۔ چنانچہ تشبیہ بھی ایسی ہو کہ سننے والے کو بھی آلودگیوں کا خدا کی ذات میں ہونے کا صریح شبہ نہ ہو۔ چنانچہ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ خدا چھوتا یا چکھتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مخلوق میں غور کرو خالق میں غور نہ کرو۔ چنانچہ امام ترمذی نے حدیث (خدا کا ہاتھ بھرا ہوا ہے) میں تفسیر میں فرمایا کہ ائمہ اس کی تشریح اور تفسیر نہ کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ نبی صلعم یا کسی صحابی سے اس بات کی تصریح منقول نہ ہے کہ متشابہات میں تاویل کرنا ضروری ہے یا بالکل منع ہے چنانچہ سب سلف کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ جو خدا کی ان متشابہات سے مراد ہے اس پر ہی ایمان رکھنا چاہیئے ان متشابہات پر خوض کرنے والوں نے اہل حدیث پر بھی بڑی زبان درازی کی ہے لیکن یہ لوگ غلطی پر ہیں۔ اصل میں سمع، بصر اور کلام کی حقیقت پر بحث کرنا آنحضرت کے قول کی نافرمانی ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ایسی صفات کون سی ہیں۔ جن سے خدا تعالیٰ کو متصف ماننا شرعاً جائز ہے اور کن کن صفات کا اطلاق خدا کے لئے ناجائز ہے۔ تو ضحک فرحت، شادمانی، غضب، رضا کا استعمال خدا کی شان میں جائز ہے اور گریہ، خوف وغیرہ کا استعمال درست نہیں ہے۔ چونکہ زندہ کو خدا کے ساتھ عالم اور مؤثر ہونے میں بہت مشابہت ہے اس لئے ضروری ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم خدا کا نام حتی رکھیں۔ اس طرح جب علم ہمارے نزدیک انکشاف کا نام ہے اور خدا تعالیٰ پر تمام اشیاء منکشف ہیں اس لئے ہم اس کو علیم کہتے ہیں وعلی ہذا القیاس۔

باب ۴۰

تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا بڑی نیکی ہے کیونکہ جو شخص اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہے وہ ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے جو خدا کے قبضہ میں ہیں اور دنیا و مافیہا کو اس کے عکس کی طرح سمجھتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص نیکی و بدی کی تقدیر پر ایمان نہ لائے تو میں اس سے جدا ہوں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر اس امر کا علم ہے جو واقع ہو چکا یا ہو گا ایسی تقدیر جو حوادثات کے وجود کو ان کے موجود ہونے سے پہلے ضروری قرار دیتی ہے۔ تقدیر ملزم کہلاتی ہے۔ اس سے نہ انسان بھاگ سکتا ہے نہ اس کو کوئی تدبیر روک سکتی ہے اور یہ تقدیر پانچ مرتبہ واقع ہوتی ہے۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ عالم کو اس عمدہ طور سے پیدا کرے جس میں سب مصلحتوں کی رعایت ہو۔ دوم یہ کہ اس نے ہر چیز کا اندازہ کیا اور ایک روایت کے مطابق زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل اسے لکھ لیا تھا مثلاً یہ کہ ابولہب آنحضرت صلعم کی رسالت کا انکار کرے گا۔ سوم یہ ہے کہ اس نے آدم کو اس لئے پیدا کیا کہ ابوالبشر بنائے اور نوع انسانی کو اس سے ظاہر فرمائے تو اس نے ان کی اولاد کی صورتیں عالم مثال میں پیدا کر دیں اور ان کی سعادت یا شقاوت کو نور اور تاریکی کی شکل میں ظاہر کیا۔ چہارم یہ کہ جب جنین میں روح ڈالی جاتی ہے تو ملائکہ مدبرین کو اسی روز اس کی عمر۔ رزق اور عمل کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ پنجم یہ کہ کسی حادثہ کے پیدا ہونے سے پہلے حکم خطیرۂ قدس سے زمین کی طرف کرشی شالی میں منتقل ہو جاتا ہے پس اس کے احکام زمین میں پھیل جاتے ہیں۔ اس کا میں نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ بعض اولاد بیمار تھی۔ ایک دن میں نے ظہر کی نماز میں اس کی موت کو نازل ہوتے دیکھا پس اس رات اس کا انتقال ہو گیا۔

پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس وجود کے اعتبار سے جو چیزیں وہاں موجود ہو چکی ہوتی ہیں وہ مٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں مثلاً کسی پر بلا نازل ہو رہی ہوتی ہے کہ دعا اس کو روک دیتی ہے یا خدا موت کو پیدا کرتا ہے۔ لیکن کوئی نیکی اور پرچڑھ کر اس کو روک لیتی ہے۔

واضح ہو کہ تقدیر عالم اسباب کو مزاحم نہیں۔ یعنی سبب کی سببیت میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس کا تعلق اس سلسلہ سے ہے جو مجموعی طور پر ایک ہی مرتبہ مرتب ہو گیا ہے اور آنحضرت کے قول کا یہی معنی ہے جبکہ کسی شخص نے پوچھا تھا کہ منتر دوا اور پرہیز کیا قضا الٰہی سے بچا سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ چیزیں بھی تقدیر الٰہی سے ہیں۔

باب ۴۱

خدا کی عبادت بندوں پر اللہ کا حق ہے

یہ اعتقاد رکھنا کہ عبادت کرنا بندوں پر خدا تعالیٰ کا حق ہے بھی نیکی ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت معاذ رضؓ سے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ خالص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق خدا پر یہ ہے کہ جو شرک نہ کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہ دے کیوں کہ ایسا اعتقاد نہ رکھنے والا دہریہ ہوگا۔

یہ بات ثابت ہے کہ عالم جبروت کے موقعوں میں ایک ایسا موقع ہے جہاں قصد و ارادہ قرار پاتا ہے۔ یعنی کسی کام کے کرنے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور اس موقع کے لحاظ سے اس کام کو کرنا یا اس کو ترک کر دینا دونوں صحیح ہوتے ہیں چنانچہ تمام شرائع نے ایمان بالقدر کو ثابت کیا ہے اور یہ سنا دیا کہ جو چیز تم کو پہنچی ہے اس میں چوک ہونے والی نہ تھی اور جس چیز میں چوک ہو گئی ہے وہ تم کو پیش آنے والی نہ تھی۔ بات یہ کہ اختیار ایک امر معلول ہے جو اپنے علل و اسباب سے تخلف نہیں کرتا اور فعل مقصود کو علل واجب کرتے ہیں اور علل کے بعد یہ ممکن نہیں کہ فعل نہ پایا جائے۔ حاصل کلام یہ کہ ایسا ارادہ ثابت ہے جس کا تعلق وقتاً فوقتاً پیدا ہوتا ہے اور اس کے لحاظ سے دنیا و آخرت میں اعمال پر جزا بھی ثابت اور مرتب ہوتی ہے۔ یہ امر بھی ثابت ہوا کہ مدبر عالم نے احکام شریعت کے واجب کرنے سے عالم میں تدابیر کو قائم کیا تاکہ لوگ اس شریعت پر عمل کریں اور نفع اٹھائیں۔

شریعت الٰہیہ نے اس امر کے دریافت کرنے پر کہ عبادت خداوند تعالیٰ کا حق ہے لوگوں کو تین مقامات کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے قدرت دی ہے۔

اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ منعم ہے اور منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور عبادت اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

دوم یہ کہ وہ خدا تعالیٰ سے اعراض کرنے والوں اور دنیا میں عبادت کے ترک کرنے والوں کو سخت سزا دے گا۔

سوم یہ کہ خدا تعالیٰ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو آخرت میں جزا و سزا دے گا پس اس مقام میں ان سے تین اور علوم کا اضافہ ہوا۔ اوّل انعامات الٰہی کے یاد دلانے کا علم۔ دوم خدا کے عذابوں کو یاد دلانے کا علم۔ سوم معاد کی باتوں سے سمجھانے کا علم۔ پس قرآن مجید ان تینوں علوم کی شرح کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔

انسانی خلقت میں ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ عبادت خدا کا بندوں پر حق ہے اور جو شخص اللہ کے اس حق کا منکر ہے یا جزا کو نہیں مانتا تو وہ دہریہ ہے اور اس کی فطرت سلیم نہ ہے کیونکہ روح انسانی میں ایک لطیفہ نورانی ہے جس کو بالطبع خداوند عالم کی جانب سے ایسی کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کی طرف ہوتی ہے۔ اہل وجدان کی طرف سے اس میلان کا نام محبت ذاتی ہے۔

باب ۴۲

خدا کے نشانات اور شعائر کی تعظیم کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "دلی تقویٰ میں سے خدا کے نشانات کی تعظیم بھی ہے" واضح ہو کہ شریعتوں کی بنا شعائر الٰہی کی تعظیم اور ان کے ذریعے سے خدا کے حضور میں تقرب حاصل کرنے پر ہے اور شعائر سے مراد وہ ظاہر محسوس چیزیں ہیں جن کی وجہ سے خدا کی عبادت کی جائے۔ یہ تعظیم لوگوں کے دلوں میں بڑی پختگی سے راسخ ہونی چاہیئے اور شعائر کا وجود قدرتی طور پر ہو جایا کرتا ہے اور یہ اس طرح کہ کوئی عادت یا خصلت لوگوں کے دلوں میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ نے اپنے فائدے کے لئے بندوں پر کوئی چیز واجب نہیں کی۔

خدا تعالیٰ کے بڑے شعائر چار ہیں۔ قرآن۔ کعبہ۔ نبی۔ نماز۔

قرآن اس طرح کہ جس طرح سلاطین کی طرف سے رعایا کو فرامین بھیجے جاتے ہیں نیز بغیر کتاب کے جس کو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں یا روایت کریں۔ لوگوں کا عرصہ دراز تک ان علوم کا پابند ہونا محال ہے اور ایسی کتاب کی تعظیم بھی بھیجنے والے کی نسبت سے ضروری ہوئی۔

کعبہ کا شعار ہونا اس لئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر عبادت خانے اور کنیسے بنائے کیوں کہ کسی ذات مجرد غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا ان کے نزدیک محال تھا۔ اس وجہ سے اس زمانہ کے لوگوں نے چاہا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو جس کا لوگ طواف کریں۔ اس لئے خدا نے ان کو خانہ کعبہ کی طرف بلایا اور اس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اور رسول کی تعظیم بھیجنے والے کی تعظیم ہے لہذا رسول کو شعائر الٰہیہ میں شامل کیا گیا اور اس کی اطاعت واجب کی گئی اور نماز کو شعائر اس لئے بنایا گیا کہ اس سے مقصود غلاموں کے حال سے تشبیہ دینا تھا کہ وہ بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر عاجزی کرتے ہیں۔

باب ۴۳

وضو اور غسل کے اسرار کا بیان

کبھی کبھی انسان طبعی تاریکیوں سے حظیرہ قدس کی روشنیوں کی طرف لایا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے طبیعت کے احکام سے بری ہو جاتا ہے اور ملائکہ کے مسلک میں منسلک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر اصل حالت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ پہلی حالت کے مناسب چیزوں کا وہ مشتاق ہوتا ہے تاکہ اس حالت کی عدم موجودگی میں ان امور کو غنیمت جانے اور ان امور کے ذریعے فوت شدہ حالت کو حاصل کرے۔ پس اس وقت اس کو ایک حالت منجملہ احوال کے پیش آتی ہے جس کو سرور اور انشراح کہتے ہیں۔ یہ کیفیت میل کچیل دور کرنے اور مطہرات کے استعمال کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ناپاکی جس کا اثر بادی الرائے میں نفس پر محسوس ہوتا ہے اور جو کثیر الوقوع ہے۔ دو قسم کی ہے۔

۱۔ پیشاب۔ پاخانہ۔ اور ریح پیدا ہونے سے۔ کیوں کہ ان چیزوں سے آدمی کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔

۲۔ شہوت جماع سے نفس کا مشغول ہونا اور اس میں غرق ہونا کیوں کہ یہ چیز نفس کو طبیعت بہیمہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طہارت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طہارت صغریٰ اور طہارت کبریٰ۔
طہارت کبریٰ سے مراد یہ ہے کہ تمام بدن دھویا جائے کیونکہ پانی سب نجاستوں کو دور کر دیتا ہے۔
طہارت صغریٰ صرف ہاتھ پاؤں اور منہ کے دھونے سے حاصل ہوتی ہے یہ اعضا بالعموم کھلے رہتے ہیں۔ اور میلے ہو جاتے ہیں اور ان کو دھونے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ ان کے دھونے سے خواب یا بے ہوشی کا اثر دور ہو جاتا ہے اور نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے اور غشی وغیرہ بیماریوں کا علاج پانی چھڑکنا ہے۔ طہارت کی وجہ سے فرشتوں سے قرب اور شیاطین سے بُعد حاصل ہوتا ہے اور طبیعت عقل کی مطیع ہو جاتی ہے۔

باب ۴۴

نماز کے اسرار کا بیان

جاننا چاہیئے کہ بعض اوقات آدمی حظیرہ قدس کی سی حالت اخذ کر کے باری تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور اس پر تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ پھر جب وہ دوبارہ اپنی حالت پر آتا ہے تو اسے بیقراری سی رہتی ہے اور وہ تسکین کے لئے اپنے پروردگار کی معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے اور خدا کی عظمت اور اپنی عاجزی کا اظہار بذریعہ نماز وعبادت کر کے دوبارہ قرب الہیٰ کی حالت چاہتا ہے۔
اس کے بعد اس شخص کا درجہ ہے جو کسی مخبر صادق کو اس حالت کی طرف رغبت دلاتے سنتا ہے اور پھر دل سے اس کی تصدیق کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اس کے بعد اس کا مرتبہ ہے جس کو انبیاء نے نماز دل پر مجبور کیا اگرچہ اسے نماز کی خوبیوں کا ذاتی علم نہ تھا۔
نماز میں اصل امور تین ہیں۔
۱۔ خدا کی بزرگی اور جلال دیکھ کر نہایت خشوع وخضوع کرنا۔
۲۔ خدا کی بزرگی اور اپنی عاجزی کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا۔
۳۔ اس عاجزی کی حالت کے موافق اعضاء میں آداب کا استعمال کرنا۔
اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر مناجات کرنا اور سرنگوں ہونا تعظیمی افعال میں سے ہے جبکہ گردن کو بلند کرنا تکبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خود پسندی کی علامت ہے۔ نماز ایسا معجون ہے جس کی ترکیب میں ایک تو فکر ہے جو خدا کی عظمت کی طرف ثانوی ارادہ کے ساتھ پھرا جاتا ہے اور دوسری وہ توجہ ہے جو ہر شخص سے طبعاً پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ نماز جس میں دعائیں اور تعظیمی افعال پائے جاتے ہیں جن کی بدولت وہ ہر خاص و عام کے لئے نافع اور تریاق بن گئی۔ نماز صاحب ایمان کی معراج ہے۔ جب نماز کا شوق مومن کے دل میں جم جاتا ہے تو وہ نور الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے۔ معرفت الٰہی کے لئے نماز سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں نیز یہ عبادت مسلمانوں کو کافروں سے متمیز کرتی ہے۔

باب ۴۵

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان

جب کسی مسکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے اور وہ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کے دل میں الہام ڈال دیتا ہے جو اس کی حاجت روائی کر دیتا ہے اور دینے والے شخص پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور اس شخص کا عمل مقبول ہوتا ہے اور جو لوگ مال کی محبت کو سد راہ پاتے ہیں وہ دل کو مال کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بناتے ہیں اور اگر وہ خرچ نہ کریں تو آخرت میں بخل اور حرص اور مال سانپ بن کر نظر آتے ہیں اور اس سونے چاندی سے ان کی پیشانی پہلو اور پشت داغے جائیں گے نیز اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دینے سے برائیوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے اور برکت زیادہ ہوتی ہے۔

باب ۴۶

روزہ کے اسرار کا بیان

جب انسان کو الہام الٰہی سے پتہ چلتا ہے کہ قوت بہیمی اسے کمال ذاتی سے باز رکھتی ہے تو وہ کوشش

5355

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے کہ اس کے جوش کو ختم کر دے۔ اس کے تدارک کے لئے بھوک، پیاس، ترک مجامعت وغیرہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اس کے بعد اس شخص کا درجہ ہے جس نے سچی خبر دینے والے سے ان تدابیر کو دلی شہادت سے اخذ کیا ہو۔ اس کے بعد وہ شخص ہے جس کو انبیاء شفقت اور مہربانی سے اس حالت کی طرف لاتے ہیں اور اس کو ان خوبیوں کا ذاتی علم نہیں ہوتا۔ پس اس کسر شہوت کا فائدہ وہ آخرت میں پائے گا۔

اور کبھی انسان طبیعت کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے ایسے محنت طلب کاموں پر لگاتا ہے جیسے گناہ کے بعد مدت تک روزے رکھنا اور کبھی نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والا روزہ کے ذریعے عورتوں کی رغبت کو مارتا ہے کیوں کہ روزہ سے قوت بہیمی کمزور ہو جاتی ہے اور انسان کو فرشتوں کی حالت کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے جب کوئی امت روزہ کی پابندی کرتی ہے اور ان کے شیاطین جکڑے جاتے ہیں اور ذات باری تعالیٰ کا قرب انہیں حاصل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف میں بیٹھ کر وقت گزارنا مزید سونے پر سہاگہ ہے کیوں کہ آدمی مجبوراً بری باتوں کے کرنے، سننے اور چغلی وغیرہ برے کاموں سے بچ جاتا ہے۔

باب ۴۷

حج کے اسرار کا بیان

واضح ہو کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ صالحین کی ایک بڑی جماعت ایک خاص وقت میں جمع ہو کر انبیاء۔ صدیقین۔ شہدا اور صالحین کے حالات کو یاد کرے اور ایسی جگہ میں جمع ہوں جہاں خدا کی نشانیاں موجود ہوں وہاں اجتماع سے مقصود خدا کے شعائر کی تعظیم خاکساری اور رغبت خدا سے معافی ہے ان لوگوں پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ شیطان عرفہ کے روز اس وجہ سے بہت ذلیل، حقیر اور غصہ میں نظر آتا ہے۔

حج کی اصل ہر قوم میں موجود ہے اور بیت اللہ ہی حج کے قابل ہے۔ وہاں طہارت نفسانی پیدا ہوتی ہے اور اہل خیر کے حق میں ملاء اعلیٰ کی دعا نازل ہوتی ہے نیز خدا کے نشانات کا دیکھنا اور ان کی تعظیم کرنا بھی ذکر الٰہی میں شامل ہے کیوں کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور یہ بھی کہ جیسے بادشاہ ایک مدت کے بعد دربار لگاتے ہیں کہ سرکش اور فرمانبردار میں تمیز ہو۔ یہی کیفیت حج کی ہے۔ مزید براں ایک دوسرے کے ملنے سے باہمی فوائد حاصل ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ چونکہ حج میں دور دراز سفر کی مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اس لیے اس کا ادا کرنا خالص اللہ کی عبادت ہے۔

باب ۴۸

نیکی کی اقسام کے اسرار

نیکی کی اقسام میں سے ذکر الٰہی ہے کیوں کہ ذکر الٰہی اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ سو معرفت کی اصلاح حضوری خدا کے حصول اور قساوت قلبی کو دور کرنے کے لئے ذکر سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں خصوصاً اس شخص کے لئے جس کی قوت بہیمی ضعیف ہو اور دعا بھی ذکر کی ایک اچھی قسم ہے کیوں کہ حدیث کی رو سے دعا عبادت کا مغز ہے۔ تلاوت قرآن اور اس کے نصائح کا سننا بھی بڑی نیکی ہے۔ قرآن کی تلاوت سے نفس کی سفلی کیفیتوں سے پاکی حاصل ہوتی ہے اور دل صیقل ہو جاتا ہے۔

ہمسایوں اور قرابت داروں کے حقوق کو ادا کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔ اہل مذہب اور اہل شہر سے عمدہ سلوک اور غلاموں کو آزادی دینے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جہاد بھی نیکیوں میں سے ہے کیوں کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی نیک آدمی کے ہاتھوں جمہور کو ضرر پہنچانے والے بڑے آدمی کا خاتمہ کرتا ہے۔

مصائب اور امراض بھی چند وجوہ سے نیکی میں شمار ہوتے ہیں کیوں کہ حالات کی تنگی اصلاح عمل کا سبب بنتی ہے، جب مصائب سے زمین تنگ ہو جاتی ہے تو اس کا دل خدا کے سوا سب سے ہٹ جاتا ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ مرض انسان کے اخلاق کی اصلاح کا سبب بنتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۹

مراتب گناہ کا بیان

جس طرح بہت سے عمل ہیں جن سے اطاعت حاصل ہوتی ہے اسی طرح ایسے اعمال اور مواقع ہیں جن سے نافرمانی کی حالت معلوم ہوتی ہے۔ ایسے امور کو گناہ کہتے ہیں۔ گناہوں کے مختلف مرتبے ہیں۔ وہ گناہ جو انسانی کمال اور ترقی کا راستہ بالکل مسدود کر دیں ایسے بڑے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل قسم خدا تعالیٰ سے متعلق ہے یعنی اپنے رب کو ہی نہ پہچانتا ہو یا اس کا علم تو رکھتا ہو لیکن مخلوقین کے اوصاف اس میں ثابت کرتا ہو۔ خدا کی صفات مخلوقین میں ثابت کرتا ہو۔ دوسری صورت تشبیہ کی ہے اور تیسری شرک کی۔ دوسری قسم بڑے گناہ کی اس امر کا اعتقاد کرنا ہے کہ بجز اس بدنی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں اور بدن کے لئے اور کوئی کمال دوسرا نہیں جس کا طلب کرنا اس کے لئے ضروری ہو پس جب دل میں برا اعتقاد قائم ہو گا تو کمال کی طرف نظر نہ کرے گا اس اعتقاد کو ختم کرنے کے لئے آخرت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔

دوسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ قوت بہیمی کے غرور سے آدمی ان فضائل سے تکبر کرتا ہے جو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے قرار دیئے ہیں۔ ایسا شخص ان امور کا انکار کر کے ان سے دشمنی کرتا ہے مرنے کے بعد اس کے گناہ اس کو گھیر لیتے ہیں یہ مرتبہ آدمی کو تمام مذاہب میں اپنے نبی کے طریقہ سے باہر کر دیتا ہے۔

تیسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ آدمی نجات کے کاموں کو ترک کر کے لعنت والے کام اختیار کرے۔ یعنی شریعت کے احکام کی تعمیل نہ کرے اور قتل۔ زنا۔ جوا۔ سود وغیرہ کے کام کرے۔ یہ تیسرا مرتبہ سب گناہوں سے بڑا ہے۔

چوتھا مرتبہ ان شرائع اور طریقوں کی نافرمانی کرنا ہے جو زمانہ اور اقوام کے بدلنے سے بدلے جاتے ہیں اور ان میں سے اکثر امور نبی کے اجتہاد سے ثابت ہوتے ہیں۔

پانچواں مرتبہ وہ ہے جس کی نسبت نہ تو شارع نے کوئی تصریح کی نہ ملاء اعلیٰ میں اس کا کوئی حکم ثابت ہوا لیکن لوگوں میں سے حکماء نے قیاس وغیرہ کر کے چیزوں کے مامور یا ممنوع ہونے کا گمان کر لیا۔ پس چاہیئے کہ ایسی چیزوں کو خود بخود اپنے اوپر واجب نہ کرے حدیث میں بھی وارد ہوا ہے کہ اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ خدا تم پر سختی کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۰

گناہوں کی خرابیوں کا بیان

گناہ کا صغیرہ یا کبیرہ ہونا دو لحاظ سے ہے اوّل نیکی اور گناہ کی حکمت کے لحاظ سے۔ دوم شریعتوں اور طریقوں کے لحاظ سے نیکی اور گناہ کی حکمت کے لحاظ سے گناہ کبیرہ وہ ہے جس کی بنا پر قبر یا قیامت میں عذاب واجب ہو جائے اور صغیرہ گناہ وہ ہے جس میں ان امور میں سے کسی کے واقع ہونے کا شبہ ہو جائے اور گناہ کبیرہ باعتبار شریعت کے وہ گناہ ہے جس کے حرام ہونے کی شارع نے تصریح کر دی ہو یا اسکے مرتکب کے لئے دوزخی ہونے کی وعید کی گئی ہو یا اس امر پر کوئی حد مقرر کی ہو یا اس کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج کیا ہو اور صغیرہ گناہ وہ ہیں جن میں ایسی کوئی وعید یا حد وغیرہ نہ ہو۔ بعض امور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے صغیرہ ہوتے ہیں لیکن شریعت کے لحاظ سے وہی کبیرہ قرار پاتے ہیں۔

رہا یہ کہ اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مرجائے تو خدا اسے معاف کرے گا یا نہیں تو عادت مستمرہ تو یہی ہے کہ ایسے شخص کو مدت دراز تک عذاب میں رکھا جائے گا لیکن خلاف عادت اسے معاف بھی کر دیا جائے گا اور صاحب کبیرہ کا ہمیشہ عذاب میں رہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ صاحب کبیرہ سے کافر جیسا سلوک خدا کی حکمت سے بہت بعید ہے۔

باب ۵۱

نفس سے متعلّق گناہوں کا بیان

انسان کی قوت بہیمیہ نے اس کی قوت ملکیہ کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہوتا ہے۔ اس کی حالت اس پرندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرح ہے جو قفس میں بند ہے۔ خوش نصیبی یہ ہے کہ قفس سے نکل جائے اور بدنصیبی اس میں ہے کہ دہریہ بن جائے۔ انسان کی اصل فطرت میں اللہ کی طرف ذاتی میلان ہے۔ آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ سب کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے اور نہایت درجہ اس کی تعظیم کی خواہش ہے جو شخص پروردگار کی ہستی کا منکر، سزا و جزا کا منکر اور نبوت کا منکر ہو وہ دہریہ ہے۔ وہ قفس میں بند پرندہ کی مانند ہے اور یہ اس کی بڑی بدبختی ہے ایسے شخص پر ملا اعلیٰ کی طرف سے لعنت برستی ہے جس سے وہ سخت دل بن کر اپنے عمل ضائع کر دیتا ہے۔

اس دہریہ سے کم مرتبہ وہ شخص ہے جو توحید اور تعظیم الٰہی کا اعتقاد تو ٹھیک رکھتا ہے لیکن احکام کی تعمیل نہیں کرتا جیسے وہ شخص جو شجاعت کے معنی تو جانتا ہے لیکن شجاع نہیں۔ وہ ایسا پرندہ ہے جو قفس سے باہر کے سبزہ زار اور میوہ جات کو دیکھتا ہے لیکن باہر نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ اس سے کمتر وہ شخص ہے جس نے تمام احکام کی بجا آوری تو کی لیکن بغیر ضروری شرائط کے۔ گویا وہ زخمی ہو کر پنجرہ سے باہر نکلا لیکن وہ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر نہ پھل کھا سکتا ہے نہ اڑ کر خوشیاں منا سکتا ہے۔

باب ۵۲

لوگوں سے متعلق گناہوں کا بیان

حیوانات کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض تو کیڑوں کی طرح زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا حق یہ ہے کہ پروردگار صور کی طرف سے یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ کیسے اپنی غذا حاصل کریں ان کو تدبیر منازل کا الہام نہیں ہوتا۔ بعض حیوانات ایسے ہیں کہ ان میں توالد و تناسل ہوتا ہے ان کے لئے تدبیر منزل کی نسبت بھی حکمت الٰہی سے الہام ہوتا ہے کہ کیسے غذا حاصل کریں، پرواز کریں، جفتی کریں، آشیانہ بنائیں اور بچوں کی پرورش کریں ان سب حیوانات میں انسان مدنی الطبع ہے وہ بنی نوع کی دستگیری کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کیوں کہ نہ وہ گھاس کھا سکتا ہے نہ کچے پھل اور نہ ہی پشم سے اپنے جسم میں گرمی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے خانہ داری کی تدابیر اور آداب معاش کے ساتھ سیاست مدن کا الہام بھی ضروری ہے۔

انسان اور دیگر حیوانات میں فرق اس قدر ہے کہ اور حیوانات کو ضرورت کے وقت طبعی الہام ہوتا ہے۔ اور انسان پر علوم معیشت کے ایک مختصر حصہ کا الہام ہوتا ہے مثلاً یہ کہ دودھ پیتے وقت پستان کو کیسے چوسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ آواز کی تنگی کے وقت کیسے کھانستے ہیں۔ پھر وہ مختلف چیزوں کے علوم حاصل کرتا ہے۔ تجربہ، تدابیر غیبی، قیاس اور برہان وغیرہ سے۔ ان علوم میں سے چند علوم یا خصائل حرام ہیں جن کی تین قسمیں ہیں اول شہوانی اعمال دوم درندوں کے سے اعمال، سوم بد معاملگی۔

چنانچہ انسان میں الہام الہٰی سے یہ خیال پیدا کیا گیا کہ ہر شخص اپنی بیوی سے کام رکھے اور اپنے دیگر بھائیوں کی بیویوں سے تعرض نہ کرے نیز انسان اس بات میں بھی چارپایوں سے مشابہ ہیں کہ مرد کی رغبت عورت کی طرف ہوتی ہے سوائے ان لوگوں کے جو خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر مردوں سے خواہش نفسانی پوری کرتے ہیں ایسے لوگوں کے دل روگی ہو جاتے ہیں نیز ان عادات سے نسل انسانی کی بیخ کنی ہوتی ہے اور خدائی انتظام میں خلل اندازی ہوتی ہے اور جب ایسے اعمال برملا کئے جائیں تو غضب الہٰی نازل ہو کر اس قوم کو نیست و نابود کر دیتا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔

اس طرح دائم الخمری (ہر وقت شراب میں مخمور رہنا) اس وجہ سے حرام قرار دی گئی کہ یہ کینہ اور جنگ و جدل کا موجب بنتی ہے آدمی میں بہائم کی نسبت حرص کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ بہائم میں سے صرف اونٹ، گائے اور گھوڑا کینہ پرور ہیں لیکن آدمی اپنی عداوت مشکل سے ہی بھولتا ہے۔ اگر انسانوں میں باہم جنگ جاری رہے تو تمام شہر برباد ہو جائیں۔ اس لئے قتل اور زد و کوب کے حرام ہونے کا الہام کیا گیا سوائے قصاص وغیرہ کے اور معاش کے ذرائع اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے کہ مباح زمین سے پیداوار حاصل کی جائے۔ مویشی چرائے جائیں یا زراعت و تجارت سے معاش پیدا کریں۔ شہر اور مذہب کا انتظام کریں۔ بعض لوگ بڑے پیشے اختیار کر لیتے ہیں چنانچہ خدا نے لوگوں کو اپنے الہام سے ان مضر پیشوں کے حرام ہونے کی اطلاع دی۔ چنانچہ جب کوئی شخص ان اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو ملاء اعلیٰ کو سخت اذیت ہوتی ہے اور وہاں سے خطوط شعاعیہ پیدا ہوتے ہیں جو اس عاصی کو گھیر لیتے ہیں اور ملائکہ وغیرہ کو الہام ہوتا ہے کہ وہ اس کو ایذا پہنچائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث ششم

سیاست مذہبی کا بیان

باب ۵۲

مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قائم کرنیوالوں کی ضرورت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "بے شک تو ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر ہوا کرتا ہے"۔ واضح ہو کہ اکثر لوگ ان طریقوں سے غافل ہیں جن سے قوت بہیمیت قوت ملکی کی مطیع ہو جاتی ہے۔ پس مقصود حالت کی منفعت اور اس کی مضرت ان کے خیال میں نہیں آتی۔ اس لئے لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہوئی جو راہنمائی کے قوانین خوب جانتا ہو۔ لوگوں کو ہدایت کرے اور ان قوانین کی مخالفت سے باز رکھے اور بعض لوگ جن کی رائے کسی قدر ٹھیک ہوتی ہے اور وہ خود کو فی نفسہٖ بڑے کامل سمجھتے ہیں لیکن ان کے جہل پر مطلع کرنے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے المختصر لوگوں کو ایسے کامل اور عالم کی ضرورت ہے جو غلطیوں سے محفوظ ہو اور تمدن کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہو اور لوگوں کی سیاست شائستگی سے کر سکتا ہو اور انسانی طبقہ میں اعلیٰ درجہ سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر ایسے عالم کے۔ لئے ضروری ہے کہ برملا لوگوں کے سامنے ثابت کرے کہ وہ راہ راست کا عالم ہے اپنے اقوال میں خطا اور گمراہی سے محفوظ ہے اور جس کی عصمت پر سب کا اتفاق ہو اور اس شخص کے خطا سے محفوظ ہونے کی صورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی ذات میں علم بدیہی پیدا کرتا ہے کہ وہ چیزیں جن کا اس نے ادراک کیا ہے بالکل حق اور واقعہ کے مطابق ہیں اور اس کے معصوم ہونے کا پتہ اس بات سے چل جاتا ہے کہ وہ حق کی طرف بلاتا ہے اور کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ معجزات اس سے صادر ہوتے ہیں اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور خدا کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جھوٹی بات منسوب نہیں کرتا۔

باب ۵۴

نبوّت کی حقیقت اور خواص

سب سے اعلیٰ طبقہ اہل فہم لوگوں کا ہے ان کی ملکی قوت نہایت بلند ہوتی ہے۔ ملاءِ اعلیٰ سے ان پر علوم اور احوال الٰہیہ نازل ہوتے ہیں۔ مفہم کے لئے ضروری ہے کہ غبی نہ ہو اور نہ ہی پرلے درجے کا ذکی۔ راہ راست پہ چلنے والا۔ عابد منصف ہو۔ کسی کو ایذا نہ دے۔ اس کا میلان ہمیشہ عالم غیب کی طرف ہو۔ ادنیٰ ریاضت سے تسکین حاصل کرے۔

مفہم کی کئی قسمیں ہیں۔ اوّل کامل جس کی اکثر یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا کی جانب سے ان علوم کو اخذ کرتا ہے جن سے عبادتوں کے ذریعے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ دوم حکیم جس کا اکثر یہ حال ہو کہ اخلاق حمیدہ اور تدبیر منزل وغیرہ چیزوں کے علوم حاصل کرتا ہے۔ سوم خلیفہ وہ ہے جو اکثر اوقات سیاست کلیہ کو حاصل کرے۔ پھر اس کو لوگوں میں عدل کرنے اور ظلم کو ہٹانے کی توفیق ہو۔ چہارم مؤید بروح القدس وہ ہے جسے ملاءِ اعلیٰ کی حضوری ہو۔ فرشتے اس کو تعلیم دیں اور نظر آئیں اور مختلف کرامتیں اس سے ظاہر ہوں۔ پنجم ہادی مزکی وہ ہے جس کی زبان اور دل پر نور ہوں۔ جس کی صحبت سے لوگ نفع حاصل کریں۔ پھر وہ نور اس کے خاص صحابہ اور حواریین کو منتقل ہو جائے۔ ششم امام وہ ہے جس کا بڑا حصہ علمی مذہب کے قواعد اور مصالح ہوں اور مرشدہ علوم کو قائم کرے۔ ہفتم منذر وہ ہے جو لوگوں کو ان کے مصائب کے حالات بتا دے یا کسی قوم کو ملعون ہونے کا معلوم کر کے ان کو بتا دے یا قبر و حشر میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر دے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی مفہم کو لوگوں کی طرف بھیجتا ہے تو لوگوں کو اس کے ذریعے ظلمت سے نکالتا ہے اس کی اطاعت بندوں پر فرض ہوتی ہے۔ ملاءِ اعلیٰ اس کے فرمانبرداروں کے شریک رہتے ہیں اور اس کے مخالفوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ایسا شخص نبی ہوتا ہے اور سب سے افضل نبی وہ ہے جس کی قوم دوسرے لوگوں کی رہبر بنے ہمارے نبی صلعم میں مفہمین کے تمام فنون پائے جاتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ لوگوں کی بہتری بعثت پر منحصر ہے اور وہ لوگ خود علوم الٰہی کو اخذ کرنے کے قابل نہیں ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اطاعت نبی میں ان کی حالت کی درستی مضمر ہوتی ہے اور دین کی اصلاح مقصود ہوتی ہے اور خدا نے یہ بات مقرر کر دی کہ انبیاء کو ان کے اعداء پر غلبہ دیا جائے۔

جب کسی قوم کی طرف نبی بھیجا جائے تو اس کی اطاعت لازمی ہوتی ہے خواہ وہ قوم راہ راست پر ہی ہو۔ کیوں کہ اس کی مخالفت سے لعنت اور ذلت لازم آتی ہے جیسے بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ نبی کی حالت طبیعت جیسی ہوتی ہے جو پہلے مرض بتلائے پھر دوا پلائے اور دوا میں کوئی شیریں جز بھی ملا دے ایسی صورت میں وہ اس کے احکام کی بجا آوری اپنی بصیرت اور رغبت سے کریں گے اس وجہ سے معجزات اور قبولیت دعا وغیرہ امور اصل نبوت سے خارج ہیں البتہ اکثر حالتوں میں لازم ضرور ہوا کرتے ہیں۔

بڑے معجزات کا ظہور اکثر تین اسباب سے ہوا کرتا ہے۔

(۱) اس نبی کا مفہیمین میں سے ہونا۔ اسی وجہ سے بعض حوادث اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ ظہور دعاؤں کی قبولیت اور ان امور میں موجب برکات ہو جاتا ہے جس کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے۔

(۲) ملاء اعلیٰ متفق ہو کر نبی کے احکام جاری کرنا چاہیں۔ اس وجہ سے الہامات۔ تقریبات پیش آتے ہیں۔ جو پہلے سے نہ ہوتے تھے۔ پس نبی کے احباب فتحمند اور اعداء خوار ہوتے ہیں۔

(۳) اسباب خارجی کی وجہ سے بہت سے حوادث پیدا ہو جائیں جیسے نافرمانوں کو سزا دی جائے اور فضا میں بڑے بڑے امور کا احداث ہو۔

اس طرح سے انبیاء کے معصوم ہونے کے بھی تین اسباب ہیں۔

(۱) یہ کہ خداوند تعالیٰ انسان کو شہوت رذیلہ سے پاک اور آزاد پیدا کرے۔

(۲) یہ کہ وحی کے ذریعے نیکی کی بھلائی اور گناہ کی برائی اور اس کا انجام اس کو معلوم ہو جائے۔

(۳) یہ کہ اس کے اور شہوت رذیلہ کے درمیان خود خدا تعالیٰ حائل ہو جائے۔

انبیاء علیہ السلام خدا کی ذات و صفات میں غور کرنے کا حکم نہیں کرتے کیوں کہ عام آدمی اس کی طاقت نہیں رکھتے نیز انبیاء کی سیرت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کی جائے چنانچہ عالم جو فضا میں پیدا ہونے والے امور جیسے بارش۔ کسوف۔ ہالہ وغیرہ کے اسباب۔ سورج کی چال وغیرہ کا بیان نہیں ہوا۔ اور اگر کہیں ہوا تو محض خوف یا رغبت پیدا کرنے کے لئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۵

مذہب کی اصل ایک ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خدا نے دین کا تم کو وہی راستہ بتایا ہے جس کی نوح کو وصیت تھی۔ وہ یہی بات تھی کہ دین حق کو ٹھیک رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔" نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم سب کی امت ایک ہی ہے یعنی ملت اسلام۔"

واضح ہو کہ سب انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے محض شریعتوں اور دستوروں کا اختلاف ہے یعنی سب انبیاء خدا کی توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں نیز یہ کہ استعانت اور عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ خدا نے جمیع حوادث کے پیدا ہونے سے قبل ہی ان کا اندازہ کر لیا تھا اور فرشتے خدا کی فرمانبردار مخلوق ہیں نیز یہ کہ رسالت برحق ہے۔ قیامت، حشر و نشر اور دوزخ جنت سب برحق ہیں۔ تمام انبیاء عبادات اور نیکی کا حکم دیتے رہے ہیں جہاد اور اشاعت دین بھی سب نے واجب قرار دیا البتہ ان امور کی صورتوں میں اختلاف ہے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں نماز کے وقت بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے جبکہ ہمارے پیغمبر کی شریعت میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا رجم تھی جبکہ اسلام میں محصن کے لئے رجم اور غیر محصن کے لئے دُرّے مارنے کی سزا ہے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں محض قصاص تھا جبکہ ہماری شریعت میں قصاص اور دیت دونوں ہیں۔

درحقیقت اصل اطاعت دلی حالت ہے اور اعمال اور افعال اس کی صورت اور فروع ہیں۔ یہی دلی حالت عبادت کے لئے میزان اور مدار ہیں لہذا دین میں ایک ایسے کامل شناسا کی ضرورت ہے جو مخفی اور مشتبہ امور کو صاف صاف قرائن اور نشانات سے منضبط کر دے ورنہ بعض اوقات گناہ غیر گناہ سے مشابہ ہو جاتا ہے جیسے مشرکین بیع کو ربا ہی کی مانند سمجھتے تھے۔

اگر آپ تشریع (شریعت کا جاری کرنا) جاننا چاہیں تو آپ طبیب حاذق کی مثال لے لیں کہ وہ مریضوں کے مخفی امور اور طبائع سے کس طرح واقف ہوتا ہے اور دوا سے ان کا علاج کرتا ہے اور پرہیز وغیرہ بتاتا ہے اور وہ جو نسخے بتاتا ہے ان کو چھوٹے طبیب استعمال کروا کر لاکھوں مریضوں کی شفا کا موجب بنتے ہیں یا بادشاہ کا حال دیکھ لیجئے کہ وہ کس طرح کسانوں، فوجیوں، پبلک، ملازمین وغیرہ سب کا خیال کر کے ان کے حسب حال مناسب قوانین بناتا ہے۔ غرضیکہ جو شخص بہت بڑے گروہ کی اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے جن کی استعدادیں مختلف ہیں جن کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ بصیرت نہ اصلاح کی جانب رغبت ہے تو وہ مجبوراً ہر چیز کا اندازہ کر لیتا ہے۔ وقت معین کرتا ہے اس کے طریقوں اور صورتوں کو مقرر کرتا ہے جو مطالبہ اور مواخذہ میں نہایت عمدہ قانون سمجھا جاتا ہے۔

باب ۵۶

خاص شرائع کا ایک قوم یا زمانہ سے مخصوص ہونا

اس کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے "بنی اسرائیل کے لئے سب کھانے حلال تھے سوائے ان کے جو توریت کے نزول سے قبل حضرت یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیئے تھے۔ وہ حلال نہ تھے اگر تم سچے ہو تو تورات لا کر پڑھو۔" اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیمار ہوئے تو انہوں نے منت مانی کہ اگر وہ تندرست ہو گئے تو وہ اپنی مرغوب غذا یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کریں گے۔ چنانچہ تندرستی کے بعد انہوں یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لیں اور پھر ان کی اولاد اور امت نے بھی ان چیزوں کو حرام کر لیا۔ جب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تو ملت ابراہیم پر ہوں تو یہودنے اعتراض کیا کہ آپ تو اونٹ کا گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو تراویح کے شائع کرنے سے منع فرمایا کہ کہیں یہ فرض ہی نہ ہو جائے اس لئے آپ نے اپنے صحابہ کو حرام و حلال میں زیادہ پوچھ گچھ سے منع فرمایا جیسا کہ آپ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ حج ہر سال فرض ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم مصیبت میں پھنس جاتے۔

واضح ہو کہ انبیاء علیہ السلام کی شریعتیں چند مصالح اور اسباب کی وجہ سے مختلف ہو گئیں اور وہ یہ کہ ہر قوم کی عادت و استطاعت و حالات کو مدنظر رکھا گیا ہے حضرت نوح کی قوم جفاکش اور شہ زور تھی اس لئے انہیں تمام عمر روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ جس طرح طبیب ایک ہی مرض کے بیماروں کو ان کی عمر، عادت اور موسم کا لحاظ کر کے مختلف قسم کی ادویات تجویز کرتا ہے اور کسی کو کوئی دوا بند کر دیتا ہے اور دوسرے کو جاری رکھتا ہے وغیرہ یا جیسے کسی کو کوئی حکم دیا جاتا ہے پھر عذر یا حرج پیش آنے سے اس میں رخصت یا اجازت دے دی جاتی ہے اس طرح سے شریعتوں میں تبدیلی اور تنسیخ وغیرہ ہوتی رہتی ہے اور اس میں ذاتی حالت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک لوگ اپنی ذاتی حالت کو نہ بدلیں خدا تعالیٰ کسی قوم کو نہیں بدلا کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو کہ مذہب کے ایک صورت خاصہ میں نازل ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ امر طبعی ہے کہ جو چیز کسی کے علم میں ہو اس کو بنیاد بنا کر آگے چلایا جاتا ہے جیسے مادر زاد اندھا جس کو صرف نام لینے یا چیزوں کو چھونے سے اندازہ ہوتا ہے اسے کوئی چیز الہام ہو تو صورت میں ہوگی جو اس کے خزانہ خیال میں جمع ہے یا جیسے صرف عربی زبان جاننے والے کو اس کی زبان یعنی عربی میں ہی الفاظ کے ذریعے کوئی بات معلوم کرائی جاسکتی ہے یا جن علاقوں میں ہیبت ناک درندے ہوتے ہیں ان کو بھوتوں، جنوں وغیرہ سے ڈرانا انہی جانوروں کی صورت میں ہوتا ہے اس طرح شرائع میں بھی ان علوم کا خیال رکھا جاتا ہے جو کسی قوم میں جمع اور دن ہوتے ہیں۔ اسی واسطے بنی اسرائیل کے لئے اونٹوں کا گوشت اور دودھ حرام تھا بنی اسماعیل کے لئے نہ تھا یا ہمشیرہ زادیاں ہمارے لئے حرام ہیں جب کہ یہودیوں کے لئے حرام نہ تھیں، کیوں کہ یہود ان کو ان کے باپ کی قوم سے شمار کرتے تھے اور بمنزلہ اجنبیہ سمجھتے تھے۔

نزول شرائع میں صرف انہی علوم، حالات اور اعتقادات کا ہی اعتبار نہیں کیا جاتا جو لوگوں کے سینہ میں متمثل ہوتے ہیں بلکہ بڑا لحاظ اور اعتبار ان پیدائشی امور کا ہوتا ہے جن کی طرف ان کی عقلیں مائل ہوتی رہتی ہیں خواہ ان امور کا علم ہو یا نہ ہو جیسے مونہوں پر مہر لگانا سحری۔ سے باز رکھنے کے مترادف ہے۔

اکثر عادات اور مخفی علوم ایسے ہیں کہ ان پر تمام عرب و عجم اور تمام اقالیم کے باشندے متفق ہیں جیسے اپنے مردہ پر غم کرنا، حسب و نسب پر فخر کرنا۔ رات کو سونا۔

اور لبا اوقات نبوت ملت کے تابع ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اس کا راز یہ ہے کہ جب ایک کے بعد دوسری نبوت آتی ہے تو پہلے زمانہ کے درست قواعد میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ اور جو احکام کھوٹے اور تحریف شدہ ہوں ان کو بدل دیا جاتا ہے اور کچھ نئے قوانین نافذ کئے جاتے ہیں اور لبا اوقات بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے باقی رکھے گئے قوانین سے استدلال کرتا ہے تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی فلاں نبی کی امت میں ہے یعنی اس کے گروہ میں سے ہے اور بعض اوقات بڑے بڑے حوادث نزول احکام کا باعث بن جاتے تھے۔

آنحضرت صلعم شریف کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا مسلمانوں میں وہ شخص بڑا گنہگار ہے جس کے سوال کرنے سے کوئی چیز حرام کردی جائے اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ بنی اسرائیل جس گائے کو ذبح کرے وہی کافی ہوجاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۷۔ شریعت کے طریقوں پر مؤاخذہ کرنے کے اسباب کا بیان

اس میں کچھ کلام نہیں کہ شریعت کے طریقوں کی نافرمانی کرنے میں فساد عظیم ہے کیوں کہ اس سے معصیت کا دروازہ کھلتا ہے اور سنت راشدہ میں رکاوٹ پڑتی ہے اور جماعت مسلمین میں تکدر آتا ہے۔ چنانچہ تمام اہل مذاہب کا مسلک یہ ہے کہ خدا نے جو شرائع بندوں کے لئے مقرر فرمائی ہیں ان پر ثواب و عذاب ہوتا ہے جبکہ اہل تحقیق اور راسخین فی العلم شرائع کے قوالب۔ ارواح۔ اصول۔ اشباح میں بھی وجہ مناسبت نکالتے ہیں میں کہتا ہوں کہ خدا کو خوب علم ہے کہ بغیر شرعی احکام کے لوگ دین پر عمل نہ کر سکیں گے۔ لہذا شرعی امور کو اپنے فیضان کا ذریعہ بنایا چنانچہ نبی صلعم کی بعثت ہوئی تو روح القدس سے آپ کی تقویت کی گئی اور آپ کے دل میں جب قومی اصلاح کا الہام ہوا اور انبیاء علیہم السلام کی ہمتیں ساتوں آسمان کے طبق پھاڑ کر پار ہو جاتی ہیں اور ان کی دعا سے مردہ زندہ ہو جاتے ہیں پس جو شخص ایک وقت کی نماز سوتے یا بھولنے کی وجہ سے چھوڑ گیا تو وہ گنہگار نہ ہوگا اور جس نے جان بوجھ کر کیا تو یہ فعل دین میں سستی اور شیطانی حجاب سے ہوا اور اس کا نفس پر اثر پڑتا ہے اس طرح اگر کسی نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی تو اس کا فائدہ نہیں اور اگر ایمان کی وجہ سے نیکی سمجھ کر پڑھی تو ضرور اس کے اور خدا کے درمیان ایک راستہ کھل گیا۔

باب ۵۸۔ حکمتوں اور علتوں کے اسرار کا بیان

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کر کے لوگوں کو بتائے کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں سے خوش اور کن سے ناراض ہوتا ہے۔ پس کسی کام کا کہنا یا روکنا یا مرضی پر چھوڑنا حکم کہلاتا ہے اور مطالبہ کبھی مؤکد ہوتا ہے یعنی اس کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پہ عذاب ہوتا ہے اور کبھی غیر مؤکد یعنی کرنے پر ثواب ہوتا ہے لیکن نہ کرنے پر گناہ یا عذاب نہیں ہوتا۔ اس طرح نہی بھی کبھی مؤکد اور کبھی غیر مؤکد ہوتی ہے چنانچہ احکام کی پانچ قسمیں ہیں۔ وجوب۔ استحباب۔ اباحت۔ کراہت۔ حرمت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ وحدت جس میں کثرت معتبر ہوتی ہے اس کو علت کہتے ہیں جس پر حکم کا مدار ہوتا ہے۔ علت کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل وہ ہے جس میں اس حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے جو مکلفین میں موجود ہو اور وہ ہمیشہ پائی جاتی ہو مثلاً کہتے ہیں کہ نماز کی علت وقت کا آنا ہے اور زکوٰۃ کی علت صاحب نصاب ہونا ہے۔ علت کی دوسری قسم وہ ہے جس میں اس شئی کی حالت کا اعتبار ہوتا ہے جس پر کسی کام کا اثر ہوتا ہے یا کام کا اس سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور یہ علت کبھی صفت لازمہ ہوتی ہے جیسے شراب پینا اور ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے اور کبھی کوئی عارضی صفت ہوتی ہے جیسے خدا کا قول ہے کہ چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو اور کبھی وہ شئی جس پر فعل واقع ہوتا ہے اس کے حالات میں دو یا زیادہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے جیسے شارع کا قول ہے کہ محصن زانی کو سنگسار اور زانی غیر محصن کو درّے لگانے چاہئیں اور کبھی مکلف کا اور جس پر فعل واقع ہوتا ہے دونوں کے احوال کا لحاظ کیا جاتا ہے جیسے شارع کا قول ہے کہ اس اُمت کے مردوں پر سونا اور ریشم حرام ہے لیکن عورتوں پر نہیں ہے اور مذکورہ بالا امور کی کوئی نہ کوئی وجہ یا علت ہے اور یہ ضروری ہے کہ حکم کی علت ایسی ہو جسے عالم لوگ سمجھ سکیں اور جب ایک شئے کے چند لوازم ہوں اور وسائل ہوں تو ان میں سے خاص اسی کو علت قرار دیا جائے گا جس کا علت ہونا بہ نسبت اوروں کے زیادہ ظاہر ہوگا مثلاً نماز قصر اور افطار روزہ کی رخصت سفر اور مرض پر رکھی گئی ہے حالانکہ کاشت کاری اور آہنگری وغیرہ سفر اور مرض سے زیادہ سخت ہیں لیکن ان پیشوں میں رعایت دینے سے اطاعت میں خلل پڑتا ہے کیوں کہ ان پیشوں کے لوگ ہمیشہ ان میں مصروف رہتے ہیں۔

باب ۵۹۔ فرائض۔ آداب۔ ارکان کے تعین کی مصلحتوں کا بیان

ہر قسم کی اطاعت کی دو حدیں ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ۔ اعلیٰ وہ ہے جس سے مقصود پوری طرح حاصل ہو جائے اور ادنیٰ وہ ہے جس سے کسی قدر مقصود حاصل ہو۔ اُمت کی سیاست اور انتظام کی بنیاد میانہ روی پر ہے۔ اس لئے ادنیٰ حالت کی وضاحت کر کے اس کا لوگوں کو مکلف بنا دیا جاتا ہے اور اس سے زائد اور اعلیٰ درجہ کی اگرچہ لوگوں کو رغبت دلائی جاتی ہے لیکن وہ ہر شخص کے لئے ضروری نہ ہیں ان امور کا ایک حصّہ تو عبادت کی مخصوص مقدار ہے جیسے پنج وقتہ نماز اور روزے اور بعض اس اطاعت کے ضروری اجزا ہوتے ہیں جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمازمیں تکبیر یا سورۃ فاتحہ کا پڑھنا انہیں ارکان کہا جاتا ہے اور بعض امور طاعت سے خارج ہوتے ہیں لیکن بدوں ان امور کے طاعت غیر معتبر ہوتی ہے جیسے نماز کے لئے وضو۔ ان کو شرط کہا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ کبھی تو کوئی شے امر طبعی کی وجہ سے رکن قرار دی جاتی ہے اس صورت میں اس کے بغیر عبادت پوری نہیں ہوتی جیسے رکوع کے بغیر نماز اور بعض اوقات کوئی عارضی رکن قرار دیا جاتا ہے جیسے کسی خاص سورۃ قرآنی کے پڑھنے کو رکن قرار دینا ہو بغرض عظیم ہے یا اس کی وجہ دو مشتبہ چیزوں میں تمیز ہوتی ہے جیسے نکاح میں ایجاب و قبول اور گواہوں کا حاضر ہونا کیوں کہ اس کے بغیر نکاح اور زنا میں تمیز نہیں ہو سکتی اور کبھی عظمت شان کی وجہ سے شرط بنا دیا جاتا ہے جیسے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا کیوں کہ اس سے نمازی کو خدا کے حضور میں اظہار عاجزی و فرماں برداری پر آگاہی ہوتی ہے۔

عبادت کے لئے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو صرف آسان امر کی تکلیف دینی چاہیئے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے اس قول میں یہی مراد ہے کہ " اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو میں ہر نماز کے لئے وضو کی طرح مسواک فرض کر دیتا" ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب امت کی خاص مقدار کے بارے میں یہ ذہن نشین کر لے کہ اس کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے احکام کی کوتاہی ہے تو پھر اقتضائے حکمت یہی ہے کہ وہ شے واجب کر دی جائے۔ جیسے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل پر احرام کر دیا گیا تھا اور آنحضرت صلعم کا تراویح کی نماز کے بارے میں ارشاد سے بھی یہی مراد ہے

ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب تک کوئی شے خوب ظاہر اور منضبط نہ ہو لوگوں پر فرض نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حیا اور تمام اخلاق کو اسلام کے رکن قرار نہیں دیا گیا اگرچہ وہ اسلام کے شعبے ہیں۔

واضح ہو کہ جب انسان کسی خلق کو حاصل کرنا چاہے تو اس کا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے مناسب جو افعال ہوں ان سب کو انجام دے جیسے شجاعت کی مشق کرنے والا ندلدلوں۔ پانی اور پہاڑیوں پر چلنے سے گھبراتا ہے اور نہ سخت گرمی میں۔ دوپہر کی دھوپ میں اور نہ اندھیری سرما کی رات میں۔ ایسے ہی جس شخص کو خوف خدا کی مشق منظور ہو تو وہ ہر حال میں آداب تعظیمہ کا التزام کرے۔ رفع حاجت کے وقت سرنگوں رہے اور جب خدا تعالیٰ کا ذکر آئے تو اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹ لے۔ اسی آداب کی وجہ سے آپ سے خواب میں کہا گیا تھا کہ مسواک بڑے شخص کو دو اور آپ نے حدیبا در حمیصہ کے قصہ میں فرمایا کہ بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو۔

شیاطین کے مزاج کے مطابق ان سے افعال شنیعہ صادر ہوتے ہیں اور ان کی مزاجی حالت نا پاکیوں کے قریب کر دیتی ہے اور ان کو دیکھ کر ہر شخص ملامت کرتا ہے جیسے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ میں لینا۔ اپنی دُبر میں انگلی داخل کرنا۔ ناک کان کاٹ کر سیاہ رو ہونا۔ لباس الٹا پہننا۔ کسی چوپایہ پر سوار ہو کر منہ پچھلی جانب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا یا ایک پاؤں میں جوتا پہننا وغیرہ چنانچہ شیطان جب خواب میں کسی کو نظر آئے تو اس قسم کی کوئی حرکت کرتا دکھا جائے گا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم کے یہ فرمان ہیں کہ قضائے حاجت کے موقعوں پر شیاطین آ موجود ہوتے ہیں اور شیاطین آدمی کے مقعدوں سے کھیلتے ہیں۔

جب کوئی شے فرض کفایہ مقرر کی جاتی ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ اسے کرنے لگیں تو نظام درہم برہم ہو جائے اور اگر کسی خاص گروہ کے سپرد کر دیا جائے تو اس کو آسانی یا تنگی ہو گی جیسے نماز جنازہ یا جہاد یا مریض کی عیادت۔

باب ۱۰۔ اوقات کے اسرار کا بیان

امت کی سیاست کے لئے ضروری ہے کہ عبادت کے اوقات مقرر کر دیئے جاویں اور وہ ایسے ہونے چاہئیں جو لوگوں پر گراں نہ گزریں لیکن بعض وقت ایسے ہیں ان میں خدا بندوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے جیسے رات کا پچھلا پہر یا بعض وقتوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں یعنی ایسے اوقات ہیں جن میں روحانیت زمین پر پھیلتی ہے، یہی اوقات قبولیت دعا کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔ ان اوقات میں ذراسی کوشش سے قوت، بہیمی قوت ملکی کے تابع کی جا سکتی ہے ملاء اعلیٰ اپنے وجدان سے ایسے اوقات کو معلوم کر لیتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام تک یہ پہنچا دیتے ہیں پھر انبیاء آگے امت کو ایسے وقتوں کی محافظت کا حکم کرتے ہیں ان میں سے بعض ساعتیں تو سال کے ساتھ گھومتی ہیں جیسے لیلۃ القدر اور بعض ساعتیں ہفتہ کے بعد آتی ہیں جیسے جمعہ کے روز کی ساعت اور بعض ساعتیں ہر روز آتی ہیں اور ایسے اوقات اصحاب ذوق سلیم کے مطابق چار ہیں۔

۱۔ آفتاب کے طلوع ہونے سے پیشتر۔

۲۔ نصف النہار سے ذرا پہلے۔

۳۔ آفتاب غروب ہونے کے بعد۔

۴۔ نصف شب سے صبح تک۔

لہٰذا ان اوقات میں روحانیت پھیلتی ہے اور عبادت زیادہ قابل قبول ہوتی ہے چونکہ مجوس نے دین میں تحریف کر کے ان اوقات میں سورج کی پرستش شروع کر دی تھی لہٰذا آنحضرت صلعم نے ان اوقات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک نزدیک نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا مناسب وقت وہ ہے جب انسان طبعی تشویشات سے فارغ ہو مثلاً زیادہ بھوک۔ پیاس۔ سیری۔ نیند۔ سستی و بول و براز کی حاجت وغیرہ سے آزاد ہو چنانچہ ایسا وقت صبح و شام کا ہے نیز انسان کو ایک صیقل کی ضرورت ہے جس سے دل کا زنگ دور ہو جائے۔ اور یہ وہ وقت ہے جب آدمی سونے کا ارادہ کرتا ہے کیوں کہ اس وقت وہ اپنے نفس پر قادر ہوتا ہے۔

تیسرا اصول عبادت کے وقت کا یہ ہے کہ وہ وقت نعمت الہٰی کو یاد دلانے مثلاً یوم عاشورہ کہ اس روز خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا کیا تھا یا جیسے ماہ رمضان کہ اس میں قرآن نازل ہوا یا عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔

باب ۱۶۔ اعداد اور مقداروں کے اسرار کا بیان

اس بات میں بھی کوئی مصلحت ہے کہ شریعت نے کسی چیز کی مقدار معین کی اور اس کی نظیر کسی دوسری چیز کی نہ کی اور مصلحت کا اصول یہ ہے کہ طاق ایک مبارک عدد ہے کیوں کہ ہر کثرت کی ابتدا وحدت ہے اور طاق عدد تمام کثرت کے عددوں میں وحدت کے قریب تر ہوتے ہیں۔

طاق عدد کے چند مراتب ہیں بعض طاق عدد جفت کے مشابہ اور قریب ہوتے ہیں جیسے ۱۵ اور ۹ کے عدد کے مزید برابر تین حصے ہو سکتے ہیں اور پانچ میں ایک یا زائد کرنے سے اس کے بھی حصے ہو سکتے ہیں اور سب طاق عددوں کا امام جس میں جفت کے ساتھ مشابہت نہ ہے وہ ایک کا عدد ہے اور اس کے بعد اس کے وارث اور جانشین تین اور سات ہیں۔

دوسرا قاعدہ اعداد کو ظاہر کرنے کا ترغیب یا ترہیب کے موقعہ پہ آتا ہے۔ لیکن اس عدد کے بیان کرنے سے آپ کا مقصد حصر (محدود کرنا) نہیں ہوتا جیسے آپ نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دو دو اجر ملیں گے اوّل اہل کتاب جو اپنے پیغمبر کے علاوہ آنحضرت صلعم پر بھی ایمان لایا۔ دوم کسی کا غلام جو اپنے مالک کے علاوہ خدا کے احکام کی بھی پیروی کرے۔ سوم وہ شخص جس کے پاس کوئی کنیز ہو وہ اسے تعلیم دے کر آزاد کرے اور پھر اس کے ساتھ شادی کرے آپ نے ایک اور جگہ فرمایا کہ چالیس ایسی خصلتیں ہیں کہ جو ان میں سے ایک بھی ثواب کی امید سے کرے گا اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اور کبھی آنحضرت صلعم کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے منکشف ہو جانے اور آپ اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منضبط کرنے کی وجہ قائم کرنے کی کوشش کرتے اور العاد مقرر کرکے خبر دیتے ہیں جس میں اس کا کثیر الوقوع یا عظیم الشان ہونا محصور ہو جائے۔ پس آنحضرت صلعم کے اس قول کو کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے اس لئے کہ ستائیس کا عدد تین میں تین کو ضرب دے کر پھر مفروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کی نظر میں جماعت کے ساتھ نماز کے تین فائدے تھے۔ اول قوت ملکی کو غالب کرنا اور نفس کو مہذب بنانا۔ دوم لوگوں میں سنت راشدہ کا اجرا اور سوم ملت مصطفویہ کو بقا اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور پھر ہر فائدہ کے آگے تین فوائد ہیں اور پھر ان نو امور میں سے ہر ایک کے تین تین فوائد ہیں۔

اور کبھی عدد کو کسی شے کی بڑائی اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے لایا کرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی محبت میرے دل میں پہاڑ کے برابر ہے یا فلاں شخص کا مرتبہ آسمان تک بلند ہے جیسے مومن کی قبر میں ستر گز تک کشادگی ہوگی۔

تیسرا قاعدہ مقادیر کے اندازہ میں یہ ہے کہ کسی شے کی مقدار ایسی ظاہر معلوم مقرر کی جائے جس کو مخاطبین اسی حکم کے نظائر میں استعمال بھی کرتے ہیں اور اس کو حکم کے مدار علیہ اور حکم کی حکمت سے مناسبت ہو اور ایسی کسر نہ لانی چاہیئے جس کو حساب والے بھی غور و خوض سے ہی معلوم کر سکیں جیسے سترہواں یا انیسواں حصہ۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرائض میں ایسی کسریں ذکر فرمائیں جن کا نصف اور دوچند کرنا اور ان کا مخرج دریافت کرنا آسان ہو جیسے چھٹا حصہ۔ تہائی۔ دو تہائیاں۔ آٹھواں اور چوتھائی۔ نصف وغیرہ

جب دولت مندی کا اندازہ کرنا ہو تو اوسط درجہ نکالا جائے گا یا پھر جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے ان کی عادات کے مطابق شریعت متعین ہوئی۔ اس لئے شریعت نے دو سو درہم سے کنز کا اندازہ کیا ہے اور بکریوں کے چھوٹے ریوڑ کا اندازہ چالیس کے ساتھ اور بڑے کا ایک سو بیس سے کیا ہے زیادہ کھیتی کا اندازہ پانچ وسق سے اور آب کثیر کا اندازہ قلتین سے کیا گیا ہے۔

باب ۶۲ - قضا اور رخصت کے اسرار کا بیان

امور سیاست سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی حکم کیا جائے یا کسی بات سے روکا جائے اور اس کی غرض مخاطبین کو معلوم نہ ہو تو یوں سمجھا جائے جیسے ایک شے مؤثر بالخاصیت ہوتی ہے لیکن تاثیر کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے نبی صلعم نے اکثر جگہ اوامر و نواہی کے صریح طور پر اسرار و بیان کرنے سے سکوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ علماء کو کسی قدر ذہن نشین کر دیا۔ اس لئے مفتی دین فتوی دیتے وقت مسئلہ کی دلیل کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ امر مامور پر سخت تاکید کر دی جائے اور اس کے ترک پر سخت باز پرس ظہور میں آئے۔ اس لئے دو صورتیں ہوں گی یا تو باوجود مشقت اور دقت عمل کرایا جائے تو شرعی قاعدہ دالدین یسر کے خلاف ہے یا ان احکام کی تکمیل بالکل ترک کرادی جائے اس صورت میں نفس بے پرواہ ہو جائے گا کیوں کہ کسی کام کو ترک کرنے سے رغبت جاتی رہتی ہے اور دوبارہ اس کا شروع کرنا نفس پر گراں معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے قضاء اور رخصت روا رکھی ہے جس میں فراست کا پہلو ہے نیز رخصت اور قضا کے چند قاعدے ہیں جن میں سے اوّل قاعدہ یہ ہے کہ رکن اور شرط میں دو امر ہیں ایک اصل ہے جیسے نماز میں دعا یا جھکنا اور دوسرا تکمیل جیسے پابندی وقت اور لباس و جگہ کی صفائی وغیرہ پہلے امر میں رخصت نہیں ہو سکتی دوسرے میں جائز ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے ضرور باقی رکھنا چاہیئے۔ جس سے اصل یاد آ جائے جیسے موزوں پر مسح کرنے کے لئے موزہ پہننے کے وقت طہارت کا ہونا شرط قرار دیا گیا۔

سوم قاعدہ یہ ہے کہ حرج کی صورت میں رخصت نہ دی جائے کیوں کہ حرج واقع ہونے کے بہت سے اسباب ہیں پس اگر ہر ایک میں رخصت دی جائے تو طاعت بالکل متروک ہو جائے گی اور محنت و سختی کی برداشت بالکل مفقود ہو جائے گی۔

باب ۶۳۔ تدابیر کی اقامت اور رسوم کی اصلاح کا بیان

تدابیر کے باب میں رسوم کا وہی درجہ ہے جو دل کا بدن میں اور رسموں میں سردار قسم کے لوگوں کے شیطانی افعال سے خرابیاں بڑھ جاتی ہیں اور لوگ ان کے پیرو بن جاتے ہیں بہرحال ان رسموں کو روکنے کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو غیب سے مؤید ہو اور مصلحت کلیہ کا پابند ہو اور ان رسوم کو اچھی تدابیر کے ذریعے راہ راست کی طرف مائل کرے اسی لئے انبیاء کی بعثت کا مقصد عبادت کے طریقوں کی تعلیم دینے کے علاوہ خراب رسوم کو مٹانا بھی ہے۔ آنحضرت صلعم کی ان حدیثوں کا بھی مطلب ہے کہ "میں دفوں اور لہو ڈل کو مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور میں مکارم اخلاق کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

خدا تعالیٰ کی مرضی نہ ہے اور نہ ہی انبیاء نے کوئی ایسا حکم دیا ہے کہ تدابیر و رسوم متروک کر دی جائیں اور انسان بالکل تارک الدنیا ہو کر پہاڑوں میں جا چھپے اور عورتوں سے کنارہ کشی کرے۔ آنحضرت صلعم کا فرمان ہے "میں رہبانیت سکھلانے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ میں تو ایک پاک اور آسان دین کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں"۔ البتہ انبیاء علیہم السلام تدابیر و منافع میں میانہ روی کا حکم دیتے تھے۔

اس موقعہ پر دو قیاس باہم متعارض ہیں کہ آسودگی بری چیز ہے یا آسودگی عمدہ چیز ہے اس میں بات فیصلہ کن یہ ہے کہ میانہ روی بہتر ہے اور یہ کہ حالات کا ملاحظہ کرنا چاہئے اگر امور رائے کلی کے موافق اور مناسب ہوں تو تبدیلی کی ضرورت نہ ہے اور اگر تبدیلی ضروری ہو تو اس صورت سے عمل میں لائی جاوے جو لوگوں میں شائع اور مالوف ہو اور تبدیل شدہ امور ایسے ہوں کہ لوگوں کی عقلیں ان کو رد نہ کریں بلکہ تبدیلی کے حق ہونے کے قائل ہو جائیں۔ چنانچہ اہل علم لوگ جانتے ہیں کہ شریعت نے نکاح۔ طلاق۔ معاملات۔ زینت۔ لباس حدود تقسیم میراث میں وہ امور مقرر نہیں کئے جن سے وہ لوگ ناواقف تھے یا جن سے وہ تردد میں پڑ جاتے بلکہ شریعت نے ان امور کی کجی کو درست کر دیا اور کمزور حالت کو مضبوط کر دیا۔ نبی صلعم نے سود خوری کی کثرت کی وجہ سے اس سے روک دیا۔ باغوں کے پھل کچے بیچنے سے جھگڑے پڑ جاتے تھے۔ جب پھل کو کوئی آفت آ جاتی اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا۔ نبی نے دیت کے سو اونٹ جو عبدالمطلب کے زمانے سے مقرر تھے۔ ویسے ہی رہنے دیئے۔ سردار قوم کے لئے غنیمت سے چہارم حصہ مقرر تھا۔ آپ نے پنجم کر کے بیت المال کر دیا۔ نوشیرواں نے لوگوں پر خراج اور عشر مقرر کر رکھا تھا آپ نے بھی قریب قریب ویسا ہی مقرر کیا۔ بنی اسرائیل میں زانیوں اور چوروں کے لئے جو سزا مقرر تھی قرآن نے بھی ویسے ہی مقرر کی۔ البتہ انبیاء نے جاہلیت کی تحریفات کو مٹا دیا اور مبہم احکام کو اوقات و ارکان سے منضبط کر دیا۔

ایران اور روم کی سلطنتوں کے تاجدار اور ان کے تحت سردار وغیرہ اپنے لباس۔ دربار اور محلوں کی تعمیر و آرائش پر لاکھوں دینار خرچ کر دیا کرتے تھے۔ آج کل بھی بادشاہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں یہ تکلفات ان کے اصول معاش میں بری طرح پیوست ہو چکے ہیں پھر آہستہ آہستہ یہ عیش و آرام اور تکلفات عام لوگوں تک پہنچنے لگے اور ان کاموں کے لئے لوگوں پر ٹیکسوں کی بھرمار کرنا پڑی۔ اکثر ان بڑی سلطنتوں میں دین کا خیال یا اہتمام کرنے والا ایک بھی شخص نہ ہوتا۔ اکثر لوگ بادشاہ کی خدمت کو اپنا وطیرہ بنا لیتے اور خوشامدیں کرتے۔ جس سے ان میں خسیس حالت پیدا ہو جاتی۔ جو لوگ لذیذ کھانوں۔ عمدہ لباسوں سے بے پرواہ ہیں، اور جن میں بادشاہت کا وہ تعلق نہ ہو مذکورہ بالا سب باتوں سے آزاد ہوتے ہیں چنانچہ جب کسی ملک و قوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ایسی معصیت حد سے بڑھ جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اور ملائکہ مقربین ان پر غصہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس اخلاقی مرض کو دور کرنے کے ایک امی نبی کو مبعوث فرمایا۔ اس نے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ طریقوں میں بالکل تمیز پیدا کر دی اور عجمیوں کی بیہودہ رسومات کی مذمت بیان کی چنانچہ ریشمی لباس اور ارغوانی کپڑے پہننا۔ سنہری اور روپیلی برتنوں میں کھانا کھانا۔ سونے کے زیور پہننا (مردوں کے لئے) تصویر دار کپڑے پہننا اور نقش و نگار والے مکانوں میں رہنے سے منع فرما دیا اور اس نبی کی حکومت نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو ختم کر دیا۔

چونکہ زمانہ جاہلیت میں جھگڑے اور قتل در قتل سے عربوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا "تمام سابقہ خون میرے اس پاؤں کے نیچے باطل ہو گئے ہیں اور سب سے پہلے میں نے ربیعہ کے خون کو معاف کیا۔"

اسی طرح میراث کے بارے میں رسوم عرب میں مختلف طریقے رائج تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ جو تقسیم جائیداد وغیرہ پہلے ہو چکی سو ہو چکی۔ البتہ آئندہ وراثت قرآن کے مطابق ہو گی۔ اس طریقے سے آپ نے سود کو بھی مٹا دیا اور فرمایا "نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ کسی کا ظلم سہو" اور اس قسم کی دوسری برائیوں کا بھی خاتمہ ہوا۔ بہت سی رسوم دفع شر کے اور جھگڑے سے بچنے کے لئے آنحضرتؐ نے رائج کر دیں جیسے پانی پلانے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا۔ جنازہ کی نماز میں مالک مکان کا امامت کرانا اور دو شخص سوار ہوں تو گھوڑے یا اونٹ کے مالک کا آگے بیٹھنا۔

باب ۴۳۔ ایک دوسرے سے پیدا ہونیوالے احکام کا بیان

خدا تعالیٰ نے نبی کو اس واسطے مبعوث کیا کہ وہ لوگوں کو عبادت کے طریقے بتائیں اور گناہوں کی تفصیل بتا دیں تاکہ لوگ ان سے بچ سکیں اور لوگوں کو وحی سے حاصل ہونے والے امور کی تعلیم دیں جب خدا تعالیٰ نے دُنیا میں نوع انسانی کو باقی رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس کو پھیلانے کا تو انسان میں توالد تناسل پیدا کئے اور طلب نسل کی رغبت پیدا کی اور خواہش نفسانی کو ان پر غالب کر دیا چنانچہ جب نبی صلعم کو اس راز سے آگاہی ہوئی تو آپؐ نے اولاد پیدا کرنے یا کم پیدا کرنے والے طریقے یعنی خصی کرنے اور لواطت سے منع فرما دیا۔
عالم بالا کی خواہش ہے کہ انواع باقی رہیں اس واسطے آنحضرت صلعم نے بعد میں کتوں کے مارنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ "کتے بھی گروہوں میں سے ایک گروہ ہے۔" اور اس نوع کا نیست و نابود کرنا اللہ کو پسند نہیں چنانچہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنا اور بالوں میں کنگھی کرنا وغیرہ امور جو اولاد پیدا کرنے کی طرف مائل کرتے ہیں کی اجازت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسی طرح شریعت بھی ایک قسم کی نوع ہے جو ذہن میں اپنے افراد کا ظہور چاہتی ہے تو اس میں بگاڑ پیدا کرنا عالم بالا کی ناراضنی کا باعث ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قسموں اور دستاویزوں کو مشروع فرمایا جن سے اصل واقعہ اور حال کا انکشاف ہوتا ہے تو جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم خدا اور اس کے ملائکہ کی نظر میں ناخوشی کا باعث ہے۔

ان قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کسی حکم کی علت معلوم کر کے اس حکم کا مدار علیہ اس علت کو ٹھہرائے۔ اس کی مثال وہ اذکار ہیں جن کو نبی صلعم نے صبح و شام اور سوتے وقت کے لئے معین فرمایا یا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں" تو آپ نے طواف کی ابتدا صفا سے کی، اسی طرح "مشرق و مغرب خدا ہی کے لیئے ہیں" کہ آیت سے آپ نے سمجھ لیا کہ نماز کی حالت میں استقبال قبلہ فرض ہے اور عذر کی حالت (بادل وغیرہ) میں اس کی فرضیت ساقط ہو سکتی ہے۔ اس طرح سواری پر نوافل پڑھنے کا مسئلہ ہے۔

انہی قواعد میں سے یہ ہے کہ جب کسی معاملے کے کرنے کا کسی شخص کو حکم دیتا ہے تو لوگوں کو اطاعت کا حکم بھی دیتا ہے جیسے زکواۃ کی وصول کے لئے مصدق کو حکم دیا گیا تو لوگوں کو بھی حکم دیا گیا کہ زکواۃ پوری پوری ادا کریں۔ عورتوں کو پردہ کا حکم دیا تو مردوں کو نگاہ نیچی کرنے کا۔ اس طرح جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے تو اس کی ضد سے منع کیا جائے جیسے نماز جمعہ کا حکم دیا تو خرید و فروخت، اور دیگر مشاغل سے اس وقت روک دیا جب بت پرستی گناہ قرار دی تو مصوروں اور مجسمے بنانے والوں سے بھی مواخذہ ضروری ہوا اور جب شراب حرام ہوئی تو جس دسترخوان پر شراب ہو اس میں حاضر ہونا منع کر دیا۔

سیاست مدن میں اس طرح جب کسی قوم سے خیانت کا شبہ ہو تو ان لوگوں کو گھوڑوں پر چڑھنے اور ہتھیار رکھنے کی ممانعت کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح نماز بہترین عبادت ٹھہری۔ اس طرح جن باتوں کا حکم دیا گیا ان کے کرنے والوں کو عزت و تکریم کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ اس طرح خرابی کا احتمال رکھنے والی بات کو مکروہ قرار دیا گیا جیسے "جو شخص سو کر اٹھے وہ اپنا ہاتھ ہرگز برتن میں نہ ڈالے کیوں کہ اس کو کیا معلوم کہ رات کو اس کا ہاتھ کس جگہ پر پڑا تھا"

مختصر یہ کہ خدا تعالیٰ نے نبی صلعم کو عبادت اور عمدہ تدابیر کے احکام تعلیم فرما دیئے۔

باب ۶۵۔ مبہم کے انضباط اور مشکل کی تمیز وغیرہ کا بیان

بہت سی چیزیں جن کا نام لے کر حکم بتائے گئے ہیں وہ جامع اور مانع تعریف کی وجہ سے غیر معلوم ہیں جیسے سرقہ کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر ہے اب سوال پیدا ہوا کہ آیا رہزنی۔ مالی اچک لینا۔ بددیانتی سے مال لینا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑی ہوئی چیز اٹھا لینا یا بے دھیانی سے لے جانا کیا یہ بھی سرقہ کی تعریف میں آتی ہیں لہذا آنحضرت صلعم کے لئے ضروری ہوا کہ چوری کی حقیقت اس طرح بیان فرمائیں کہ اس کے مشابہ چیزوں سے تمیز ہو جائے چنانچہ مذکورہ بالا کام سرقہ نہیں کیوں کہ ان میں حفاظت کا عنصر موجود نہیں ہوتا۔ اس لئے ان میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور سرقہ کی حد چوتھائی دینار مقرر کر دی گئی تاکہ معمولی چیزوں سے تمیز ہو جائے۔ اس طرح عیش پسندی ہے جس کی جامع و مانع تعریف مشکل ہے کیوں کہ اس کے معیار مختلف ہیں۔ پس شریعت نے عیش پسندی میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا جن سے صرف عیش و آرام ہی کے لئے منتفع ہوتے ہیں چنانچہ ریشم اور سونے چاندی کی ممانعت اس قبیل سے ہے اور کمال درجہ کی عیش پسندی یہ ہے کہ ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف عمدہ کو اختیار کیا جائے اور ردی کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

اور کبھی دو اشیاء میں نہایت مشابہت ہوتی ہے اور ان دونوں میں مخفی امور کی وجہ سے فرق ہوتا ہے جن کو صرف نبی علیہ السلام اور علمائے امت ہی سمجھ سکتے ہیں جیسے نکاح اور شہوت رانی۔ اس لئے نبی صلعم نے نکاح کی تعیین چند امور سے کر دی کہ نکاح صرف عورتوں سے ہو نہ کہ مردوں سے۔ کیوں کہ نسل کی طلب صرف عورتوں سے پوری ہو سکتی ہے اور نکاح کہ مقصد مشورہ اور اعلان کے ساتھ ہو۔ گواہوں اور ولی کی موجودگی اور عورت کی رضامندی شرط ہے اور کہ دونوں اپنے نفس کو باہمی تعاون پہ آمادہ کریں اور کہ اس کی کوئی میعاد نہ ہو بلکہ لازمی اور دائمی ہو۔ اس لئے متعہ اور لواطت حرام قرار دیا ہے۔

اور کبھی کوئی نیک کام دوسرے نیک کاموں میں فرق کے لئے ہوتا ہے جیسے قومہ کہ یہ رکوع اور سجود کے سرنگوں میں فرق کر دے جیسے استقبال قبلہ تکبیر نماز کی نیت جو ایک مخفی امر تھا کے اظہار کی علامت ٹھہرے یا جیسے بعض مواقع پہ سفر کے معنی معلوم کرنے میں اشتباہ ہوا اس لئے صحابہؓ نے حکم دیا کہ سفر گھر سے اتنی دور جانے کو کہتے ہیں کہ جہاں پورے ایک دن اور اس شب کے شروع حصہ میں نہ پہنچ سکے اور اس لئے ضروری ہوا کہ اس کی مسافت ایک روز اور دوسرے روز کا کچھ حصہ ہو۔

واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کو کسی حکم کے ساتھ مخصوص کرنے میں اور آپؐ کی امت کے لئے اس حکم کے نہ ہونے میں عمدہ اور اصل یہ ہے کہ اس حکم کا مدار علیہ اس شئے کی حقیقت نہیں بلکہ وہ امر مظنون کی طرف رجوع کرتا ہے مثلاً چار عورتوں سے زیادہ سے شادی کرنے میں احتمال تھا کہ بیویوں کے ساتھ عمدہ معاشرت نہ ہو اور ان کے حقوق میں کسی قسم کی غفلت ہو جائے اور تمام لوگوں پر اس امر کا شبہ ہو سکتا تھا لیکن نبی صلعم خوب جانتے تھے کہ عورتوں کے ساتھ معاشرت میں کون سے امور پسندیدہ ہیں اس لئے خاص اپنے لئے جائز رکھا اور احتمالی مواقع کو ناجائز قرار دیا یا وہ حکم ایسے شخص کو جو معصوم نہیں ہے کسی اور کام کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روزہ دار کے بوسہ لینے کی بابت فرماتی ہیں" تم میں سے کون شخص آنحضرت صلی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم کی طرح خواہش نفس پر غالب ہو سکتا ہے۔

باب ۶۶ مذہبی آسانیوں کا باب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "خدا کی رحمت کے ساتھ لوگوں سے نرمی کرو۔ یا اگر تم سخت دلی سے پیش آؤ گے تو لوگ تمہارے پاس سے متنفر ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے "خدا تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ دشواری کا۔" رسول اکرم نے جب ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا تو ان سے فرمایا: "آسانیاں پیدا کرو نہ کہ دشواریاں۔ لوگوں کو خوش کرنا متنفر نہ کرنا۔ باہم اتفاق رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔" نیز آپؐ نے فرمایا "تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ کہ دشواریاں پیدا کرنے کو۔" منجملہ اس کے یہ ہے کہ عبادت میں سے بعض کو ایسی رسومات بنا دیا جائے جن سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور رغبت سے عمل میں لاتے ہیں مثلاً نماز جمعہ و عیدین یا عبادت میں بعض ایسے امور مسنون کر دیئے جائیں جو لوگوں کو بالطبع مرغوب ہوں جیسے مساجد کو پاک اور مزین رکھنا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا۔ قرآن اور اذان کا خوشحالی سے پڑھنا اور جن کاموں سے لوگوں کو دلی نفرت ہو اسے دور کرنا جیسے غلام، اعرابی اور مجہول النسب کی امامت مکروہ قرار دی گئی یا جیسے امامت کا سب سے زیادہ مستحق سلطان یا صاحب خانہ ٹھہرایا گیا یا ایسا کام جس کو اکثر لوگوں کی طبیعت چاہتی ہو۔ جیسے نئی شادی شدہ عورت کے پاس سات یا تین روز رہنے کے بعد پھر باقی بیویوں کی باری شروع کی جائیں۔

منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ لوگوں کو علم و نصائح کی ہمیشہ تعلیم دیتے رہنا۔ منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کے ذریعے لوگوں پر اللہ کی جانب سے اطمینان اور تسکین نازل ہوتی رہے اور کہ حق سے سرتابی کرنے والے کی سرکوبی کی جائے یا جیسے قاتل کو مقتول کے ورثہ سے محروم کیا گیا یا زبردستی کی صورت میں طلاق واقع نہ ہو جانے کا فیصلہ کر کے زبردستی کرنے سے روکا گیا نیز یہ کہ جن امور میں مشقت ہو ان کو آہستہ آہستہ شروع کیا جائے جیسے شریعت میں حلال و حرام کے قوانین بعد میں نازل ہوتے اگر شروع اسلام میں ہی شراب پینے سے روکا جاتا تو شاید وہ لوگ کہہ دیتے کہ ہم شراب کبھی نہ چھوڑیں گے۔ منجملہ یہ بھی ہے کہ نبی ایسے فعل کو ترک کر دے جس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہو جیسے آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا "اگر تیری قوم سے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا۔"

منجملہ ان امور کے یہ ہے کہ نیکی وغیرہ کا حکم آپ نے خود دیا اور لوگوں کے رائے پر موقوف نہ رکھا بلکہ ان کے سب ارکان شروط اور آداب کو منضبط کر دیا لیکن ان کی زیادہ باریکیاں بیان نہ کیں بلکہ لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیسے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط قرار دیا لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس سے استقبال قبلہ معلوم ہو سکے یا جیسے زکوٰۃ کا نصاب دو سو درہم مقرر کیا۔ لیکن درہم کا وزن بیان نہیں فرمایا کیوں کہ زیادہ پابندیوں سے دقتیں بڑھتی ہیں۔ نیز جب لوگ قیودات کی طرف زیادہ متوجہ ہوں گے تو وہ نیکیوں کے فوائد معلوم نہ کر سکیں گے جیسے قاری کی توجہ بالعموم الفاظ کی طرف ہوتی ہے اور وہ قرآن کے معنی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

نیز یہ کہ شارع نے لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق ہی خطاب کیا ہے کیوں کہ یہ بات آپؐ کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے واسطے جہت کو ثابت کیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔" ایک کالے رنگ کی عورت سے آنحضرتؐ نے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا "یہ عورت مومنہ ہے۔"

۶۷۔ ترغیب و ترہیب کے اسرار کا بیان

یہ بھی خدا تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کو عذاب و ثواب بتلا دیا تاکہ لوگوں کے دل خوف اور امید سے پُر ہو جائیں اور وہ دلی خواہش و ارادہ سے شریعت کی پیروی کریں پھر ترغیب اور ترہیب سے متعلق قواعد کلی ہیں جیسے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں بھی تمہارے لئے اجر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیا خواہش پوری کرنے پر بھی اجر ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر حرام میں خواہش کا استعمال کرتا کیا اس پر اس کو گناہ نہ ہوتا۔" اس سے ثابت ہوا کہ اعمال کے نتائج ایسے قاعدہ پہ مبنی ہیں جو معقول المعنی ہیں یا جیسے اس حدیث میں "اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو اس کو ادا کرتا یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا پس خدا کا قرضہ زیادہ قابل ہے ادائیگی کے۔" فقہاء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کو قواعد کلیہ سے تعلق ہوتا ہے۔ صحابہؓ کے سوال کا ماحصل یہ تھا کہ اپنی بیوی سے مباشرت میں تو بہیمیت کے غلبہ کی پیروی ہوتی ہے اور قضائے شہوت کے مسئلہ کو معرفت کی طرف لوٹانا نہایت ہی عجیب و غریب ہے اور آنحضرت صلعم کا جواب یہ تھا کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں خاوند اور بیوی کی پاکدامنی مستحکم ہوتی ہے اور اس سے غلط جگہ یا ذریعہ سے خواہشِ نفس پوری کرنے سے نجات ملتی ہے۔

ان طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ تہذیب نفس کے بارہ میں کسی کام کا جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ بیان کر دیا جائے اور ایک یہ کہ شیطان وغیرہ سے محفوظ رہنے کی بابت اس عمل کے اثر کو بیان کیا جائے جیسے آپؐ کا فرمان کہ وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان ترغیب و ترہیب کے طریقوں میں سے یہ ہے کہ اعمال کا وہ اثر جو آخرت میں ظاہر ہوگا بیان کر دیا جائے اور اس کا راز دو مقدموں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ ہے کہ معاد میں کسی شئے کو ثواب اور عذاب کا سبب قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ جزا کے دونوں سببوں میں سے کسی سبب کے ساتھ مناسبت نہ ہو یا تو اس کو ان چاروں اخلاق میں داخل ہو جن پر سعادت اور تہذیب نفس کا ہونا یا نہ ہونا مبنی ہے اور وہ چاروں اخلاق یہ ہیں۔ پاکیزگی حاصل کرنا۔ رب العالمین کے حضور میں عاجزی کرنا، سخاوت کرنا، لوگوں میں عدل و انصاف قائم کرنے کی کوشش کرنا۔ یا اس شئے کو ان امور کے اجرا میں نفیاً یا اثباتاً دخل ہو جن اجر پہ ملاء اعلیٰ کا اتفاق ہے جیسے شرائع کو مستحکم کرنا۔ انبیاء علیہم السلام کی امداد کرنا۔

اور یا یہ عمل نہایت شاق ہو یا گمشدہ ہو یا ناگوار طبع ہو جس پہ وہی عمل کر سکتا ہو۔ جس میں کامل اخلاص ہو جیسے خوب سیر ہو کر زمزم کا پانی پینا۔ حضرت علی سے محبت رکھنا کیوں کہ وہ خدا کے احکام کی تعمیل میں نہایت سخت تھے یا جیسے انصار سے محبت کرنا یا جیسے لشکر اسلام کی حفاظت میں جاگنا۔

دوسری حالت (مقدمہ) یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور وہ اپنے نفس اور نفس کی ان حالتوں کی طرف رجوع کرتا ہے جن کو موافقت یا منافرت کا نفس پہ رنگ چڑھا تھا تو وہاں کے مناسب تکلیف و آرام کی صورتیں اس پر ضرور ظاہر ہوتی ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اس طریقہ سے نبی صلعم جانتے تھے کہ جو شخص علم کو چھپائے اور وقت ضرورت تعلیم سے سکوت کرے تو اس کو آتشی لگام سے عذاب دیا جائے گا یہ تشبیہ اس لئے دی کہ ایسے سکوت سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور لگام سکوت کے مشابہ ہے اور جو شخص مال اور مویشیوں کی حفاظت میں مصروف رہتا ہے۔ اور ان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے باز رہتا ہے تو اس کو انہی اشیاء کے ذریعے سے عذاب دیا جائے گا۔ اور جو کسی ہتھیار سے خودکشی کرتا ہے اسے اس کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔

ان ترغیبات اور ترہیبات کے طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ عمل کو اس چیز سے تشبیہ دی جائے جس کی خوبی یا برائی ذہنوں میں شرع یا عادت کی وجہ سے پائی جاتی ہو اور ان دونوں میں کوئی شئے مشترک ہو۔ جیسے آپ نے ہبہ کر کے واپس لینے والے کو اس کتے کے ساتھ تشبیہ دی جو قئے کر کے پھر اس کو چاٹ لیتا ہے۔ اور تشبیہ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اس عمل کو قابل نفرت یا قابل تعریف لوگوں کی طرف منسوب کیا جائے جیسے عصر کی نماز تنگ وقت میں پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے یا جیسے آپ کا فرمان کہ خدا تعالیٰ اور فرشتے دائیں جانب کی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب ۶۸۔ کمال مطلوب کے حصول کے اعتبار سے امت کے درجے

اس باب میں اصل خدا تعالیٰ کا قول ہے " پھر ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تھا۔ پس بعض لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں بعض میانہ رو اور بعض نیکیوں میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں خدا کے حکم سے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔"

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سب سے اعلیٰ درجے کے نفوس مفہمین کے ہیں اور اس کے بعد سابقین کا نمبر آتا ہے جن کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل قسم اہل علو و اصطلاح کی ہے جن کی استعداد کمالات کے حاصل کرنے میں مفہمین کی سی ہوتی ہے لیکن ان کی سعادت ان کو ان کے مرتبہ تک پہنچاتی۔ ان کی استعداد خوابیدہ آدمی کی ہے جس کو جگانے کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ یہ رسولوں کی خبروں سے بیدار ہو جاتے ہیں اور مناسب علوم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ لوگ مجتہدین فی المذہب کے مرتبہ کے ہو جاتے ہیں۔

دوسری قسم اہل جذب اور علو کی ہے جو ریاضیات اور توجہات سے اپنی بہیمیت کو مغلوب کر چکے ہوتے ہیں پس اللہ ان کو کمال علمی اور کمال عملی دونوں عطا کر دیتا ہے اور بصیرت کی وجہ سے ان کو خداوندی واقعات پر رہنمائی اور اطلاع حاصل ہوتی رہتی ہے جیسے اکابر صوفیہ۔

تمام سابقین میں دو امور پائے جاتے ہیں اوّل یہ کہ وہ اپنی طاقت خدا کی طرف متوجہ ہونے اور قرب حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کی فطرت نہایت قوی ہوتی ہے۔ سابقین میں ایک قسم مفردین کی ہوتی ہے جو عالم غیب کی طرف متوجہ رہتے ہیں ایک قسم صدیقین کی ہے جو خدا تعالیٰ کی شدت کے ساتھ فرمانبرداری کرنے کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور ایک قسم شہدا کی ہے جو لوگوں کی رہبری کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور وہ نبی صلعم کے ذریعے سے اسلام کو غالب کرتے ہیں یہ لوگ قیامت کے روز کفار سے مخاصمہ کریں گے اور ان کے خلاف شہادت دیں گے ایک قسم راسخین فی العلم کی ہے جن میں ذکاوت اور ہوشمندی کامل ہوتی ہے وہ کتاب الہٰی کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھتے ہیں انہیں بقول حضرت علی استنباط قرآنی کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ایک قسم عباد کی ہے یہ لوگ عبادت الہٰی نہایت بصیرت سے کرتے ہیں ایک درجہ زہاد اور ان کا زائد کے مقابلہ میں دنیاوی لذت ان کو نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے اور سابقین میں سے بعض لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی جانشینی کی استعداد رکھتے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ فرشتوں کے ساتھ اختلاط رکھتے ہیں۔ جیسے حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہ کو فرشتے سلام کرتے ہیں ان سابقین کے مختلف فرقوں میں سے ہر فرقہ میں ایک استعداد نظری ہوتی ہے اور دوسری کسبی۔

سابقین کے بعد اصحاب الیمین کا درجہ ہے ان کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم ایسی ہے جس کے قلوب سابقین کے درجہ سے بہت قریب ہیں انہوں نے اعمال کی ارواح کی بجائے صورتوں پر زیادہ زور دیا ہے اور دوسری قسم اہل جذب کی ہے۔ ان کی قوت بہیمی زبردست ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں سخت ریاضتوں کی توفیق ہوتی ہے۔ اور وہ ذکر الہٰی سے تزکیہ قلب مصروف رہتے ہیں اور اگر ضعیف ہے تو وظائف میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن ان کو کسی قسم کا انکشاف نہیں ہوتا۔ تاہم ان میں سے اکثر لوگوں کے عمل میں کامل اخلاص ہوتا ہے اور اصحاب الیمین کو سابقین کی دونوں خصلتوں میں سے ایک حاصل ہوتی ہے اور ایک حاصل نہیں ہوتی۔

اصحاب الیمین کے بعد اصحاب الاعراف کا درجہ ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے وہ ہیں جن کے مزاج صحیح اور فطرت پاکیزہ ہے اور یا تو ان کو اسلام کی خبر نہ ہوئی اور اگر ہوئی تو ان کے دلوں میں شبہ دور نہ ہو سکا۔ نہ برے کاموں میں منہمک ہوتے ہیں اور نہ ہی جناب حق کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کے مرنے کے بعد نہ ثواب ہوگا اور نہ عذاب۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جن میں عقلی مادہ کم ہے جیسے لڑکے، دیوانے، کاشت کار، غلام وغیرہ۔ ایسے لوگ مسلمانوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ لیکن جو بری باتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں ان کو عذاب دیا جائے گا۔

اصحاب اعراف کے بعد ایک اور جماعت ہے جس کو منافقین کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی بھی چند اقسام ہیں فاسقین کے بعد کفار کا درجہ ہے جنہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کی بھی توفیق نہ ہوئی۔ ایسے لوگ ابدی لعنت اور دائمی قید میں رہیں گے اور ان میں وہ منافق بھی شامل ہے جو صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کا دل کفر خالص پر قائم ہے۔

باب ۶۹ ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو مذاہب کا ناسخ ہو

تمام مذاہب میں صاحب مذہب کی نسبت یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بڑا کامل اور بے نظیر ہے کیوں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ اس سے خلاف عادت امور کا ظہور رہا اس کی دعاؤں کی مقبولیت دیکھتے ہیں۔ ہر قوم میں ائمہ دین اور حاملین مذہب کی روش کو پسند کیا جاتا ہے حتیٰ کہ پیرو اپنے مذہب کی حمایت میں جنگ کرتے ہیں۔ اور جان و مال قربان کرتے ہیں اور پھر ان میں بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے اور جو شخص ملت کے قیام کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ اس کا سربراہ کار ہو جاتا ہے یا نئے نئے طریقے اس مذہب میں خلط ملط ہو جاتے ہیں اور حاملین ملت اشاعت مذہب میں سست ہو جاتے ہیں۔ ان اسباب کی وجہ سے لوگ مذاہب کے اکثر حصہ کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر ہر مذہب والا اپنے مخالف مذہب کے پیروکاروں سے برسرپیکار ہو جاتا ہے اور حق پوشیدہ ہو جاتا ہے ایسے وقت میں ایک کامل رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس امام کو علاوہ ان اصول امامت کے جو پیشتر مذکور ہو چکے ہیں۔ چند اور اصول کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کرے اور ان کے ذریعے تمام عالم میں جہاد کرے اور اس کی شریعت کا مادہ تمام عرب و عجم کے لئے بمنزلہ طبعی مذہب کے ہو اور اس کے بعد وہ مادہ شریعت اس کی قوم کے علم و اتفاقات کے موافق ہو اور اس میں بہ نسبت دوسروں کے اس کی قوم کا زیادہ خیال رکھا گیا ہو۔ کیونکہ شریعت میں ہر قوم کے حالات کا لحاظ رکھنا ممکن نہ ہے۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تمام ممالک جو مزاج معتدل کی تولید کی صلاحیت رکھتے ہیں دو بڑے بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ ایک کسریٰ جو ایران۔ عراق۔ یمن۔ خراسان اور ان کے متصل ملکوں کا بادشاہ تھا اور ماوراء النہر اور ہند کے بادشاہ اس کے محکوم تھے۔ دوسرا بڑا بادشاہ قیصر تھا۔ جو روم۔ شام کے ملکوں پر مسلط تھا۔ مصر مغرب اور افریقہ کے بادشاہ اس کے زیر فرمان تھے۔ چنانچہ ان دونوں بادشاہوں کی طاقت کو متزلزل کر دینا اور ان کے ممالک پر قبضہ کر لینا گویا تمام روئے زمین پر قبضہ کے مترادف تھا۔

حاصل یہ ہے کہ جب اللہ نے لوگوں کو نیکی کے راستے پر ڈالنے کا ارادہ کیا تو ان دونوں بڑی سلطنتوں کا زوال مقدر کر دیا۔ قیصر و کسریٰ اور ان کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا اور نبی صلعم اور صحابہؓ کے ذریعے تمام عرب ملک کی اصلاح ہو گئی اور پھر ان دو بڑی سلطنتوں اور ان کے ذریعے باقی تمام دنیا کو دروغ اور برائیوں سے پاک صاف کر دیا گیا۔

اور امام کو جن اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ خلافت عامہ کا بھی انتظام کرتا ہے اور اپنے بعد خلفا اپنے ہی اہل شہر اور قوم سے مقرر کرتا ہے کیونکہ اصل اور نقل میں بڑا فرق ہوتا ہے ان اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ امام اپنے مذہب کو سب مذاہب پر غالب کر دے۔ پس لوگ تین قسم کے ہو جائیں گے۔ دلی فرمانبردار۔ مجبوراً مطیع اور کفار یا منکر۔ جنہیں جزیہ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذلت کی کوئی بات ضرور مقرر کی جانی چاہیئے۔

دوسرے مذاہب پر ایک دین کے غالب آجانے کے چند اسباب ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام مذاہب پر اپنے مذہب کے شعار کا اعلان کرے جیسے ختنہ، مسجدوں کی تعظیم، اذان، جمعہ اور جماعات وغیرہ اور ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ صاحب مذہب اور لوگوں کو تمام ادیان کے شعار عمل میں لانے سے روک دے اور ایک اصول یہ ہے کہ قصاص میں، دیتوں میں، نکاحوں میں اور ریاستوں کے انتظام میں کافروں کو مسلمان کے ہمسر نہ کرے تاکہ یہ امور ان کو ایمان پر مجبور کریں۔ ایک اصول یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اعمال کی پابندی کو سخت کرے اور شریعت کی کسی بات میں ان کو خود مختار نہ کرے اور شرائع کے علم اسرار کو جو تفصیل احکام کا ماخذ ہے عام لوگوں سے مخفی رکھے ایک سبب یہ بھی کہ تلوار کے ذریعہ غلبہ سے لوگوں کے شبہات دور نہیں ہوسکتے اور احتمال رہتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد پھر وہ کفر کی طرف رجوع کر جائیں اس واسطے امام کے لئے ضروری ہے کہ یقینی اور قطعی دلائل کے ذریعے یہ ثابت کر دے کہ اور مذاہب اتباع کے قابل نہیں رہے یا ان میں تحریف اور تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

باب ۰۷ دین کو تحریف سے محفوظ اور مضبوط کرنے کا بیان

جو شخص خدا کی طرف سے ایسے دین کو لاتا ہے جو تمام مذاہب کا ناسخ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مذہب کو تحریف سے محفوظ بنائے اور تحریف کے اسباب سے بھی لوگوں کو آگاہ کر دے۔ ان اسباب میں سے ایک سستی ہے یہ لوگ عام طور پر تبلیغ میں سستی کرتے ہیں اور مذہبی علم کو بھلا دیتے ہیں اور اس وجہ سے حضرت ابراہیمؑ اور نوحؑ کے مذہب نیست و نابود ہوئے تھے۔ دوسرا سبب صاحب مذہب سے مذہبی امور کا نقل نہ کرنا اور ان پر عمل نہ کرنا ہے اور سستی کے اسباب میں سے ایک سبب اغراض فاسدہ ہے جن کی خاطر دین کے مسائل کی جھوٹی تاویلیں کی جاتی ہیں نیز یہ کہ لوگوں میں برائیاں پھیل جاتی ہیں اور لوگوں کو علماء باز نہیں رکھتے اور تحریف کے اسباب میں سے ایک سبب تعمق ہے اور وہ یہ ہے کہ امت کا کوئی شخص نبی صلعم کے کسی امر میں جو مشتبہ ہو اشد کام کو اختیار کرتا ہے اور اسے خدا کا حکم تصور کرتا ہے جیسے شارع (پیغمبر) نے جب نفس کو مغلوب کرنے کے لئے روزہ کو مقرر کیا اور روزہ کی حالت میں جماع سے روکا تو بعض لوگوں نے سحری کے وقت کھانے کو خلاف شرع اور ناجائز سمجھ لیا کہ وہ نفس کی مغلوبیت کے خلاف ہے اور روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا بھی حرام سمجھ لیا کہ اس سے بھی شہوت پوری ہوتی ہے پس نبی صلعم نے خود وضاحت کر کے ایسی باتوں کو دین میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریف شمار کیا۔

اور تحریف کے اسباب میں سے ایک تشدد بھی ہے اور وہ یہ کہ جن شاق امور کا شارع نے حکم نہیں دیا ہے، ان کی پابندی کی جائے مثلاً ہمیشہ روزہ رکھنا، تمام رات نماز پڑھنا، شادی نہ کرنا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعونؓ کو سخت عبادات کی پابندی سے منع فرمایا اور اسے یہود اور نصاری کے راہبوں کا طریق کار قرار دیا۔

تحریف کے اسباب میں سے احسان بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص شارع کو ہر حکم کے لئے مناسب موقعہ تجویز کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور امور شرعی کو منضبط کرتے ہوئے پاتا ہے تو امور شرعی کے بعض اسرار جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، معلوم کر لیتا ہے اور اپنے نزدیک مصلحت سمجھ کر لوگوں کے لئے احکام جاری کرتا ہے جیسا کہ یہود نے دیکھا کہ شارع نے حدود کا حکم گناہوں سے روکنے کے لئے دیا ہے۔ پھر خیال کیا کہ رجم سے اختلاف اور جنگ و جدال پیدا ہوتا ہے اور اس میں زیادہ فساد کا اندیشہ ہے تو انہوں نے زانی کا منہ سیاہ کرنا اور تازیانے مارنا اختیار کر لیا۔ پس آنحضرت صلعم نے اسے تحریف قرار دیا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔

اور اسباب تحریف میں سے اجماع کی پیروی ہے اور وہ یہ ہے کہ حاملین دین کا ایک فرقہ کسی امر پر اتفاق کرے اور اسے ثبوت حکم کے لئے قطعی دلیل قرار دیا جائے اور یہ اجماع ایسے امر میں ہے جس کی قرآن و حدیث میں کچھ اصل نہ ہے جبکہ سب کے سب لوگ ایسے اجماع پر متفق ہیں جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو یا ان دونوں ہی سے کسی نہ کسی سے مستنبط ہو۔

اور اسباب تحریف میں سے غیر معصوم کی تقلید ہے یعنی نبی جس کی عصمت ثابت ہے کے علاوہ کسی اور کی تقلید کی جائے اور وہ یہ کہ علمائے امت میں سے کوئی شخص اجتہاد کرے اور اس کے پیرو اسے بالکل صحیح خیال کر کے اس کے مقابلہ میں حدیث صحیح کو بھی رد کر دیں اس قسم کی تقلید اس تقلید کے مخالف ہے جس پر امت مرحومہ نے اتفاق کیا ہے کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب امر تقلیدی کے خلاف کوئی حدیث صحیح ظاہر ہو جائے تو تقلید کو ترک کر دیا جائے گا اور حدیث کا اتباع کیا جائے گا۔

اسباب تحریف میں سے ایک مذہب کو دوسرے میں خلط ملط کرنا بھی ہے اور وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسے سابقہ مذہب سے بھی میلان رہتا ہے اور اس مذہب کے امور کے لئے جواز ملت اسلام سے تلاش کرتا ہے اور بعض اوقات اس کی خاطر جھوٹی حدیث تک وضع کر لیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے علوم۔ زمانہ جاہلیت کے خطباء کے وعظ و پند۔ یونانیوں کا فلسفہ۔ اہل بابل کے وظائف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل فارس کی تاریخ، نجوم، رمل اور علم کلام بھی ہمارے دین میں داخل ہو چکے ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔

باب ۱۷ ہمارا مذہب یہود و نصاریٰ کے مذہب سے مختلف ہے

جب کوئی پیغمبر دنیا میں مبعوث ہوتا ہے پس وہ نبی اپنی زبان میں لوگوں کے لئے مذہب کو قائم کرتا ہے۔ پھر مذہبی روائتیں قائم رہتی ہیں۔ اس پیغمبر کے حواری ان روائتوں پر قائم رہتے ہیں پھر ناخلف لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو دین میں تحریف کرتے ہیں اور مذہب میں باطل امور شامل کر دیتے ہیں اور شرک جلی اور شرک خفی کی آمیزش کر دیتے ہیں پھر جب کوئی اور پیغمبر آتا ہے تو وہ اصل امور دین کو باقی رکھتا ہے اور تحریف کے ذریعے داخل شدہ امور شرک جلی اور خفی وغیرہ کو دور کرتا ہے اور وقت کے تغیر کے ساتھ بعض سابقہ امور میں بھی تبدیلی کر دیتا ہے۔ جس طرح ایک طبیب ایک علاج تجویز کرتا ہے بعد میں مریض کی حالت کے مطابق اس میں ردّ و بدل کرتا رہتا ہے اور ہمارے نبی سے پیشتر آنے والے انبیاء سابقہ شریعت میں چند باتوں کا اضافہ ہی کرتے تھے۔ کمی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت نوحؑ کے مذہب پر چند عبادتیں زیادہ کر دیں اور حضرت موسیٰؑ نے حضرت ابراہیم کے مذہب میں چند اور امور کا اضافہ کر دیا جیسے اونٹ کے گوشت کو حرام کر دیا اور زانیوں کے لئے سنگسار کرنا لیکن ہمارے نبی نے کمی بھی کی ہے اور زیادتی بھی اور تبدیلی بھی اور ان کی چند وجوہات تھیں۔

اوّل یہ کہ یہودی مذہب میں راہبوں نے تحریفات کی تھیں جب آنحضور تشریف لائے تو ہر چیز کو اصلی حالت کے موافق کر دیا نیز یہ کہ آنحضرت صلعم کی بعثت میں دوسری بعثت شامل تھی ایک یہ کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے دوسرے یہ کہ آپ کل اہل زمین کے پیغمبر ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے تمام دیگر اقوام کی سلطنتوں کا زوال مقدر کیا۔

باب ۷۲ اسباب نسخ کا بیان

نسخ کے باب میں خدا تعالیٰ کا فرمان یہ ہے "ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے نہ اس کو بھلاتے ہیں مگر اس کے بدلے میں اس سے بہتر یا ویسی ہی لاتے ہیں۔" واضح ہو کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ نبی اجتہاد کے ذریعے شریعت کے قوانین کے موافق انتظامات یا عبادات کے طریقوں کو منضبط کرتے ہیں یہ نبی کا اجتہاد ہے لیکن خدا تعالیٰ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کو اس اجتہاد پر قائم نہیں رکھتا بلکہ اس مسئلہ میں اصلی حکم آپ پر ظاہر کر دیتا ہے۔ یعنی اس کے موافق قرآن نازل فرماتا ہے یا آپ کا اجتہاد ہی اس حکم کی طرف تبدیل ہو جاتا ہے اور دوسرا اجتہاد آپ کے ذہن میں قرار پاتا ہے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر قرآن میں اس حکم کی منسوخیت نازل ہوئی۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سوائے چھاگل کے ہر برتن میں نبیذ پینے سے منع کر دیا تھا پھر اسے جائز کر دیا اور فرمایا کہ نشہ کی کوئی چیز نہ ہو اس سے ثابت ہوا کہ موتعول کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اور نسخ کی اسی قسم کے متعلق آپ نے فرمایا "میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کر سکتا اور کلام اللہ کا بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے۔"

دوسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ ایک شئے میں کوئی مصلحت یا خرابی ہوتی ہے۔ اس کے موافق اس کا حکم متعین کر دیا جاتا ہے اس کے بعد ایک زمانہ آتا ہے جس میں اس شئے کی وہ حالت نہیں رہتی اس واسطے اس کا حکم بھی بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے مہاجرین کے مدینہ پہنچنے پر آنحضرت نے انصار مدینہ اور مہاجرین کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کی تو قرآن میں وراثت کے حقوق اخوت سے متعلق کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا فائدہ یہ بیان کیا۔ "کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر شورش اور فساد برپا ہوگا۔" پھر جب اسلام کی قوت حاصل ہو گئی اور مہاجرین کے اقارب بھی مسلمان ہو کر ان سے آملے تو وہی طریقہ نسبی وارثت کا مقرر ہو گیا۔

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایسی نبوت کے زمانہ میں جس کے ساتھ خلافت کا رتبہ شامل نہیں ہوتا ایک شئے میں کوئی مصلحت یا خوبی نہیں ہوتی جیسے آنحضرت صلعم سے قبل یا آپ ہی کے عہد میں ہجرت سے قبل اور اس نبوت کے زمانہ میں جس کے ساتھ خلافت منضم ہو جاتی ہے اس شئے میں مصلحت پیدا ہو جاتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہم سے پہلے کسی امت کے لئے مال غنیمت کو حلال نہیں کیا تھا لیکن ہمارے لئے اس کو حلال کر دیا۔ اس کی وجہ ہمارے نبی کی فضیلت اور ہماری کمزوری ہے یعنی آنحضرت صلعم کی امت وسیع اور زمانہ جہاد بھی غیر متعین تا قیامت تھا اور اس لمبے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کرنے والوں میں کچھ کمزور ایمان والے اور کمزور نیت والوں کا شامل ہونا بھی لازمی تھا اور ضعیف الاعتقاد لوگ بغیر دنیوی فائدہ کے جہاد نہیں کر سکتے۔ نیز اس مال غنیمت سے کفار کو مالی نقصان اور ذہنی صدمہ پہنچانا بھی ضروری تھا۔

اس قسم کی دوسری مثال یہ ہے کہ ابتدا میں جب مسلمان بے سروسامان تھے۔ کفار سے جنگ کی اجازت نہ تھی۔ اور جب ہجرت کے بعد مسلمان طاقت ور اور منظم ہو گئے تو جنگ کی اجازت مل گئی۔

"ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت ہے جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک خدا تعالیٰ ان کو مدد پہنچانے پر قادر ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے متعلق خدا تعالیٰ کا قول ہے "ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا کوئی آیت بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کرتے ہیں"۔ پس خدا تعالیٰ کا قول "اس سے بہتر (بخیر منہا) کا اطلاق ان امور پر ہے جن میں نبوت کے ساتھ خلافت بھی شامل ہے اور خدا تعالیٰ کا قول یا "ویسی ہی" (او مثلہا) کا اطلاق ان صورتوں میں ہے جن میں اختلاف مواقع کی وجہ سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

باب ۲۷۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی حالت اور پھر نبی صلعم کی اصلاح

نبی صلعم کی بعثت ملت حنفیہ اسماعیلیہ کی کجی کو درست کرنے کے لیے تھی اور اس کی روشنی کو پھیلانے کے لیے اور اس کی تحریف کو دور کرنے کے لیے اور خدا تعالیٰ کے اس قول میں یہی مراد ہے "اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اختیار کرو"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیم کے اصول قابل تسلیم ہیں اور بنی اسرائیل اپنے باپ کی شریعت پر قائم رہتے تھی کہ عمرو بن لحی پیدا ہوا جس نے ملت میں بہت سی بری باتیں شروع کیں اور بت پرستی کو رائج کیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں پر جہالت شرک اور کفر چھا گیا۔ تب ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور آپ نے بری باتوں اور تحریف کو مٹا دیا۔ اس طرح بری رسموں سے رد کا اور اچھی رسموں کو رائج کیا اور جو مسائل اصلیہ متروک ہو گئے تھے انہیں تر و تازہ کیا اور دین کو مستقیم کیا۔ آپ کے عہد میں اہل جاہلیت بعثت انبیاء، سزا و جزا کے قائل تھے۔ اقسام نیکی کے اصول کے معتقد تھے اور قوم و تمدن کے منافع امور پر عمل کرتے تھے۔

ان لوگوں کے دو فرقے تھے ایک فرقہ فاسقین اور زندیقوں کا تھا۔ فاسقین میں خواہشات نفسانی کا غلبہ تھا یہ درندوں جیسے کام کرتے تھے اور دائرہ ملت سے خارج تھے۔ باقی رہے زندیق تو ان میں پیدائشی طور پر نقص فہم تھا۔ وہ صاحب ملت کی نہ تو تصدیق کرتے تھے اور نہ اس امر کو تسلیم کرتے تھے جس کی وہ خبر دیتا تھا۔ لوگ ان کو دین سے خارج سمجھتے تھے۔

دوسرا فرقہ جاہل اور غافل لوگوں کا تھا۔ جنہوں نے دین کی جانب التفات نہ کی تھی کیوں کہ ان کا زمانہ انبیاء سے بہت دور تھا۔ خدا تعالیٰ کے قول کا اس طرف اشارہ ہے "تاکہ تو ایسے لوگوں کو ڈرائے۔ جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہے"۔ لیکن یہ لوگ راستہ سے بہت دور بھی نہ تھے کہ کسی دلیل کو نہ سنتے۔

اہل جاہلیت کے جو اصول مسلمہ تھے ان میں یہ بھی تھا کہ آسمان و زمین کا خالق خدا ہے اور بڑے امور کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدبیر میں بھی اس کا کوئی شریک نہ ہے اور کہ اس کے حکم اور قضا کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ لیکن ان کے زندیق ہونے کا سبب یہ تھا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتوں میں سے اور ارواح میں سے بعض ایسے ہیں جو بڑے بڑے انتظامات کے اہل ہیں اور زمین کے دوسرے امور میں مدبر ہوتے ہیں یہ مشرکین ان فرشتوں اور ارواح کو ان بادشاہوں کی حالت سے تشبیہ دیتے ہیں جو ان کی شہنشاہ کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ یہی سوء فہمی فساد کا باعث ہوئی۔

اہل جاہلیت کے اصول میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات کو ان چیزوں سے پاک سمجھتے تھے جو اس کی شان کے شایان نہیں اور اس کے اسماء میں الحاد کو ناجائز سمجھتے تھے لیکن انہوں نے اپنی گمراہی کی وجہ سے یہ سمجھ لیا تھا کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں جنہیں خدا نے اس واسطے مقرر کیا ہے کہ وہ ان امور کو معلوم کریں جن کا خدا کو علم نہ ہے نیز وہ یہ بھی مانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے پیدا کرنے سے پیشتر تمام حوادث کو مقدر کر دیا تھا اور یہ کہ عالم بالا میں ایک مقام ہے جہاں تدریج حوادث پائے جاتے ہیں اور اس جگہ فرشتوں اور اچھے آدمیوں کی دعا میں کچھ نہ کچھ تاثیر ہے لیکن اس کی صورت ان کے ذہنوں میں ایسی تھی جیسے بادشاہوں کے وزیروں کی سفارش کا اثر بادشاہ پر ہوتا ہے۔

ان کے مسلمہ اصولوں میں سے یہ بھی تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احکام مقرر کئے ہیں ان میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیا ہے اور کہ وہ ہر کام کی جزا دیتا ہے اور کہ خدا کے فرشتے اس کے حکم سے اس عالم کی تدبیر میں مصروف رہتے تھے اور وہ دنیاوی حاجتوں سے مبرا ہوتے ہیں اور وہ پیغمبروں کی بعثت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ اور حاملین عرش کا ذکر بھی ان کے اشعار میں بکثرت ملتا ہے ان کا عقیدہ تھا کہ عرش کو چار فرشتے اٹھاتے ہیں، جن میں سے ایک انسان کا ہم شکل ہے۔ دوسرا بیل کی صورت ہے تیسرے کی صورت کرگس اور چوتھے کی شیر کی ہے۔ ان کے بعض حکماء توحید کے بھی پوری طرح قائل تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل اپنے شعر میں کہتا ہے۔

تو پروردگار ہے سب لوگوں کا بادشاہ ہے
موتیں اور فیصلے تیرے ہی قبضہ میں ہیں

رسول اکرم نے امیہ بن ابی صلت کے حق میں فرمایا تھا "اس کے شعر میں ایمان ہے لیکن دل میں ایمان نہ رہے"

اور عبادت کے باب میں ان کے ہاں طہارت اور غسل جنابت موجود تھے۔ ختنہ اور تمام فطری خصائل ان میں موجود رہے ان میں نماز بھی مروج تھی۔ حضرت ابوذر غفاری اسلام قبول کرنے سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح قیس بن ساعدہ ایادی تھا۔ اور بقیہ عرب بھی بالعموم سجود کے پابند تھے۔ زکوٰۃ بھی ان میں بعض لوگ دیتے تھے، مہمان کی ضیافت۔ مسافر کو کھانا کھلانا۔ صدقہ دینا۔ صلہ رحمی کرنا ان میں عام تھا۔ وہ لوگ صبح سے شام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی غروب آفتاب تک روزہ بھی رکھتے تھے اور مسجد میں اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے۔ غلاموں کو آزاد کرنے کی بھی خصلت بعض لوگوں میں پائی جاتی تھی۔ حج بیت اللہ اور اس کے شعائر کی تنظیم اور بزرگ مہینوں کی عظمت کرنے میں نزدہ مشہور تھے۔ منتر اور تعویزات بھی کرتے تھے گو ان میں شرک کی باتیں داخل کر دی تھیں۔ حلق میں ذبح کرتے یا یا برچھا گردن میں مار کر۔ علم نجوم کو زمانتے تھے۔ خواب کے ذریعے آئندہ کے حالات معلوم کرتے نیز کہانت اور تیروں سے آئندہ کے حالات کا اندازہ لگاتے۔ بدشگونی بھی رائج تھی۔ وہ محارم کو یعنی ماؤں بہنوں بیٹیوں وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ ظلم اور تعدی کے موقعہ پر قصاص دیت اور قسامت کی سزائیں مقرر تھیں۔ زنا اور چوری کی بھی سزا تھی۔ لیکن ان میں بدکاری کی کثرت ہو گئی تھی۔ ایک دوسرے کو قید کرنا۔ لوٹ مار۔ زنا۔ فاسد نکاح۔ سود خوری۔ شراب عام تھی۔

پس ان حالات میں نبی کریم صلعم مبعوث ہوئے۔ آپؐ نے ان تمام امور میں غور و خوض کیا ان میں سے جو حصہ ملت ابراہیمی کا تھا اسے باقی رکھا اور اس پر عمل کی تاکید فرمائی اور عبادت کو منضبط کر دیا اور گناہوں کی روک تھام کے لئے حدود۔ سزائیں اور کفارات معین فرمائے۔ دین کو ترغیب اور ترہیب کے ذریعے آسان کر دیا۔ ملت حنیفہ کے پھیلانے میں اور اسے تمام مذاہب پر غالب کرنے میں نہایت کوشش فرمائی۔ تحریفات کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔ رسوم فاسدہ کی بیخ کنی کی۔ خلافت کبریٰ کو قائم کیا اور غیروں سے جہاد کیا یہاں تک کہ امر خداوندی پورا ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا "کہ مجھ کو آسان حنیفی روشن مذہب دے کر بھیجا گیا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبحث ہفتم

باب ۴۷۔ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقسام کا بیان

واضح ہو کہ جو کچھ نبی صلعم سے مروی ہے اور کتب حدیث میں مدون ہے۔ دو قسم کا ہے ایک وہ امور جن کا ذریعہ تبلیغ رسالت ہے جن کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ "پیغمبر جو کچھ تم کو بتائے اس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو"۔ ایسے امور میں سے ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت کے حالات کا ہے جو بواسطہ وحی کے ہوتے ہیں اور ایک حصہ احکام شرعی، ضبط عبادات، اور ارتفاقات کا ہے ان میں سے بعض وحی کے ذریعے معلوم ہوئے اور بعض آنحضرت صلعم کے اجتہاد سے اور آپ کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا تھا کہ آپ کی رائے خطا پر جم سکے۔

انہی امور تبلیغ رسالت میں سے ایک حصہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں جن کا نہ وقت معین ہے نہ حدیں جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان۔ اور انہی امور میں سے ایک حصہ فضائل اعمال اور عاملین کے مناقب اور اوصاف کا ہے۔ ان میں سے بھی بعض امور وحی کے ذریعے اور بعض اجتہادی ہوتے ہیں۔

دوم وہ امور جو تبلیغ رسالت کے باب سے نہیں ہیں۔ انہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ایک انسان ہوں۔ جب میں تم کو کسی مذہبی امر کا حکم کروں تو اس کو لے لو اور جو بات میں تم سے اپنی رائے سے کہوں پس میں بشر ہوں"۔ درخت خرما کے نر و مادہ ملانے میں بھی آپ نے یہی فرمایا تھا۔ "یہ میرا گمان تھا پس ظنی بات میں میرا مواخذہ نہ کرو لیکن جب میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو اس کو اختیار کرو اس لئے کہ میں نے خدا پر کبھی جھوٹ نہیں بولا"۔

اس قبیل سے وہ امور ہیں جن کو آپ عادت کہا کرتے تھے اور ان کو بطور عبادت کے نہ کرتے تھے اور اسی قبیل سے وہ امور بھی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کے عہد میں جزئی مصلحت مقصود تھی لیکن وہ تمام امت کے لئے ضروری نہ تھے جیسے حضور صلعم کا یہ قول ہے "جہاد میں جو کوئی کسی کو قتل کرے وہی اس مقتول کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسباب وسامان ہے۔"

باب ۵۔ مصلحتوں اور شریعتوں کے مابین فرق کا بیان

یاد رہے کہ شارع نے ہمیں دو قسم کے علمی فائدے پہنچائے ہیں۔ جن کے احکام اور مراتب جدا جدا ہیں۔ ان میں سے ایک قسم مصالح اور مفاسد کا علم ہے یعنی جس میں نفس کو مہذب کرنے کا بیان ہے یعنی وہ اخلاق جو دنیا اور آخرت میں نافع ہیں حاصل کئے جائیں اور ان کے مخالف اخلاق کو دور کیا جائے۔ جس مصلحت کی شرع نے ہم کو ترغیب دی ہے اس کی انتہا تین اصولوں میں سے ایک نہ ایک پر ہوتی ہے۔ اوّل۔ ان خصلتوں سے نفس کو مہذب بنانا جو آخرت میں نفع بخش ہوں۔ دوم۔ کلمۃ اللہ کا بلند کرنا۔ سوم۔ لوگوں کی حالت کا انتظام کرنا۔

پس ان امور میں سے بعض کو لوگوں کی عقلیں سمجھ سکتی ہیں اور بعض کو صرف اذکیا کی عقلیں ہی سمجھتی ہیں۔

اور ان میں سے دوسری قسم شرائع۔ حدود اور فرائض کا علم ہے۔ ان کے مسائل میں اجماعِ علماء کا اختلاف ہے۔ لیکن ان میں سے بعض مسائل کی تفصیل میں اختلاف ہیں کیونکہ بسا اوقات مصلحت، علت اور تشریح کے ساتھ مشابہ ہو جایا کرتی ہے اور بعض فقہاء نے جبکہ قیاس میں غور کیا تو متحیر ہو کر بعض مقادیر کو لیا اور اس کو اس کے مناسب چیزوں کے ساتھ بدلنے کو برا سمجھا اور بعض میں تسامح کر کے اور چیزوں کو اس کے قائم مقام کر دیا ان کی مثال یہ ہے کہ فقہا نے روئی کا نصاب پانچ گٹھے مقرر کیا اور کشتی پر سوار ہونے کو دوران سر کا مظنہ خیال کر کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اور پانی کا دہ در دہ کے ساتھ اندازہ کیا۔

اور جبکہ شرع نے کسی مقام میں مصلحت کو سمجھایا اور پھر اسی مصلحت کو ہم نے دوسرے مقام میں پایا تو یہ سمجھ لیا کہ رضائے الٰہی خاص اس مصلحت سے متعلق ہے اور خاص اس موضع سے اس کا تعلق نہیں بخلاف مقادیر کے کہ وہاں نفس مقادیر ہی سے رضا متعلق ہوتی ہے۔ جیسے نماز ترک کرنا گناہ ہے خواہ کوئی اس وقت ذکر الٰہی ہی میں مصروف ہو اور جو زکوٰۃ ترک کرے گا گنہگار ہو گا خواہ وہ خیرات اس سے زیادہ ادا کر دے اور وہ شخص بھی گنہگار ہو گا جو ایسی تنہائی میں ریشم اور سونا پہنے گا۔ جہاں فقراء کی دل شکنی مقصود نہ ہو اس کے برعکس اگر کوئی شخص ریشم سے زیادہ قیمتی کپڑے پہنے اور سونے سے زیادہ مہنگے برتنوں میں کھانا کھائے تو وہ گنہگار نہ ہو گا۔

اور شارع نے جس مندوب کا حکم دیا اور اس کی عظمت بیان فرمائی اور اس کو لوگوں کے لئے مسنون کر دیا تو اس کا حال واجب کا سا ہے اور شارع نے جس مندوب کی صرف مصلحت بیان کی اور لوگوں کے لئے مسنون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کیا تو وہ اپنی اس حالت پر باقی ہے جو تشریع سے پہلے تھی۔

باب ۷۶۔ اُمت کا نبی صلعم سے شریعت کو اخذ کرنے کا بیان

واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ ظاہر قول سے حاصل کرنے کا ہے اور اس کے لئے اقوال نبی کی نقل ضروری ہے خواہ یہ نقل متواتر ہو یا غیر متواتر۔ اور متواتر کی ایک قسم وہ ہے جس کے الفاظ بھی متواتر ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید اور چند احادیث جن میں یہ بھی ہے کہ "روز قیامت تم اپنے رب کو صاف صاف دیکھوگے اور متواتر کی ایک قسم وہ ہے جس کے معنی متواتر ہوتے ہیں۔ جیسے طہارت نماز۔ زکواۃ۔ روزہ۔ حج۔ بیع۔ نکاح۔ غزوات وغیرہ کے بیشتر احکام جن میں اسلامی فرقوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

اور غیر متواتر میں سب سے بلند درجہ مستفیض کا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو تین یا زیادہ صحابہ روایت کریں اور پانچویں طبقہ تک برابر اس کے راوی بڑھتے رہیں۔ اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں اور بڑے بڑے مسائل فقہ کی انہی پر بنیاد پر ہے۔

مستفیض کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جس کی صحت یا حسن کا فیصلہ حفاظ اور اکابر محدثین کے بیان سے کیا گیا ہو۔ ایسی حدیثوں کے بعد ان احادیث کا مرتبہ ہے جن میں محدثین نے کلام کیا ہے اور بعض نے ان کو قبول کیا اور بعض نے نہ کیا۔

اور ان میں سے دوسرا طریقہ احادیث کی دلالت اور رہنمائی سے احکام شریعت اخذ کرنے کا ہے۔ جیسے صحابہؓ نے آنحضرت صلعم کو کوئی امر فرماتے یا کرتے دیکھا اور اس سے وجوب کا حکم مستنبط کر لیا پھر صحابہؓ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین نے اسی طرح حاصل کیا اور پھر بعد کے طبقہ نے ان کے فتووں اور فیصلوں کو جمع کر لیا۔ اسی طرح اخذ احکام شریعت کرنے والوں میں بڑے پایہ کے صحابہ کرام تھے حضرت عمر چونکہ ہر فیصلہ خوب مشورہ اور مناظرہ کے بعد کیا کرتے تھے اس لئے ان کے فیصلوں اور فتووں کا تمام اطراف عالم میں اتباع کیا گیا جبکہ حضرت علی کے فیصلے بغیر مشورہ کے ہوتے تھے اور اکثر کوفہ میں ہوا کرتے تھے۔ اس لئے کم لوگوں نے ان فیصلوں کو لیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود کے فیصلے بھی کوفہ کے ارد گرد رہے اس طریقہ سے علم حاصل کرنے والوں میں مدینہ کے سعید بن مسیب شریح اور شعبی اور بصرہ میں حسن مشہور رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ان دونوں طریقوں میں سے ہر ایک میں خلاء ہے جو بغیر ایک دوسرے کے نہیں بھرتا اور ایک طریقہ کو دوسرے کی حاجت ہے۔

پہلے طریقہ یعنی نقل ظاہر میں یہ نقصان ہے کہ روایت بالمعنی میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ کسی خاص واقعہ کے حکم کو راوی کلی حکم سمجھ لیتا ہے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ آنحضرت کی طرف سے اہتمام کی ہدایت کو راوی واجب یا حرام ٹھہرا دیتے ہیں جیسے مزارعت اور پھل پکنے سے پیشتر فروخت کے بارے میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بطور مشورہ تھی۔

اور دوسرے طریقہ یعنی اجتہادی حالت میں یہ نقصان ہے کہ اس میں صحابہؓ اور تابعین کے قیاسات جو کتاب و سنت سے مستنبط ہیں داخل ہو جاتے ہیں اور اجتہاد بھی ہر حالت میں ضروری نہیں کہ درست ہو اور اکثر اوقات بڑے بڑے صحابہؓ ایسے امر پر متفق ہوئے جس کی خوبی عقل سے معلوم ہوتی ہے اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ "میرے طریقہ کی اور میرے بعد خلفائے راشدین کے طریقہ کی پیروی کرو"۔

باب ۔۔۔ کُتبِ حدیث کے طبقات کا بیان

معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلعم کی حدیث کے سوا کوئی ذریعہ شرائع اور احکام کے معلوم کرنے کا نہ ہے۔ بخلاف مصالح کے جن کو تجربہ، غور کامل اور حدس (اندازہ) سے بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور نبی صلعم کی احادیث کا علم حاصل کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ وہ روائتیں بہم پہنچیں جن کی سند آپ تک پہنچتی ہے اور ہمارے زمانے میں اس قسم کی روائتوں کے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ بغیر اس کے نہیں کہ علم حدیث کی کتابوں کا تتبع کیا جائے۔

صحت و شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کے چار درجات ہیں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث کی یہ تین قسمیں ہیں۔

۱۔ متواتر جس کے قبول کرنے اور عمل کرنے میں امت کا اجماع ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ احادیث ہیں جو متعدد طریقوں سے حاصل ہوئی ہوں اور کوئی معتدبہ شبہ ان کے ثبوت نہ رہا ہو۔

۳۔ صحیح احادیث جو صحیح ہوں اور ان کی اسناد حسن ہو اور علمائے حدیث نے ان کی شہادت

دی ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحیح حدیث کی کتاب وہ ہے جس میں مؤلف نے صحیح یا حسن احادیث درج کی ہوں اور شاذ یا ضعیف کو درج نہ کیا ہو اور اگر کیا ہو تو اس کا ضعف وغیرہ بھی بیان کر دیا ہو اور شہرت حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو احادیث کتب میں مذکور ہیں وہ تدوین کتب حدیث سے پہلے اور بعد محدثین کی زبان پر دائر و سائر ہوں چنانچہ جب کسی کتاب حدیث میں یہ اوصاف موجود ہوں تو وہ طبقہ اولیٰ کی سمجھی جائے گی۔ چنانچہ مؤطا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم طبقہ اولیٰ کی کتابیں ہیں۔ امام شافعی مؤطا امام مالک کو قرآن مجید کے بعد سب کتابوں میں زیادہ صحیح مانتے تھے (جبکہ حنفی حضرات یہی رتبہ صحیح بخاری کو دیتے ہیں) مؤطا کو امام مالک سے بلا واسطہ ایک ہزار آدمیوں نے روایت کیا ہے امام مالک کے شاگردوں میں بڑے فقہا اور محدثین تھے اور مؤطا کی شہرت دن بدن پھیلتی گئی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور ان کی عظمت ذکر نے والا مبتدع ہے حاکم نے صحیحین کی احادیث پر ان دونوں کی شرط کے موافق دیگر احادیث کا اضافہ کیا ہے لیکن شیخین بہت سی ان احادیث کے قائل نہیں جن کے حاکم قائل ہیں ان تینوں کتب احادیث سے ضبط مشکلات اور رد تحریفات کا قاضی عیاض نے مشارق الانوار میں اہتمام کیا ہے۔

طبقہ ثانیہ میں وہ کتب ہیں جو مؤطا اور صحیحین کے درجہ تک نہیں پہنچتی ہیں لیکن ان کے قریب قریب ہیں ان کے مؤلف وثوق۔ عدالت اور حفظ میں مشہور تھے اور فنون حدیث میں متبحر تھے اور بعد کے فقہا نے ان کتابوں کو قبول کیا۔ اس طبقہ میں سنن ابوداؤد۔ جامع ترمذی اور نسائی ہیں اور مسند امام احمد بھی قریباً اسی طبقہ کی ہے۔

طبقہ ثالثہ میں وہ مسندیں۔ جوامع اور تصنیفات داخل ہیں جن میں ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں پس یہ کتابیں خفا اور گمنامی کی حالت میں باقی رہیں جیسے مسند ابو علی۔ مسند عبد بن حمید۔ مسند طیالسی۔ بیہقی۔ طحاوی اور طبرانی کی تصانیف ان مصنفین کا مقصد احادیث کا جمع کرنا تھا نہ کہ ان کو سنوارنا اور عمل کے قابل بنانا۔

طبقہ اربعہ میں وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے زمانہ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا جو طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی کتابوں میں نہیں تھیں اور غیر شہرت یافتہ مجموعوں اور مسندوں میں تھیں۔ یہ احادیث اکثر اہل ہوا اور ضعیف راویوں سے مروی تھیں یا وہ صحابہ اور تابعین کے آثار تھے یا بنی اسرائیل کے اخبار یا حکماء و واعظین کے کلام تھے جن کو راویوں نے سہواً یا عمداً حضور صلعم کی احادیث سے خلط ملط کر دیا تھا۔ ان احادیث کا محل ابن حبان اور کامل ابن عدی کی کتاب الضعفا ہے اور خطیب۔ ابونعیم۔ جوزقانی ابن عساکر۔ ابن نجار۔ دیلمی کی کتب ہیں۔ مسند خوارزمی بھی اسی طبقہ سے معلوم ہوتی ہے۔ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات میں موضوع۔ مقلوب یا حد درجہ منکر احادیث ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک طبقہ خامسہ بھی ہے۔ اس طبقہ سے متعلق وہ احادیث ہیں جو فقہا، صوفیا، مؤرخین وغیرہ کی زبان پر مشہور ہیں اور ان چاروں طبقوں میں ان کی کوئی اصل نہیں اور اس طبقہ سے متعلق وہ احادیث ہیں جن کو بے دین زباں دانوں نے اختراع کیا ہے اور بیان ایسا بلیغ ہے کہ آنحضرت صلعم سے بعید معلوم نہیں ہوتا پس ایسے لوگوں نے اسلام میں ایک مصیبت پیدا کر دی ہے کیونکہ مبتدعین کے گروہ روافض اور معتزلہ وغیرہ ادنیٰ توجہ سے ان احادیث سے اپنے مذہب کے شواہد کو تفحص کر سکتے ہیں واللہ اعلم۔

اس بیان میں کہ کلام سے مراد کیسے سمجھ میں آتی ہے ۲۸

متکلم کا دلی مقصود بیان کرنے اور سامع کا اس سے مطلب سمجھنے کے بلحاظ ظہور و خفا کئی درجات ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک شئے کے لئے صریح طور پر حکم ثابت کیا گیا ہو۔ دوسرا درجہ وہ ہے جس میں حکم کا ثبوت کسی عنوان کے لئے ہو جس میں چند افراد شامل ہوں جیسے الناس مسلمون۔ قوم یا رجال ہے یا یہ کہ کلام خاص اس مقصد کے لئے نہ بولا جائے بلکہ اس موقع سے وہ مطلب لازمی طور پر حاصل ہوتا ہو۔ جیسے میرے پاس زید فاضل آیا میں زید کا فضل لزوماً معلوم ہوتا ہے یا وہ لفظ جس کے حقیقی معنی استعمال میں آتے ہوں لیکن معنی مجازی زیادہ مشہور ہوں اور وہ لفظ جس کا علم مثال اور تقسیم سے ہوتا ہے اور کسی جامع مانع تعریف سے معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ سفر۔

پھر اس کے بعد اس کلام کا درجہ ہے جس کے بغیر توسط استعمال لفظ مطلب سمجھ میں آ جائے ایسے طریقے بڑے بڑے تین ہیں۔ ایک نحوی کلام جیسے ماں باپ کو اُف بھی نہ کرو" اس سے ماں باپ کو مارنے کی حرمت بطریق اولیٰ سمجھی جائے گی۔ دوم اقتضاء جیسے "اس نے نماز پڑھی" کا مقتضی یہ ہے کہ وہ طہارت سے تھا۔ سوم ایما۔ یعنی مقصود کو مناسب اعتبار سے ادا کرنا۔

اس کے بعد ان مطالب کا درجہ ہے جن کی رہبری مضمون کلام سے ہوتی ہے اس کی بھی تین بڑی قسمیں ہیں۔ اول علوم میں کسی شئی کو مندرج کرنا مثلاً بھیڑیا کچلیوں والا جانور ہے اور ہر کچلی والا جانور حرام ہوتا ہے لہذا بھیڑیا حرام ہے دوم قیاس اختراعی جیسے کہ وتر اگر واجب ہوتے تو آپ ان کو سواری پر ادا نہ کرتے لیکن آپ ان کو سواری پر ادا کیا کرتے تھے سوم قیاسی شرعی جیسے اللہ تعالیٰ کی یہ آیت "لو کان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" (یعنی اگر زمین میں آسمان میں ایک سے زائد خدا ہوتے تو ان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔)

اور قیاس اسے کہتے ہیں کہ کسی علت مشترکہ کی وجہ سے ایک صورت کو دوسری صورت سے تمثیل دینا جیسے آنحضرت صلعم کے اس قول میں "اگر تیرے باپ پہ قرضہ ہوتا اور تو اس کو ادا کرتا تو کیا اس کی طرف سے کافی ہو جاتا؟ اس شخص نے کہا ہاں ہو جاتا۔ تب آپ نے فرمایا "پس تو باپ کی طرف سے حج کر۔"

باب ۷۰۔ کتاب وسنّت سے احکامِ شرعیّہ کے سمجھنے کی کیفیّت کا بیان

واضح ہو کہ جن الفاظ سے رضا اور ناراضی معلوم ہوتی ہے۔ وہ الفاظ حب، دلبغض۔ رحمت ولعنت اور قرب و بُعد ہیں اور وہ الفاظ جن میں فعل کی نسبت محبوب یا مغضوب کی طرف ہوتی ہے جیسے مومنین اور منافقین۔ ملائکہ اور شیاطین۔ اہل جنت اور اہل نار۔ یہ امر کی رضا اور ناراضی کے درجات وجوب اور ندب اور حرمت و کراہت میں باہم تمیز ہو پس اس میں سب سے زیادہ صورت یہ ہے کہ اس فعل کے مخالف کا حال بیان کیا جائے جیسے یہ حدیث۔

"جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا قیامت کے روز اس کا مال گنج سانپ کی صورت میں ہوگا۔"

اور ان درجات کی تمیز اس سے بھی ہوتی ہے کہ مثلاً کہا جائے کہ فلاں شئے واجب ہے یا فلاں شئے ناجائز ہے یا کوئی شئے اسلام یا کفر کے لئے رکن قرار دی جائے۔ جیسے حضرت عمرؓ کا قول کہ "سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔" اور جیسے حضرت علی کا قول کہ "وتر واجب نہیں ہے۔"

لیکن کسی فعل کی علت اور رکن اور شرط معلوم کرنا ہو تو ان امور کے لئے سب سے صریح اور صاف یہ ہے کہ وہ نص سے ثابت ہو جیسے "ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔" یا تم میں سے کسی کی نماز بغیر وضو نہ ہوگی۔" اس کے بعد وہ ہے جو اشارہ اور ایما سے ثابت ہو جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ "رمضان میں میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہوگیا آپؐ نے فرمایا ایک غلام آزاد کر۔" یا جیسے موزے پہنتے وقت طہارت کا ہونا اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے۔" ان کو چھوڑ کیونکہ میں نے ان کو طہارت کی حالت میں پہنا ہے۔" لیکن ان مقاصد کا معلوم کرنا جن پر احکام کی بنا ہوتی ہے نہایت دقیق علم ہے اور وہی شخص اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم میں خوض کرسکتا ہے جن کا ذہن نہایت لطیف اور فہم نہایت مستقیم ہو اور صحابہؓ اپنے مشاہدہ سے ان قوانین کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس واقفیت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اس شخص کی نسبت جو نفل و فرض ملا کر پڑھتا تھا فرمایا تھا "اس سے وہ لوگ ہلاک ہوتے تھے جو تم سے پہلے تھے"۔ اس پر رسول خدا نے فرمایا "اے ابن خطابؓ تیری رائے کو خدا نے درست کر دیا ہے"۔

معانی شرعیہ معلوم کرنے کا سب سے واضح طریقہ یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت میں مصرح طور پر مذکور ہو جیسے خدا تعالیٰ کا فرمان "اے عقلمندو۔ قصاص میں تمہاری زندگی ہے" اور رسول اللہ کا فرمان "اس کو معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کہاں پڑا رہا ہے"۔ اس کے بعد ان معانی کا درجہ ہے جو ایما اور اشارہ سے معلوم ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلعم کا یہ فرمان "لعنت کے دونوں سببوں سے بچو" (یعنی سایہ دار درخت کے نیچے اور عام راستہ پر پاخانہ کرنا) اس کے بعد ان کا درجہ ہے جن کو مجتہد صحابی بیان کرے۔

باب ۸۰۔ مختلف حدیثوں میں فیصلہ کا بیان

بنیادی امر یہ ہے کہ ہر ایک حدیث پر عمل کرنا چاہیئے سوائے اس صورت کے کہ کسی تناقض کی وجہ سے تمام احادیث پر عمل نہ ہو سکتا ہو اور حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ فقط ہماری نظر میں اختلاف ہوتا ہے۔ جب دو مختلف حدیثیں فعل رسول کو بیان کرتی ہیں مثلاً ایک صحابیؓ نے کہا کہ آپؐ نے فلاں کام کیا دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ فلاں دوسرا کام کیا تو ان میں تناقض نہ ہوا اور وہ دونوں فعل مباح ہوئے اور اگر یہ دونوں عبادت کے متعلق ہیں تو دونوں مستحب یا واجب ہوں گے جیسے وتر میں گیارہ رکعت بھی ہیں۔ اور نو اور سات بھی۔ تہجد میں پکار کر پڑھنا بھی اور آہستہ بھی اور وتر بھی ایک ہے یا تین۔

یا ان بظاہر متناقض احادیث میں کوئی مخفی علت ہوتی ہے جو ایک فعل کو ایک وقت میں واجب اور دوسرے وقت میں اس کے ترک کی رخصت دیتی ہے اس واسطے ایسی علت کی تفتیش کرنا ضروری ہے یا ان میں سے ایک فعل کو عزیمت اور دوسرے کو رخصت قرار دیں گے اور اگر نسخ کی دلیل ظاہر ہو جائے تو نسخ کا اعتبار ہوگا چنانچہ اگر یہ دونوں حدیثیں قولی ہیں۔ پس اگر ایک حدیث ایک معنی میں ظاہر ہو اور تاویل کرنے سے دوسرے معنی ہو سکتے ہوں اور تاویل بعید بھی نہ ہو تو یہ قرار دیں گے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے بیان ہے اور تاویل کے بعید ہونے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر اس کو عقول مسلمہ پر بغیر قرینہ یا دلیل کے پیش کیا جائے تو عقول اس کو قبول نہ کریں اور اگر متناقض حدیثوں میں دونوں فعل کسی مسئلہ کا جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا کسی واقعہ کے فیصلہ کے متعلق ہوں پس کوئی علت اگر دونوں کو جدا کرنے والی موجود ہو تو اس کے موافق فیصلہ کیا جائے گا جیسے ایک جوان شخص کو آنحضرت صلعم نے روزہ کی حالت میں بوسہ لینے سے منع کر دیا تھا اور بوڑھے آدمی کو اجازت دے دی تھی اگر ایسی علت موجود نہ ہو تو ایک میں عزیمت اور دوسری میں رخصت کہا جائے گا۔

اور نسخ کبھی تو آنحضرت صلعم کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ "میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب زیارت کیا کرو کیوں کہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں" اور کبھی نسخ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک حدیث دوسری کے بعد وارد ہوئی اور دوسرا حکم مقرر کر دیا گیا اور پہلے کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا جو صحابہؓ نے دوسرے حکم کو پہلے کے لئے ناسخ سمجھا اور بعض اوقات کوئی صحابی مختلف احادیث میں سے ایک کو دوسری کی ناسخ قرار دے دیتے تھے لیکن یہ صورت قطعی نہیں ہے اور فقہا کا ان احادیث کو منسوخ کہہ دینا جو ان کے مشائخ کے عمل کے خلاف ہوں کفایت نہیں کرتا۔

اور جب دونوں مختلف حدیثوں کے جمع کرنے کی گنجائش نہ ہو اور نہ ہی تاویل کی گنجائش ہو اور نسخ بھی معلوم نہ ہو تو ان حدیثوں میں تعارض پایا جائے گا۔ پس اگر ان میں سے ایک کی ترجیح ثابت ہو گی تو راجح کو اختیار کیا جائے گا ورنہ دونوں حدیثیں ساقط ہو جائیں گی اور ترجیح یا تو سند کی وجہ سے ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ نفس حدیث میں کوئی امر مؤکد و مصرح ہو یا ترجیح حکم اور اس کی علت کی وجہ سے ہوتی ہے اگر راویوں کے مراتب میں اختلاف ہو تو اس قول کو لیا جائے گا جو ثقہ سے منقول ہے یا اکثر سے منقول ہے اور اگر راویوں نے روایت حدیث میں زیادہ اختلاف کیا ہو اور وہ سب راوی مرتبہ میں برابر ہوں اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو اختلاف والی خصوصیات ساقط ہو جائیں گی اور جب کوئی راوی ایسی بات حدیث میں زائد بیان کرے جس پر اور راوی سکوت کرتے ہوں تو ایسی زیادتی مقبول ہو گی اور اگر زیادتی پر دوسری رواۃ کا سکوت کرنا ممتنع ہو تو وہ زیادتی مقبول نہ ہو گی اور اگر صحابہ و تابعین کے آثار میں اختلاف واقع ہو جائے تو مذکورہ بالا وجوہ سے اگر ان میں جمع ممکن ہو تو بہتر ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ اس مسئلہ پر دو یا دو سے زیادہ اقوال ہیں اور اس کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ ان میں سے کون زیادہ صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تتمہ

فروعات میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے اختلاف کے اسباب کا بیان

جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ تو احکام فقہ جمع ہوئے تھے اور نہ اس وقت تک مسائل میں ایسی بحثیں اور باریکیاں تھیں جیسے فی زمانہ فقہا کرتے ہیں۔ صحابہؓ جیسے آنحضرت صلعم کو وضو کرتے یا نماز پڑھتے دیکھتے ویسے ہی خود بھی یہ کام کرنے لگ جاتے تھے اور آنحضرت صلعم نے حج کیا تو لوگوں نے بھی دیکھ کر ویسے ہی افعال حج ادا کئے۔ اکثر امور میں آپؐ نے تشریح نہ کی تھی اور نہ صحابہؓ آپؐ سے زیادہ سوالات کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عباس کے مطابق صحابہؓ نے آنحضورؐ سے صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے تھے۔ جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں۔ قاسم کہتے ہیں کہ تم ایسی باتیں دریافت کرتے ہو جن کو ہم نے (آنحضورؐ سے) دریافت نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم سے صحابہؓ واقعات کے متعلق دریافت کرتے تو آپؐ بتا دیا کرتے تھے۔ آپؐ کے پاس جھگڑے (قضایا) آتے تو آپؐ ان کا فیصلہ فرما دیتے۔ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے دیکھتے اور اس کی تعریف کرتے اور برا کام دیکھتے تو اس سے منع کرتے۔ یہ سب کچھ مجلسوں میں ہوتا تھا اور یہی قاعدہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا جب انہیں کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو لوگوں سے حدیث دریافت کرتے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہؓ کے بیان سے کہ آنحضرت صلعم نے دادی کو چھٹا حصہ دینے کا حکم دیا تھا۔ جدہ کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی مغیرہؓ اور عبد الرحمٰن بن عوف کی خبر کی جانب رجوع کر کے فیصلے کئے۔

صحابہ کی نظر میں سوائے اطمینان قلب اور یقین کے کوئی پسندیدہ امر نہ تھا ان کو استدلال کے طریقوں کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ آنحضرت صلعم کے بعد صحابہؓ تمام اطراف عالم میں پھیل گئے اور ہر صحابیؓ ایک خاص علاقہ کا مقتدیٰ اور رہبر بن گیا جب وہ لوگ مسائل ایسے صحابہ سے دریافت کرتے تو وہ اپنی یادداشت یا استنباط کے مطابق جواب دینے یا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے حکم دیتے چنانچہ بعض جگہ اختلاف بھی ہوئے جن کی وجہ یہ تھی کہ کسی امر کے بارے میں ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلعم سے کوئی حکم یا فتویٰ سنا تھا اور دوسرے صحابیؓ نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو نہ ملتا اس لئے اپنی رائے سے اس میں اجتہاد کیا اور پھر اجتہاد کے بھی کئی طریقے ہو گئے۔ اوّل یہ کہ صحابی کا اجتہاد کسی حدیث کے موافق ہو گیا جیسے عبداللہ بن مسعود کا بیوہ عورت کے حق مہر کے بارے میں۔ دوم یہ کہ دو صحابیوں میں باہم مناظرہ واقع ہوا اور حدیث اس طرح ظاہر ہو جائے جس کے ہونے کا گمان غالب ہو۔ وہ صحابی اپنے اجتہاد سے اس حدیث مسموع کی جانب رجوع کرے جیسے حضرت ابوہریرہ کا مذہب تھا کہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی ہو اس پر روزہ نہیں ہے لیکن جب بعض ازواج مطہرات نے اس کے خلاف حدیث بیان کی تو ابوہریرہؓ نے اپنے مذہب سے رجوع کیا۔

سوم یہ کہ صحابی کو حدیث پہنچے لیکن اس طرح سے ظاہر نہ ہو جس سے اس کے حدیث ہونے کا ظن غالب ہو اس واسطے وہ صحابی اپنے اجتہاد کو ترک نہ کرے بلکہ حدیث میں طعن کرے۔ جیسے حضرت عمر نے اس مسئلہ میں کہ جس جنبی کو پانی نہ ملے اس کے لئے تیمم کافی نہ ہے۔ عمار بن یاسرؓ کی بیان کردہ حدیث کو جو اس کے برعکس تیمم کو کافی بیان کرتی تھی تسلیم نہ کیا تھا۔

چہارم یہ کہ صحابی کو حدیث پہنچی ہی نہیں جیسے عبداللہ بن عمرؓ عورتوں کو غسل کے وقت سر کے بال کھولنے کا حکم دیا کرتے تھے لیکن حضرت عائشہ کو پتہ چلا تو انہوں نے اس کی تردید میں حدیث بیان کی (جو عبداللہ بن عمر تک نہ پہنچی تھی) اور صحابہ میں اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے آنحضرت کو فعل کرتے دیکھا تو بعض نے اسے عبادت پر محمول کیا اور بعض نے اباحت پر جیسے حج کے بعد ابطح کے مقام پر آنحضرت کا قیام، حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اس کو اتفاقی ٹھہرنا کہتے تھے جبکہ ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اسے عبادت اور شعار حج کے طور پر ٹھہرنا بتاتے تھے۔

اور بعض اختلاف محض وہم کی بنا پر ہونے سے تھے جیسے آنحضور صلعم کے احرام باندھنے کی جگہ کے بارے میں اور بعض اختلاف سہو و نسیان کی وجہ سے ہوتا تھا جیسے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اکرمؐ نے رجب میں عمرہ کیا تھا حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ عبداللہ بن عمر بھول گئے۔

اور صحابہ کے اختلاف کی ایک وجہ ضبط کا مختلف ہونا ہے جیسے حضرت عمر کی روایت کہ مردہ کو اس کے اہل و عیال کے رونے سے قبر میں عذاب ہوتا ہے اصل میں یہ حدیث یہودیہ کے جنازہ پر اس کے گھر والوں کے رونے کے بارے میں تھی اور ان وجوہ کے اختلاف میں سے ایک وجہ دو مختلف امور کے جمع کرنے میں صحابہ کا آپس میں اختلاف کرنا ہے جیسے متعہ کی اجازت اور پھر ممانعت کے بارے میں۔

مختصر یہ کہ ان طریقوں سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہو گئے اور ان سے تابعین نے اس طرح حاصل کیا جس طرح جس کو توفیق ہوئی۔ اس طرح تابعین میں سے ہر عالم کا ایک مذہب قائم ہو گیا اور ہر شہر میں ایک امام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بن گیا جیسے مدینہ میں سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر ہوئے اور ان کے بعد وہیں مدینہ میں امام زہری۔ قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن ہوئے اور مکہ میں عطاء بن ابی رباح تھے کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی تھے۔ بصری میں حسن بصری تھے۔ یمن میں طاؤس بن کیسان تھے اور شام میں مکحول تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے نہایت رغبت سے ان سے حدیث صحابہ کے فتوے ، اقوال اور خود ان کے مذاہب اور ان کی تحقیقات کو حاصل کیا اور ان سے مسائل کا استفسار کیا اور وہ تمام مسائل اور معاملات میں مرجع رہے۔

سعید بن مسیب اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب تھا کہ فقہ میں حرمین کے علما سب سے پختہ ہیں اور ان کے مذاہب کی بنیاد عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے فتاویٰ اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ ابراہیم اور ان کے شاگرد حضرت عبداللہ بن مسعود کو فقہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھتے تھے۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل عبداللہ بن مسعود کے فتوے حضرت علی کے فیصلے اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاوے ہیں حضرت سعید بن مسیبؒ فقہائے کوفہ کی زبان تھے اور ابراہیمؒ فقہائے کوفہ کی زبان تھے۔

باب ۸۲۔ فقہاء کے مذاہب مختلف ہونے کے اسباب کا بیان

خداتعالیٰ نے اپنے رسول سے پیشن گوئی فرمائی تھی کہ "بعد والی نسل میں سے عادل لوگ اس علم دین کو حاصل کریں گے"۔ اس پیشن گوئی کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں علمائے دین کو پیدا کیا جو آنحضرت صلعم کی احادیث سے تمسک کرتے تھے اور صحابہ و تابعین کے اقوال سے استدلال کرتے تھے یا وہ ان اقوال صحابہ سے استدلال کرتے تھے یہ سمجھ کر ان کو صحابہ و تابعین نے معنوصات سے مستنبط کیا ہے یا پھر انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے۔

پس جب علماء کو اپنی یادداشت میں کسی مسئلہ کا جواب نہ ملتا تھا تو آیا اور اقتضاء کا تتبع کر کے قدماء کے ہی کلام سے مسئلہ کا جواب حاصل کر لیا کرتے تھے اسی زمانہ میں علماء کو تدوین کا الہام ہوا اور مدینہ میں امام مالک اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے تصنیف کرنا شروع کیا اور مکہ میں ابن جریج اور ابن عیینہ نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں ربیع بن صبیح نے خلیفہ منصور عباسی اور بعض کے بقول خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک کو مشورہ دیا تھا کہ وہ موطا کے بہت سے نسخے کرا کر شہروں میں بھیج دیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن انہوں نے کہا کہ ایسا ممکن نہ ہوگا کیوں کہ اصحاب رسولؐ سب شہروں میں پھیل گئے ہیں اور فروعات میں مختلف ہو گئے ہیں۔

علمائے مدینہ میں امام مالک سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے اور نبی صلعم کا یہ قول انہی پہ صادق آیا عنقریب لوگ تحصیل علم کے لئے سفر کریں گے لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ کسی کو واقف نہ پائیں گے" امام مالک کے شاگرد مغربی ممالک اور اطراف زمین میں پھیل گئے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی کے اور ان کے ہم عصر علماء کے مذہب کے زیادہ پابند تھے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور امام ابویوسف ہیں جو ہارون الرشید کے عہد میں قاضی القضاۃ مقرر کئے گئے تھے۔ پس وہ امام ابوحنیفہ کی شہرت کا اور اطراف عراق۔ خراسان اور ماوراء النہر میں معمول بہ ہونے کا سبب بن گئے اور آپ کے شاگردوں میں امام محمد بن حسن بہت نامور اور ذہین عالم ہوئے انہوں نے اپنی تصنیف میں ابراہیم نخعی۔ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کی رایوں کو جمع کیا۔ اس کے لگ بھگ زمانہ میں امام شافعی نے نام پایا۔ اصول فقہ میں سب سے پہلے کتاب آپ ہی نے لکھی۔

وہ بعض صورتوں میں متقدمین کے طریق کی پیروی نہ کر سکے جس کی یہ وجہ یہ تھی کہ متقدمین حدیث مرسل اور منقطع پہ عمل کرتے تھے لیکن آپ نے ان پر عمل اس صورت میں واجب قرار دیا جب اس کے شرط بھی موجود ہوں جو اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ بعض احادیث صحیحہ علمائے تابعین کے مفتیوں کو نہ پہنچیں اور انہوں نے اجتہاد کر لیا اور اس کے موافق فتویٰ دے دیا لیکن تیسرے طبقہ تک یہ احادیث مشہور ہو گئیں لیکن فتویٰ یا عمل ان کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ متروک رہیں۔ امام شافعی نے ایسی صحیح حدیثوں پر عمل کیا۔ خیار مجلس کی حدیث اسی قسم کی ہے ایک امر یہ بھی تھا کہ صحابہ کے سب اقوال آپ کے عہد میں جمع ہوئے اور ان میں سے بہت سے حدیث صحیح کے مخالف بھی پائے گئے لیکن امام شافعی نے صحابہ کے ان اقوال سے استدلال ترک کر دیا نیز امام شافعی نے استحسان کی بھی مخالفت کی اور فرمایا جو استحسان کرتا ہے وہ شارع بننا چاہتا ہے۔

باب ۸۳۔ اہل حدیث اور اصحاب الرّائے کے مابین فرق کا بیان

واضح ہو کہ سعید بن مسیبؓ۔ ابراہیمؒ اور زہریؒ کے زمانہ میں اور امام مالکؒ۔ سفیان ثوریؒ اور ان کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے عہد میں لوگ مسائل دین میں رائے سے خوض کرنے کو برا جانتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علی، ابن عباس اور ابن مسعود سے اس امر میں کلام کرنا جو نازل نہیں ہوا تھا۔ مکروہ سمجھنا منقول ہے۔ عبداللہ بن عمر نے جابر بن زید کو بھی مشورہ دیا تھا کہ قرآن ناطق یا سنت ماضیہ سے ہی فتوہ دینا ورنہ خود بھی ہلاک ہو گے لوگوں کو بھی ہلاک کر دو گے جب ابو سلمہ بصری گئے تو انہوں نے حسن بصری سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہو پس آئندہ بجز قرآن و حدیث کے اپنی رائے سے فتویٰ نہ دینا۔ امام شعبی کہتے تھے کہ علماء جو کچھ رسول اللہ سے بیان کریں اس پر عمل کرو اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اس کو پرے پھینک دو۔

پس جب احادیث بہت پھیل گئیں اور بے شمار احادیث بہت سے طرق سے روایت ہوئیں تو علماء نے ہر حدیث کا مرتبہ معلوم کر لیا اور بہت سی احادیث جو پہلے اہل فتویٰ پر ظاہر نہ تھیں ان کو معلوم ہو گئیں۔ بہت سی احادیث ایسی تھیں جن کو خاص ایک ایک شہر کے لوگ ہی روایت کرتے تھے جیسے بعض احادیث کو صرف شامیوں نے روایت کیا بعض کو صرف عراقیوں نے یا ایک ہی خاندان کے لوگوں نے یا جیسے بعض قلیل الروایۃ اور گوشہ نشین صحابیوں کی احادیث سے اکثر اہل فتویٰ غافل تھے زمانہ پیشتر کے علماء اسماء الرجال اور ان کی عدالت کے مراتب پہچانتے تھے۔ میں اپنے خالص مشاہدہ اور قرائن کے تتبع پر اعتماد کرتے تھے لیکن اس طبقہ کے علماء نے اس فن میں نہایت غور کیا اور اس کو مدون کر کے اور بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن کر دیا۔ امام سفیان، وکیع۔ ابو داؤد۔ سجستانی اور اس طبقہ کے محدثین تقریباً چالیس ہزار تک احادیث کی روایت کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے چھ ہزار احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا اور ابو داؤدؒ نے پانچ ہزار احادیث سے اپنی سنن کو منتخب کیا۔ امام احمد نے حدیث معلوم کرنے کے لئے اپنی مسند کو میزان قرار دیا اس طبقہ کے بڑے علماء یہ ہیں، عبدالرحمٰن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون۔ عبدالرزاق۔ ابوبکر بن ابی شیبہ مسدّد و ھنبی۔ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ فضل بن دکین۔ علی مدینی اور ان کے ہم مرتبہ محدثین۔

محققین اہل حدیث فن روایت و معرفت احادیث کو مکمل کرنے کے بعد فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ چونکہ انہوں نے بہت سی احادیث کو ہر مسلک کے مخالف دیکھا تو کسی خاص امام کی تقلید کرنے پر اتفاق کو انہوں نے درست نہ سمجھا۔ چنانچہ وہ خود احادیث نبوی اور صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنے لگے ان کے قواعد مختصراً یہ ہے۔

۱۔ جب کسی مسئلہ میں قرآن ناطق ہو تو کسی دوسری شئے کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں اور جب آیت قرآنی میں چند احتمالات ہوں تو اس کا فیصلہ حدیث سے کرنا چاہیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۔ جب قرآن میں کوئی حکم نہ ملتا تھا تو رسول خدا کی حدیث پر عمل کرتے تھے۔
۲۔ جب کسی مسئلہ میں ان کو حدیث مل جاتی تو اس کے خلاف کسی اثر یا اجتہاد کا اتباع نہیں کرتے تھے۔
۳۔ جب کسی مسئلہ میں کوئی حدیث نہ ملتی تھی تو جماعت صحابہ و تابعین کے اقوال پر عمل کرتے تھے اور اختلاف کی صورت میں زیادہ بڑے مشہور اور پرہیزگار عالم کے اقوال کو لیتے۔
۵۔ اور اگر اس بھی عاجز آجاتے تو کتاب و سنت کی عام تعبیرات ان کے اشارات اور ان اقتضاءات میں غور کرتے تھے اور نظیر مسئلہ کو ان پر حمل کرتے تھے۔

عبداللہ بن عباس کی یہ حالت تھی کہ جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا پس اگر اس کا حکم قرآن میں ہوتا تھا تو بتلا دیتے تھے اور اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملتا اور رسول اللہ صلعم سے اس کا حکم ثابت ہوتا تو بتلا دیتے اگر حضورؐ سے بھی ثابت نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا دیا ہوا حکم بیان فرما دیتے اور ان سے بھی کوئی حکم محقق نہ ہوتا تو اپنی رائے سے فرماتے۔ اوزاعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے یہ حکم لکھوایا تھا کہ کسی کو قرآن میں رائے دینے کا حق حاصل نہ ہے اور آئمہ صرف انہی امور میں رائے دے سکتے ہیں جن کے بارے میں قرآن نازل نہ ہوا ہو اور نہ ان کے بارے میں حدیث رسول منقول ہوا ور جس امر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موجود ہے۔ اس میں بھی کسی کو رائے دینے کا حق نہیں۔ مالک بن انسؓ کہا کرتے تھے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کیا جا سکے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے۔

حاصل کلام یہ کہ جب علماء نے فقہ کو ان قواعد پر مرتب کیا تو ان مسائل میں سے جن میں قدماء نے کلام کیا تھا اور وہ جو ان کے زمانہ میں واقع ہوئے تھے کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث انہوں نے نہ پائی ہو یا شیخین یا دیگر خلفاء و قضاۃ المصادر اور فقہائے بلاد کے آثار میں سے کسی اثر کو انہوں نے نہ پایا ہو۔ یا اس مسئلہ کے متعلق عموم۔ ایما یا اقتضاء کے ذریعہ کسی استنباط کو نہ حاصل کیا ہو اس طرح پر علماء کے لئے خدا نے سنت پر عمل کرنا آسان کر دیا اس زمانہ کے علماء میں سے امام احمد بن محمد بن حنبل اور ان کے بعد اسحٰق بن راہویہ تھے۔ امام احمد بن حنبل کے خیال میں فتویٰ دینے کے لئے پانچ لاکھ حدیثوں کا علم ضروری تھا۔

اس کے بعد ایک دوسرے زمانہ کی پیدائش خدا تعالیٰ نے کی انہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ انہوں نے احادیث کے جمع کرنے اور فقہ مرتب کرنے کی تکلیف خود برداشت کی۔ اس واسطے انہوں نے اور فنون کی جانب توجہ کی مثلاً متفق علیہ احادیث کو متمیز کر دیا اور شاذ و نوادر احادیث کو جمع کر دیا یا ایسی حدیثیں جن کی روایت حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی۔ اس منصب کے محدثین۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب۔ دیلمی۔ ابن عبداللہ اور ان کے ہم مرتبہ لوگ تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور میرے نزدیک ان میں سے چار اشخاص بہت وسیع العلم سب سے زیادہ نافع مصنف ہیں سب سے اوّل ابو عبداللہ بخاری ہیں جنہوں نے اپنی جامع تصنیف کی جو صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے اور جس کو ایسی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ کا قصد نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے شخص مسلم نیشاپوری ہیں انہوں نے تمام مختلف احادیث کو یکجا کر دیا اور احادیث کو قریب الفہم کر دیا۔ تیسرے شخص ابوداؤد سجستانی ہیں انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جن سے فقہا استدلال کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ابوداؤد کی یہ کتاب مجتہد کے لیئے کافی ہے اور چوتھے شخص ابوعیسیٰ ترمذی ہیں۔ انہوں نے شیخین کی مبہم باتوں کو پسندیدہ صورت میں کر دیا اور ہر صاحب مسلک کے مذہب کو بیان کر کے اس پر صحابہ۔ تابعین اور فقہا امصار کے مذاہب کے بیان کا اضافہ کیا۔ اور طرق حدیث کو بہتر شکل میں مختصر کر دیا اور ہر حدیث کا درجہ بیان کر دیا یہ کتاب مجتہد کو کافی ہے اور مقلد کو بے نیاز کرنے والی ہے۔

محتاط علما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرنا پسندیدہ سمجھتے تھے کیوں کہ حدیث میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو اس شخص پر ہوگی۔ عبداللہ بن مسعود جب آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان کا چہرہ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ایسا ہی یا اس کے مثل فرمایا ہے حضرت عمرؓ نے انصار کی ایک جماعت کو کوفہ روانہ کرتے وقت فرمایا کہ تم رسول خدا سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا۔

چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور بعد میں لوگوں کا کیا حال تھا؟

چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خاص ایک مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ ابوطالب مکّی نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ کتابیں اور مجموعات۔ لوگوں کے اقوال بیان کرنا۔ کسی شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اور اس کا قول اختیار کرنا اور ہر امر میں اس کا قول نقل کرنا اور اس کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم کرنا۔ یہ سب نئی باتیں ہیں۔ قرن اوّل اور دوم میں پہلے لوگ ان باتوں کے قائل نہ تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی طرح تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا تھا لیکن چوتھی صدی کے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید خالص پر متفق نہیں تھے اور نہ کسی خاص شخص کی فقہ کے پابند تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عام لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ متفقہ مسائل میں صاحب شریعت کے سوا کسی اور کی تقلید نہ کرتے تھے۔ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو بلا تعین مذہب جو مفتی مل جاتا اس سے مسئلہ دریافت کر لیتے اور خاص لوگوں کی یہ حالت تھی کہ محدثین کو تو کسی مسئلہ میں احادیث کی وجہ سے کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی اور اگر دل کثرت اقوال کی وجہ سے مطمئن نہ ہوتا تو فقہا میں سے کسی کے کلام کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے اور اگر فقہا کے دو قول ملتے تو جو زیادہ قابل اعتماد ہوتا اس کو اختیار کر لیتے۔

اور ان خواص میں سے اہل تخریج کی یہ حالت تھی کہ جس شخص کو مصرح نہیں پاتے تھے اس میں وہ تخریج کرتے تھے اور مذہب میں اجتہاد کرتے تھے اور یہ اپنے اصحاب کے مذہب کی طرف منسوب ہوا کرتے تھے پس کہا جاتا کہ فلاں شخص شافعی ہے یا حنفی اور سوائے مجتہد کے کسی کو قضا اور فتویٰ کی خدمت نہ ملتی تھی اور مجتہد ہی کو فقیہ کہتے تھے۔ بعد میں آنے والوں میں علم فقہ کے متعلق نزاع پیدا ہو گیا۔ تفصیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد اکثر خلافت نامستحق لوگوں کو ملی جنہیں فتاویٰ اور احکام دین کا مستقل علم نہ تھا لہذا وہ فقہاء اور علماء کو اپنے ساتھ رکھتے۔ طرز اول پر قائم چند علماء ان خلفاء کی صحبت سے گریز کرتے تھے اور خلفاء ان کی بہت عزت کرتے جس سے لوگوں میں طلب علم کا شوق بڑھ گیا اور جو علماء سلاطین کے درباری بنے ان کی عزت و وقار میں کمی آگئی۔ پہلے علماء میں علم کلام کا چرچا ہوا پھر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اختلافی مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے آہستہ آہستہ لوگوں میں یہ تقلید سرایت کر گئی۔ تقلید کا ایک سبب قاضیوں کا ظلم تھا اور دوسرا حاکموں کی جہالت۔

اکثر لوگ ہر فن کی باریک بینی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اسماء الرجال۔ جرح و تعدیل۔ قدیم و جدید تاریخ وغیرہ فنون کی طرف توجہ شروع ہو گئی اور اصول فقہ میں بعض نے مہارت پیدا کی اور مناظرہ کے اصول منضبط کئے اور مسائل کی متعدد صورتیں فرض کیں اور ان کے جوابات دیئے اس طرح جدل و اختلاف سے جہالت۔ اختلاط شکوک اور اوہام پیدا ہو گئے۔ زیادہ زبان دراز اور بکواس کو فقیہ سمجھا جانے لگا اور محدث اس کو کہنے لگے جو صحیح اور سقیم حدیثیں شمار کرے الا ماشاء اللہ۔ اس کے بعد کے زمانہ میں فتنہ تقلید کی زیادتی ہوتی گئی اور لوگوں کے دلوں سے امانت دور ہوتی گئی حتیٰ کہ انہوں نے امور دین میں خوض کرنا ترک کر دیا۔

فصل

اس مقام پر مناسب یہ ہے کہ ان مسائل پر لوگوں کو آگاہ کیا جائے جو بعض لوگوں کی لغزش کا باعث

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جنتے ہیں ان میں سے یہ مسئلہ ہے کہ مذاہب اربعہ جو مدون ہو چکے ہیں تمام امت ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہے۔ اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ خاص کر اس زمانہ میں جبکہ قلوب خواہش نفسانی سے پُر ہو گئے ہیں اور ہر شخص اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔ ابن حزم نے تقلید کو حرام کہا ہے اور رائے دی ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ بجز رسول اللہ کے بلا دلیل کسی کے قول کو اختیار کرے خدا تعالیٰ نے نزاع کے وقت بجز قرآن و حدیث کے کسی کی طرف متوجہ ہونے کو جائز نہیں کیا ہے چنانچہ جو شخص امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد بن حنبل کے تمام اقوال کی پیروی کرے اور ان میں سے یا ان کے علاوہ میں سے اپنے مقتدا کے قول کے سوا کسی دوسرے کی پیروی نہ کرے اور قرآن و سنت کے احکام پر اعتماد نہ کرے جب تک کہ وہ ان کو کسی خاص شخص کے قول کی جانب نہ پھیر دے تو ایسا شخص بلا شبہ اول سے آخر تک تمام امت کی مخالفت کرنے والا ہے اور اس کا راستہ مومنین کا راستہ نہیں ہے۔

نیز ان تمام فقہائے نے غیر سلف کی تقلید سے منع کیا ہے۔ پس اگر تقلید جائز ہوتی تو صحابہ بہ نسبت دوسروں کے مقتدا ہونے کے زیادہ قابل ہیں۔

ابن حزم کی مذکورہ بالا رائے اس شخص کے حق میں پوری ہو سکتی ہے جس کو اجتہاد کی کسی قدر قوت ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو یا جو شخص حدیثوں سے پوری طرح واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ حدیث منسوخ نہ ہے پس ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کا سبب بجز نفاق خفی اور حماقت جلی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض اپنے امام کے ضعیف ماخذ سے واقف ہوتے کے باوجود اس کی تقلید کرتا ہے اور قرآن و حدیث کو رد کرنے کے لئے مختلف حیلے تلاش کرتا ہے گویا وہ اپنے امام کو نبی مرسل قرار دے لیتا ہے امام ابو شامہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا فقہ میں شغل ہو اس کو یہی مناسب ہے کہ کسی ایک امام کے مذہب کا پابند نہ ہو اور ہر مسئلہ میں اسی امر کی صحت پر اعتقاد رکھے جو دلالت کتاب اور سنت محکمہ سے زیادہ قریب ہو۔۔

امام مزنی کہتے ہیں کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

نیز ابن حزم کا قول اس شخص کے حق میں دلالت ہو سکتا ہے جو عامی ہے اور کسی خاص فقیہہ کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ ایسے شخص سے خطا کا ہونا ناممکن ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور اپنے دل میں یہ خیال رکھتا ہے کہ اس کے خلاف دلیل ظاہر ہونے پر بھی اس کی تقلید کو ترک نہیں کروں گا اس کے متعلق امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو یہ آیت پڑھتے سنا۔

"یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب قرار دے لیا تھا۔"

اور یہ قول اس شخص کے حق میں بھی درست ثابت ہو سکتا ہے جو یہ جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی حنفی مثلاً کسی شافعی فقیہہ سے فتویٰ دریافت کرے یا اس کے برعکس ہو یا یہ کہ حنفی کسی شافعی کی اقتداء کرے یا شافعی حنفی امام کی اقتداء کرے اور ابن حزم کا قول اس شخص کے متعلق نہیں ہو سکتا جو اس چیز کو حلال یا حرام سمجھتا ہے۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام یا حلال کہا ہے لیکن نبی کا حکم اسے معلوم نہ تھا اور نہ ہی آپ کے کلام سے وہ کوئی امر مستنبط کر سکتا تھا تو اس نے کسی رہنما عالم کی پیروی کی نیز جو لوگ فقیہہ کی تقلید کرتے ہیں وہ یہی سمجھ کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کا عالم ہے اور اس کا قول یا تو قرآن و حدیث کا صریح حکم ہے یا اس نے کسی طریق استنباط سے قرآن و حدیث سے اپنے قول کو مستنبط کیا ہے کہ اس نے قرائن سے معلوم کر لیا ہے پس اگر ہم صحیح سند والی حدیث کو چھوڑ کر مجتہد کے مذہب کی پیروی کریں تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے۔

کلام فقہا پر تخریج کرنا اور لفظ حدیث کا تتبع کرنا ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے دین میں مضبوط اصل ہے اور حق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے مطابق کرنا چاہیئے اور ایک کی خرابی دوسرے سے دور کرنا چاہیئے اور امام حسن بصری کے اس قول سے یہی مراد ہے" قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمہارا طریقہ افراط، تفریط کے درمیان ہے۔"

اور تخریج اس لئے جائز ہے کہ وہ بھی فی الحقیقت مجتہد کی تقلید ہے اور یہ تخریج جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ مجتہد کے کلام سے مفہوم بھی ہوتی ہو اور صاحب تخریج کو یہ بھی زیبا نہیں کہ کسی قاعدے سے جس کا اس نے یا اس کے اصحاب نے استخراج کیا ہے۔ کسی حدیث یا اثر کو جس پر قوم متفق ہے رد کر دے جیسے کہ ذوی القربیٰ کے حصہ کو ساقط کر دیا ہے امام شافعی کا قول ہے کہ جب میں کوئی بات کہوں یا قاعدہ مقرر کر دوں اور اس کے بعد میرے قول کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم ہو تو صحیح قول وہی ہے جو آنحضرتؐ نے فرمایا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص میری دلیل کو نہ جانے اس کو مناسب نہیں ہے کہ میرے کلام سے فتویٰ دے اور جب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے تو وہ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ نعمان ابن ثابت کی (یعنی میری) رائے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔

امام شافعی کہا کرتے تھے کہ جب کوئی حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم میرا کلام حدیث کے مخالف دیکھو تو حدیث پر عمل کرنا اور میرے کلام کو دیوار پہ مارنا۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو خدا اور رسول کے مقابلہ میں گفتگو کی اجازت نہیں۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول سے فتویٰ دے جب تک کہ اس کو نہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔ عصام ابن یوسف سے کہا گیا کہ آپ اکثر امور میں ابو حنیفہ کا اختلاف کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا اس واسطے کہ ابو حنیفہ کو وہ فہم عطا ہوا تھا جو ہم کو نہیں ہوا تھا پس وہ اپنے فہم سے وہ بات معلوم کر لیتے تھے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی اور ہم کو یہ جائز نہیں کہ بغیر سمجھے ان کے قول کے موافق فتویٰ دے دیں۔

محمد بن حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ آدمی کو فتویٰ دینا کب جائز ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ جب خطا سے اس کا صواب زیادہ ہو۔

ابو لیث بحرالرائق میں کہتے ہیں کہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ عامی کو ظاہر حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیئے کیوں کہ اس کو ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہے۔

صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں بھی معمولی باتوں پر اختلافات ہوا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ہر شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا تھا مثلاً امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی مدینہ شریف کے مالکی المذہب اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے اگرچہ وہ بسم اللہ نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ آواز سے۔ ہارون الرشید نے ایک بار پچھنے لگوا کر نماز پڑھائی اور امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کا اعادہ نہ کیا کیوں کہ امام مالک نے ہارون الرشید کو فتویٰ دیا تھا کہ پچھنے لگوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور روایت ہے کہ امام ابو یوسف اور امام احمد عیدین میں حضرت عبداللہ بن عباس کی تکبیریں پڑھا کرتے تھے کیوں کہ خلیفہ ہارون الرشید کو اپنے دادا عبداللہ بن عباس کی تکبیریں بہت پسند تھیں۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کے مقبرہ کے قریب صبح کی نماز پڑھی تو ان کے ادب کی وجہ سے دعائے قنوت کو نہ پڑھا نیز امام شافعی کا قول ہے کہ ہم کبھی کبھی اہل عراق کے مذہب کی طرف جھک جاتے ہیں۔

امام محمد نے امالی میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ پر قطعی طلاق ہے اور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو تین طلاق سمجھتا ہے اس کے بعد کسی قاضی نے حکم کر دیا کہ یہ طلاق رجعی ہے تو اس فقیہہ کو اس عورت کا پاس رکھنا جائز ہے اسی طرح ہر ایک مسئلہ میں جس کی تحریم یا تحلیل یا اعتاق یا اخذ مال وغیرہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس فقیہہ کو جس کے خلاف فیصلہ کیا ہے یہی مناسب ہے کہ قاضی کے فیصلہ کو اختیار کرے اور اپنی رائے کو ترک کر دے اور اپنے نفس کو اس کا پابند کر لے جو قاضی نے اس پر لازم کر دیا ہے۔

بیان بالا سے اکثر شکوک اور شبہات حل ہو جاتے ہیں اور مشکل مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے درمیان مخالفت کی بنیاد ان اصول پر ہے جو بزدوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ یہ اصول اکثر ان کے اقوال سے خارج کر لیے گئے ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ مسئلہ خاص ظاہر ہوتا ہے اور اس کو بیان کی حاجت نہ ہے اور یہ کہ زیادتی نسخ ہوتی ہے اور یہ کہ عام بھی خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے اور یہ کہ کثرت رواۃ سے ترجیح نہیں ہو سکتی اور یہ کہ جب حدیث خلاف قیاس ہو تو ایسے شخص کی روایت واجب العمل نہ ہے جو فقیہہ نہ ہو اور یہ کہ شرط اور وصف کے مفہوم کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا اور یہ کہ امر کا مقتضی قطعاً وجوب ہے وغیرہ ایسے اصول ہیں جو ائمہ کے کلام سے مستخرج اور مستنبط ہیں اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین سے وہ منقول نہیں ہیں اور ان اصولوں کی مخالفت کرنا اور متقدمین کے امور مستنبطہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب دینے میں تکلف کرنا جیسے بزدوی وغیرہ نے کیا ہے ان اصول کے مخالف اصول کی محافظت اور ان پر اعتراضات وارد کے جواب دینے سے زیادہ مستحق نہیں ہے۔

ان مسائل متکلم میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے ان کا یہ خیال ہے کہ یہاں دو فریق ہیں۔ ایک اہل الظاہر اور دوسرا اہل الرائے اور ہر وہ شخص جو قیاس کرتا ہے اہل الرائے ہے حالانکہ اہل الرائے سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان مسائل کے بعد جن پر جمہور مسلمین متفق ہیں متقدمین میں سے کسی کے قول پر تخریج کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ پس ان کا اکثر کام یہ ہے کہ وہ بجائے احادیث و آثار میں تتبع کرنے کے ایک نظیر کو دوسری نظیر پر حمل کرتے ہیں اور اصولوں میں سے کسی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اور اہل الظاہر وہ شخص ہے جو نہ قیاس کا قائل ہے اور نہ صحابہ و تابعین کے آثار کا جیسے داؤد اور ابن حزم ہیں اور ان دونوں فریق کے درمیان محققین اہل سنت ہیں جیسے امام احمد و اسحٰق۔

اگرچہ کلام طویل ہو گیا ہے اور موضوع بھی قدرے نکل گیا ہے لیکن اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا ہے اور اس کو مجھے پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے اور امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنے کی توفیق بھی خدا نے مجھے دی ہے

5355

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"